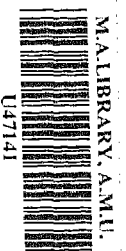


اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے۔ جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے۔ اس کتاب کے ٹیبل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان میں بعض کتب اردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

<p>و خواص اسما و حسنہ معروف - ۸۰ زاوہ لہیل الی الخبثۃ و السلسبیل ذخیرہ لاجاؤ مولفہ مولانا غلام محی - ۱۰۵</p>	<p>نفس نسخہ ملا جسکو چواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ و چھپا۔ اے۔ بلا جلد مجلد عے احادیث اردو</p>	<p>تفاسیر قرآنی اردو تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کابل دو جلد میں ہے تفسیر سورہ فاتحہ - مسہمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲۰۲ تفسیر سورہ یوسف جو مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵۰ چمبوروہ مترجم - با ترجمہ اردو - ۲</p>
<p>غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد حسن کابل چار جلد میں عے راہ نجات ضروری مسائل ناز و روزہ وغیرہ وار مفتلح لجنہ از مولوی کریمت علی چوچوری ۵۰ حقیقۃ المصاویع مع رسالہ بے نازان - ۱۰ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا میر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کو وجہ سے دس جلدوں میں شائع کیا ہے قیمت کابل عے کشف الحاح ترجمہ اردو مالابدینہ از مولوی محمد نور الدین - ۱۰۴</p>	<p>مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین ہلوی مرحوم و حضور کابل چار جلد میں ہے جو حامل المثن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو میں اس مترجمہ میں اسما و الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے عے تحفۃ الاخیار ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - ۱۰۴ ترجمہ جامع ترمذی حامل المثن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف ذکر شیعری مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ حق مطبع محفوظ محمد و دین - لکھ</p>	<p>ایضاً فارسی تفسیر حسینی از ملا حسین و معظم متعارف مقابل پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا حسین ہروی در تصوف چار بلاکیشن</p>
<p>پہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ لاجاؤ پتر مسئلہ (۲) مسائل ثنائیہ (۳) صدوسی مسئلہ (۴) مناہج بدر گاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چیل مسائل مولفہ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام - ۱۰۰ شرح مختصر منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قدھاری - ۱۰۰</p>	<p>ایضاً عربی تیسرے الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی بنی معروف - ۱۰۰ دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسکا مترجمہ</p>	<p>ایضاً عربی تفسیر بی نقطہ فی مسہمی بیوالمع الالہام علم کے سر کالج لیجے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبرین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی نہر لست کیجے عجیب صنعت ہے بالکل بی نقطہ اسپر عجیب بلاخت و سلاست پھر میں را و خیر اور شرط و جزا کی صطلح بی نقطہ و عربی و فارسی کا نام بی نقطہ رواۃ کا ترجمہ بی نقطہ شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مختلف کا فخر زیبا و بیابھی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت</p>



دینے سے تیرے پیچھے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے پاروں کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب ووصال کے شاہد ہیں اور بن عطاء نے قولہ واذا سمعواکے معنی اشارہ میں کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے ان کے دل کے ہاتھ پاؤں قریب تھا کہ بول اٹھیں کہ ہم نے اس رسول کی رحمت کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہم گزنا ب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو ہوا کہ کلمہ شہادت بول اٹھے اور یہ جوش و غش و معرنت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ما عرفنا من الحق۔ اور شیخ استاذ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھیں کھلیں اور مقام تحقیق کو پہنچ کر جوش گریہ سے تسکین پائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْشَوْا قَوْمًا وَاللَّهُ لَعَنَهُمْ إِنْ كَانُوا لَا تَعْتَدُونَ وَلَا تَعْتَدُوا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ دَلِيلٌ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَكْبَرُ مِنْ كُلِّ بَاطِلٍ

اے ایمان والو! حرام مت ٹھہراؤ ستمہری چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال کر دیں اور حد سے بڑھو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا حد سے بڑھنے والے کو۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے دیئے سے حلال ستمہرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو۔

نزول اس کلام کا اس وقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر جن دنوں کے روزے جائز ہیں سب دن برابر روزہ رکھیں اور ہر شب تمام رات نماز میں قائم رہیں اور غورتوں سے نزدیک ہوں اور خوشبو کو نہ چھوئیں اور گوشت نہ کھاویں اور بچھوئے پر نہ سوئیں اور عبدالرزاق نے اس وقت کی جبیں حضرت علی بن عثمان بن مظعون و عبداللہ بن عمر و کاتب بن سعید اور معاہد بن عمرو و ابی بکر و علی بن مسعود و ابوذر و سلمان و سالم و معقل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن سواد و عبداللہ بن عمرو بن وقاص و ابوہریرہ و اسدی وغیرہ ازین تابعین رسلاً و شہدائی صحیحین۔ ابن کثیر نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے بن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق میں ہر پھر ان کے آداب راہوں کے مانند بیان کر کے کہا کہ نبی صلعم نے ان سے کہا کہ میں دوزخ سے بھی گھسا اور اذرا بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہوں اور غورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت کو زیادہ مجھ سے ہر اور جس نے میری سنت کو زیادہ مجھ سے نہیں ہر۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور صحیحین میں ہر کہ چند صحابہ نے حضرت ام المومنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادت کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کمان ہم اور کمان آنحضرت صلعم۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہر پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو یہ خبر ہوئی تو اپنے مانند حدیث مذکورہ بالا کے بیان فرمایا اور نیز ابن عباس سے ہر کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے اگر عرض کیا کہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے غورتوں کی خواہش ہوتی ہر اور میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تب یہ آیت نازل ہوئی رواہ الترمذی حسنہ و ابن جریر۔ (وقدر دی ہو تو فادرسلاً بالجملہ آتاہات ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزیں حرام کرنے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْشَوْا قَوْمًا وَاللَّهُ لَعَنَهُمْ إِنْ كَانُوا لَا تَعْتَدُونَ وَلَا تَعْتَدُوا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ دَلِيلٌ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَكْبَرُ مِنْ كُلِّ بَاطِلٍ نے تم پر حلال کر دی ہیں وہ اور بن جریر نے لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو جب لاشیا حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کر لینا روا نہیں ہے اور چونکہ خیر الہی ہر صحیح صلعم میں تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہر جائز نہیں اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہر پس قدرت کے وقت اچھے کپڑے دکھانا اچھوڑ کر وہی و خراب کی طرت رنج لانا اگر اس غرض سے ہو کہ تم قیمت سے جو بیچو وہ مساکین کو صدقہ کر کے تو بھی روا نہیں ہر کیونکہ اپنے نفس پر صرف کرنا مقدم ہے۔ قال الترمذی امین بعض نازل ہر۔ بالجملہ او تعالیٰ نے اس سے منع کیا کہ حلال میں سے لذیذ چیزوں و پاکیزہ کو اپنے اوپر حرام مت کر لو۔ وَلَا تَعْتَدُوا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ دَلِيلٌ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَكْبَرُ مِنْ كُلِّ بَاطِلٍ نے تم سے تجاؤزمت کر دی یعنی حکم الہی سے تجاؤزمت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْعٰتِدِيْنَ اللّٰهُ تَعَالٰی تجاؤز کرنے والوں کو دوست نہیں کہتا ہے وہ یعنی تجاؤز کر نیوالے محبوب بندے نہیں ہیں پھر حکم دیدیا کہ۔ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا اور کھاؤ اس چیز سے جو تم کو رزق دیا اللہ تعالیٰ نے حلال طیب کو وہ یعنی مرزوق میں سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کھجی حرام بھی ہوتا ہر بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہیں اور کھیت اور پریمان ہو چکی ہے اور منی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا

چنانچہ جب یہ تعالیٰ نصیب کرے تو اسکو کھاو اگر جی چاہے اور اپنے اور پر حرام مت کر لو۔ پس تقدیر کلام آنکہ کلو اخلالاً طیباً حال کو نہ تھا کلام تعالیٰ اور اعراب ظاہر ہے اور آئین
 دلیل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہے۔ پھر یہ وصیت کر دی کہ **وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ** اور اسی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھو جس پر تم ایمان لائے
 ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے منوعات سے تقویٰ رکھو پس بندہ بطبع و کلفت جب نواب کا مستوجب ہے کہ معارضہ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت ہے پس اگر کسی نے
 اگر تامل قطع کر دیا تو اس کو یہ مدح کرنا کہ واہ واہ یہ شخص زنا نہیں کرتا ہر محض مہل ہے کہ نہ کہ عصمت بی بی از بے چاوری ہے۔ کمال سوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا
 پھر خوف آئی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگوں کو سمجھایا آجھوں زبہ کے واسطے حلال کو حرام کر لیا
 تھا اور خارج ہو کہ بعض نے یہاں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کر لے تو اسی آیت سے منع ہے اور اگر حرام نہ کرے تو گزر نہ اختیار کرے اور نہ
 کماؤ سے تو مضا لقرہ نہیں ہے۔ لیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہیں کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھاوے چنانچہ معلوم ہو گا اور مولف
 فتح البیان نے دعویٰ کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس نے اپنے اور کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو اس پر حرام نہیں ہوتی اور اس پر کفارہ بھی لازم نہیں
 آتا ہے۔ اور ابو حنیفہ واحد و انکی اتباع کا قول ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے اگر تناول کرے۔ پھر کہا کہ یہ قول مخالفت اس آیت کے ہے اور مولف حدیث
 صحیحہ سے بھی خلاف ہے و قال المترجم اس آیت میں فقط اس امر سے ممانعت ہے کہ جو حلال ہیں ان میں سے اپنے اور کوئی چیز حرام نہ کر لو پس اگر وہ حرام نہیں ہو سکتی ہے
 تو ممانعت کس چیز سے ہے پس آیت کی کنی دینے ہی ہے جیسے اور امور میں نہیں ہے اور یہ مذہب نہیں ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہو جاتی ہے بلکہ بالاجماع حلال کو
 حرام سمجھنا کفر ہے جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اُسے اپنے اور پر ممنوع کر لیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آئیگا۔ پس مولف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا
 ہے جیسے اور کچھ صحیحین بلکہ یہ مولف مذکور کا نکتہ کلام ہے۔ شاید مولف مذکور کہ شریعہ پارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **کل الطعام کان حلالاً لینی اسرائیل الامام حرم**
اسرائیل علیٰ نفسہ من قبل ان تنزل التوراة الآیہ پس یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اور پر حرام کر لیا تھا اور نہ وہ اور ورنہ پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث
 نقیہ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مسروق نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے پس ان کے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص فرما ہٹ گیا پس عبداللہ نے
 فرمایا کہ قریب آکر کھالے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اپنے اور پر اسکو کھانا حرام کر لیا ہے پس عبداللہ نے فرمایا کہ قریب آکر کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔
یا ایہا الذین آمنوا اتقوا طیبات الآیہ رواہ ابن ابی حاتم۔ باسناد صحیح رواہ الحاکم من طریق جریر بن منصور و صحیحہ وقال علی شرطہ ائحین۔ قال ابن کثیر اور عبداللہ بن
 رواحہ کے یہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ کھروالون نے عبداللہ رواحہ کے انتظار میں مہمان کو اسوقت تک نہیں
 کھلایا ہے تو اپنی جورو سے کہا کہ تو نے میرے انتظار میں میرے مہمان کو کھانا نہیں دیا یہ کھانا بچھڑ حرام ہے پس جورو نے کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور مہمان نے کہا کہ وہ
 بچھڑ حرام ہے جب اُٹھوں نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کھالو کہ اللہ لعنکم اجمعین۔ بھڑی صلعم کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ تبارک اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔
یا ایہا الذین آمنوا اتقوا طیبات الآیہ۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر الصدیق کا قصہ اسکے شاہد آباہو اور اس میں امام شافعی وغیرہ ان علماء
 کی دلیل نکلتی ہے کہ جس نے عورتوں کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اور پر حرام کیا اس پر حرام نہیں ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ نبی صلعم نے
 اُس شخص کو جس نے اپنے اور پر گوشت حرام کر لیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہیں کیا اور کہا کہ دوسرے علماء جمہور سے امام احمد بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ جس نے
 کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اور پر حرام کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آدیکھا چنانچہ اگر اس نے قسم کے ساتھ ترک کر لیا تو کفارہ ہے اور اگر اُس نے
 خالی اپنے اور پر حرام کر لیا تو بھی جو اُس نے التزام کیا اس پر مواخذہ ہو گا اور اسی پر ابن عباس نے فتویٰ دیا ہے اور اسے ہی قولہ تعالیٰ **یا ایہا النبی لم تحرم ما حل اللہ**
لک الآیہ میں ظاہر ہے یعنی ماریہ قرطبہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اور پر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالیٰ نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی یہاں
 ہے کہ جو حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہے جس میں قسم کا کفارہ مذکور ہے۔ قال المترجم سدی سے جو درج صاحب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفصل

روایت ہے کہ اس میں ہے کہ قول لا تعدوا یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصی ہونے کا قصد کیا تھا ان کو نمانعت ہے کہ خصی ہوتا ہے اور یہی اعتقاد ہے پھر ان کو حکم کیا کہ اپنی قسموں کے کفارہ ادا کریں۔ رواہ ابن جریر بطولہ۔ واضح ہو کہ قولہ ولا تعدوا۔ میں شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اور حرام کرنے میں حد سے زیادہ تنگی مت کرو۔ اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہے جو اس امر کے قائل ہیں کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے نفسہ میں پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا چاہیے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام بخاری نے تعلقاً ابن عمر کا قول بھی ترک مباحات میں احتیاطاً کمال تقویٰ قرار دیا ہے اور یہی احتمال ہے کہ مراد ہو کہ حلال چیزوں کے لینے و تناول کرنے میں حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت و حاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلووا وشربووا ولا تسرفوا لایہ میں ہر حرف نال فی الناس قولہ یا ایہا الذین امنوا اتحوا طیبات ما احل اللہ لکم شیخ نے اشارہ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہنچ جاویں تو اپنے دلوں کو مجاہدہ میں مشغول کر کے مروہ نہ کریں کیونکہ مجاہدہ تو نفس کیلئے ہے اور قلب کے لئے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو نفس کا اس میں کچھ اثر نہیں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے ان خاص بندوں کو جو مقام انس و بسط تک پہنچے ہیں آگاہ فرمایا کہ جو کچھ ان پر ابتدائے حال میں جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ میں سے طیبات و لذائذ کو چھوڑیں وہ ان مقامات میں جائز نہیں کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ یہاں تو مجاہدہ نفس ہی لائق نہیں ہے اس واسطے کہ آپ تو وہ انس و نور تقارین کیلئے جاتے ہیں حاصل آنکہ ابتدائی حال میں نفس کے مجاہدہ کے واسطے ہمت ہی حلال لذیذ چیزیں بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہیں کہ اس ریاضت میں پورے ہون بھر جب تکمیل ہوگئی تو اپنے مجاہدہ نہیں رہا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کر دیکونکہ یہاں اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہوگئی ہے کونواری لکھی کہ اوامور نیست دیگر بیاباں بجا ہے پھر یہاں ہی گئی تو اسکو وہ سب جائز ہیں جو پہلے روانہ تھیں ایسے ہی شیوخ کو وہ چیزیں روا ہیں جو مردوں کو نہیں روا ہیں پس شیوخ عمدہ غذائیں وغیرہ پوشاک سب سب لگے باقی ہیں انتفاع حاصل کریں تاکہ وارداتِ جہد سے سوختہ نہ ہو جاویں۔ تو نہیں فرماتے کہ سبقتِ دل اس آیت کا یہ ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم مانع عثمان بن مظعون ابوبکر صدیق و علی بن ابی طالب علیہ السلام بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو۔ و ابو ذر غفاری سلمیٰ سلمیٰ و مغیرہ و مقارون بن الاسود و سلمان فارسی و معقل بن مقرن۔ کے اس امر پر متفق ہوئے کہ عورتیں خوشبو اور گوشت چھوڑ دیں اور ہمیشہ وزہ رکھنا اور ہمیشہ ات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین میں سفر کرتے پھرنا اور سب سے بچنا یعنی کہ نسل قطع کر دینا اور بالوں کا بالائے ترک دینا اختیار کریں پس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلعم نے ان کو فرمایا کہ البتہ تمہارے نفوس کا تم پر حق ہے پس وزہ بھی کھو اور زانہ بھی کر دو۔ اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ میں قیام بھی کرتا ہوں اور سونا بھی ہوں اور وزہ رکھتا اور افطار کرتا ہوں اور گوشت روغن اور بھی کھاتا ہوں اور عورتوں کو پاس بھی جاتا ہوں پس جو شخص کہ میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں ہے میں ظاہر کر دیا کہ جو لوگوں اہل مقاماتِ حال ہیں ان کو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہیں چاہیے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلووا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً۔ واضح ہو کہ حلال ہے جو عارف کو جو ان غیبی بدوں انسانی تکلیف کے پہنچ جائے اور طیب ہے جو اللہ تعالیٰ کے شوق میں اسکے دل کو قوت دے اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلاوے۔ سہل کرنے قولہ لا تحرموا میں کہا کہ یہ یوں ہے کہ نرمی کرے ان اسبابِ حاش کے ساتھ جن سے حصولِ ہر بدوں آنکہ جہد و جہد کرے اور نفس اس طرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہ ہو اور گردن اٹھا اٹھا کر تاک لگا لگائے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہیں کہ ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ جو سبب کمائی کا ہے اس کو خوبی سے طلب کے تہ میں حالانکہ حقیقت وہ اس رزق کو سبب حقیقی عزوجل ہی سے لیتے ہیں یعنی ان کی نظر ان اسباب پر نہیں ہوتی ہے کیونکہ کمال ہی ہے کہ باوجود امتحان اسباب کے نظر کو ٹھیک کئے بغیر بعض نے کہا کہ رزق آبی جو جگہ روزی کیا ہے وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزو مند نہ گردن اٹھانے کے جگہ ملا تمہیں حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے جگہ سکون ہوا اور اس کے تناول سے تیرا دل خوش ہوا۔ شیخ استاذ نے فرمایا کہ منجملان چیزوں کے جبکہ لذیذات میں سے مباح فرمایا ایک یہ ہے کہ خلوت میں نسیم فریب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یوں ہے کہ لوگوں سے محالطت کر کے یہ حالت بدل ڈالے بدوں آنکہ عزائم اختیار کرے اور یہی خواہی عظیم ہے اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات الخ میں فرمایا اور قولہ کلووا مما رزقکم اللہ کے معنی میں کہا کہ حلال وہ کھانا ہے کہ جو شہود کی حالت میں کھادے

نے وہی قول اختیار کیا جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بدون قصد کے لاواشہ و بلے و اشکنا لغو قسم ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اگر وہ داخل قسم ہو تو عرصہ ہر پس
 مواخذہ ہونے کے معنی کہ کفارہ لازم ہوگا و لیکن ممنوع ہے۔ اور قول ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہے کہ کسی کو غالب گمان یہ ہے کہ بات یوں ہی ہے پس اس نے
 کہا کہ بلے اللہ یا اسکو غالب گمان ہے کہ یوں نہیں ہے تو اس نے کہا کہ لاواشہ۔ اور اس تقدیر پر عرصہ نہیں لازم آتا ہے بالجملہ لغو کفارہ نہیں ہے۔ لکن یواضعین کہ
 بما عقدتہم الايمان ولو لیکن اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کر گیا اس قسم پر جو تم نے معقود کی وف واضح ہو کہ عقد تم بفتحہ تاف بدون تشدید کے حمزہ و کسائی والیکر
 کی قرآنہ ہر اور باتوں کی قرآنہ میں متشدد برفاق ہر اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عاقلم روایت کی۔ حاصل آنکہ لغو کفارہ نہیں ہے لیکن جس پر تم عقدین
 کرو اسکے مقابلہ میں مواخذہ ہر پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر پر یمن غموس جو تیسری قسم ہے وہ بھی آئین داخل ہوگی اور
 معنی یمن غموس کے یہ ہیں کہ کوئی بات گزری ہوئی ہے اسپر جان بوجھ کر اس کے برخلاف قسم کھائی مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپے دیئے ہیں اور
 بچھڑتا ہے پھر اس نے قسم کھائی کہ نہیں دئے ہیں تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد ریت ہر لہذا کفارہ لازم ہوگا اور ہی امام شافعی کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ
 وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الايمان کے یہ معنی ہیں کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اس کو پورا کرنے پر عزم مصمم ہوا اور یہ بات یمن غموس میں ہونیں سکتی ہر پس یمن غموس آئین
 داخل نہیں ہے و مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یمن غموس ایک قسم زور ہے کہ زور بوجھوٹ کیساتھ پس قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لادیتا ہے اور وہ
 معقود نہیں اور نہ اسپر کفارہ ہے اور ہی جہو علماء سلف و خلف کا قول ہے اور شافعی نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہے کیونکہ لکتب نقیث و معقود بخیر و مقرون باسم اللہ تعالیٰ ہے
 لیکن قول جہو علماء راغوز ہر اور حنفی حدیثین کہ قسم کا کفارہ دینے میں ہر اور میں سب اس قسم معقود کی طرف راجع ہیں اور یمن غموس کی طرف کوئی بھی راجع نہیں بلکہ یمن
 غموس میں سوائے سخت و عید کے اور کچھ نہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ یمن غموس یا یمن الزور بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے جس کو ایمان میں سے والا ظاہر فرمایا اور ہی مذہب
 امام ابو حنیفہ کا ہے فلکذا دتہ پس کفارہ قسم جب جھوٹ ہو جائے یعنی وہ قسم توڑے تب کفارہ ہے و لیکن لفظ یمن مؤنث ہے پس ضمیر اسکی طرف راجع ہونا چاہیہ
 کہ شیخ عسکری وغیرہ نے کہا ہے یمن یعنی حلف ہے اور بعض نے کہا کہ ماموولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ کفارہ فلکذا یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چہنیں چنان
 ہے اور ہی زرخشی نے مقدم کیا اور ہی ادلی ہے پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے اطعام عشاء مصلیٰ من اوسطہ ما تطعمون
 اھلیہ کہ کھانا دینا و مس مسکینوں کو اوسط اس چیز سے کہ کھلاتے ہو تم اس سے اپنے اہل و عیال کو ف یعنی نا اعلیٰ درجہ کا ہوا ورنہ ادنیٰ درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال
 میں ہو پھر طعام میں آیا کھلانا ضرور ہر یا ان کو مباح کر دینا بھی کافی ہے اور کھلانے میں ایک وقت ہو یا دونوں وقت اور مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مسکین
 کوئی ہوں یا اسی شہر و اے ہوں جہاں کا قسم کھانے والا ہے جواب آنکہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے و شافعی کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے
 میں دونوں وقت کھلاوے تب داہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہا اصحاب ائمۃ الفتویٰ کا یہی قول ہے اور حسن بصری رحمہ بن حنیفہ سے روایت ہے کہ ایک ہی وقت
 کافی ہے پھر یہ بھرے چاہے جس قدر ہو اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع کہوں یا چھوہارے کا دیوے اور ہی قول حضرت عمر و علی و عائشہ و جابر
 و سعید و جہو ابراہیم و ابو مالک وغیرہ کا ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ گہوں سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے
 ابن عباس سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گہوں کا ایک مد دیوے اور اس کے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے روکھانہ دیوے۔ اور ہی ابن عمرو زید بن ثابت
 و سعید بن السید و جابر و عطاء و عکرمہ و جابر بن یزید و قاسم و سالم و زہری و ابو سلمہ و سلیمان بن بسیر و حسن بن محمد بن سیرین سے مروی ہے اور شافعی نے
 کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مد سے ایک مد ہر مسکین کو دیوے و لیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہیں کہا اور امام احمد نے کہا کہ گہوں سے ایک مد دیوے اور دیگر طعام سے دو
 مد دیوے پھر شرط نہیں کہ مسکین اسی شہر کے ہوں بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پانا ہو اس کو کھلاوے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہیں
 ہے جیسے کپڑے ہیں۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا اذکسوا نھم یعنی یاد مسکینوں کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوتہ کس قدر ہر تو مفسر نے بنا بر

نہایت شفیق کہ اس کا اس قدر ہر جو کسوۃ یعنی لباس اکلانا ہوا نہ تھیں وہ عامہ و ازاد یعنی تہ بند کے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ اس قدر مراد ہے کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔ اور مالک احمد نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اس قدر دینا ضرور ہے کہ جس میں نماز صحیح ہو جاتی ہے مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اس کے لائق ہو دئے اور برابر ہر مسکین نے کہا کہ جامع کپڑا ہونا نہ دوانی و چادر کے اور فقط کراؤ کرتی اور ہنسی کے مانند ان کے نزدیک جامع نہیں اور کافی نہیں ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو دس دیکھنا متفرق دیا تو جائز ہے اور ایک ہی دفعہ دینا بالاتفاق نہیں جائز ہے اس واسطے کہ فرق منصوص ہے پھر تیسری بات بیان کی بقولہ آؤ تخریر و تفریق تیرا آزاد کرنا ایک دہ کاغذ خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں تو مفسر سیوطی نے کہا کہ مسلمان پر وہ شرط ہے کہ یہاں اگرچہ مطلق پر وہ مذکور ہے کوئی خصوصیت مسلمان کی نہیں لیکن کفار و کفارہ قتل میں مسلمان ہونے کی قید منصوص ہے پس یہاں کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہے۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہے چاہے کافر پر وہ آزاد کرے تو کافی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے **فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فِصْبًا مُمْسِكًا تَرَآتَاهُ يَحْرَمُ** نے نہ پایا تو روزے میں ان کے ف اسکا کفارہ ہے جبکہ طعام و لباس پر وہ میں سے کوئی نہ پائے پس اس میں اتفاق ہے کہ اگر اشیا مذکورہ بالا میں سے کوئی نہ پائے تب تین دن کے روزے کافی ہیں۔ اب ہا یہ کہ تین دن پے درپے ہوں یا چاہے متفرق تین روزہ روزہ رکھے پس مفسر سیوطی نے بنا بر قول امام شافعی کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہے کہ پے درپے ہونا شرط نہیں ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ کا و احرم و ثوری نے اسکو شرط کیا بسبب اس کے کہ حضرت ابن مسعود کی قرآن میں فصیام ثلثہ ایام متتابعات آیا ہے اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرآن منقول ہے اور یہ قرآن الہی مشہور ہے کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر حسب معنی زیادت کرنا روا ہے یعنی اس قرآن کی دلیل سے فصیام ثلثہ ایام کے جو مطلق ہی پے درپے فراد ہونے کے معنی لئے جائیں گے اگر کہا جائے کہ قضائے رمضان کے مسئلہ میں تم کیوں پے درپے معتبر نہیں کہتے حالانکہ اس میں بھی ابی بن کعب کی قرآن فقہاء میں ایام اخر متتابعات مروی ہے تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہیں بلکہ شاذ ہے اور شافعی نے جواب دیا کہ قرآن ابن مسعود کی سنوٹ ہے یعنی پہلے تابع کی قید تھی پھر سنوٹ ہوئی اور ظاہر اس آیت کو ٹھہرایا جو واقفینی نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ پہلے زول ہوا فصیام ثلثہ ایام متتابعات پھر ساقط ہوا متتابعات۔ پس ظاہر اس سے یہ ہے کہ حکم تلاوت دونوں سنوٹ ہوئے پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنا بر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک قرآن پر عمل واجب اور بعض کے نزدیک نہیں ہا ہر تو ان کی طرف سے ہی جواب ہے لیکن ان پر وہ ہونا ہے کہ چور کا دایان ہاتھ کاٹنے میں قرآن ابن مسعود یعنی قاطعوا ایمانہما سے حجت پر ہی حالانکہ شاذ ہے پھر ان کے جواب میں یہی کہا جائیگا کہ قرآن ابن مسعود کی مشہور ہے اگرچہ متواتر نہ ہو لیکن اسکے اثبات میں اشکال ہے اور اولی جواب یہ ہے کہ روایت پہلی از عائشہ جو سنوٹ قرار دیا ہے نسخ کے معنی میں حکم نہیں باوجودیکہ نسخ آخری درجہ رکھتا ہے جب تک فاق مکن ہے نسخ مروج ہو گا پس قرآن ابن مسعود کی طرف اسکو راجع کرنا بطریق تادل کے متعین ہو اور بعد میں قرآن تابع کے وہ حجت ہے اور اولی علم۔ اور ابن کثیر نے لکھا کہ امام شافعی نے کتاب الام میں ایک مقام پر یہ بھی منصوص کر دیا کہ ان دونوں میں پے درپے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حنیفہ حنا بلکہ کا قول ہے اور ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثہ ایام متتابعات پڑھتے تھے یہ وہ ابو العالیہ بن ابی بن کعب حکایا مجاہد و الشعمی ابو اسحق عن عبد اللہ بن مسعود اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور غمش نے کہا کہ ابن مسعود کے شاگرد ہی قرآن پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیر یہ قرآن اگرچہ متواتر ثابت نہ تو ہے اس سے کہ نہیں کہ خبر واحد یا تفسیر واحد یا تفسیر صحابہ سے ہے اور وہ فرغ کے حکم میں ہوتی ہے پھر ان مردو یہ کی روایت ابن عباس نے ذکر کی کہ اس آیت کے نزول پر خذیفہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ خنار میں فرمایا کہ ان تو عمارت پر چاہے بردہ آزاد کرادو اور چاہے کپڑا دیدے اور چاہے کھانا کھلانے اور جو اسکو نہ پاوے تو وہ پے درپے تین روزے رکھے قال حدیث غریب جدا۔ ذلک کا اشارہ ان کو ہے کہ اسکی طرف ہر اسی واسطے ملک نہیں فرمایا اگرچہ ہو سکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کر کے کہا گیا کہ حرف قرآن مجید میں جہاں قرآن بصیغہ مذکر و مؤنث میں اختلاف ہوتو معنی کی راہ سے اگرچہ دونوں بن سکتے ہوں لیکن مذکورہ لاج ہر چنانچہ یہاں باوجودیکہ تک کا اشارہ ان اشیا کی طرف اظہر تھا کہ ذلک یا بتاویل نہ کہ ذلک لکن ذلک اور کفارۃ ایما انکم اذا حلفتم

یہ چونکہ وہ عموماً تمہاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ یعنی جب کہ قسم کھاؤ اور ایمین حانت ہو جاؤ۔ بائین طور کہ تم سے پوری نہ ہو سکے خواہ اپنے اختیار سے ہو کہ اور توڑو خواہ بطلان گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر بعد انہیں پڑھی تو حانت ہو اور یہ حرام ہے بالیقین اجازت شرعی کے مثلاً کسی ازنیہ کے گنہگار نے قسم کھائی جیسے کہا کہ ظہر کی دو سنتیں کہیں نہیں پڑھوں گا تو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑے اور اگر بجائے دوست کے نفل کہی ہو تو قسم توڑنا مستحب تھا اور اگر فرض واجب کی ہو تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت میں قسم توڑنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف عمدتاً اجازت شرعی توڑنے کے کہ اس میں گناہ گار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسی اسطے فرمایا۔ **وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ** اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی ف اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہیں بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ اسی قسم کے بارہ میں ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگوں کے درمیان اصلاح و درستی کرنے پر ہو ورنہ اس کا توڑنا مباح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورہ بقرہ کی آیت میں اسی قسم توڑنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے۔ **كَلِمَاتٍ بَيْنَ يَدَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ لَكُمُ الْيَهُودُ وَالنَّسَارَةُ** یہی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نفع کیلئے اپنے احکام کو لے گا کہ تم اس نعت پر شکر گزاری کرو ف اگر سب نے حکم الہی پر عمل کیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اس میں تمہیں ہر کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول محبت و رضائے الہی و درستی اخلاق ہر جس سے زندگانی دائمی حاصل ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ہوگی کہ جس میں یہ اوصاف ہوں نہ تدریر۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْكَارُ حَيْثُ مَزَعَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا وَأَعْلَمُ كُمْ

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جو اادبت اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے سوان سے بچتے رہو شاید **تُفْلِحُونَ** لہذا میرے بڑے شیطان ان توقع بینکے **الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصْلُحُ كَعَزْزِ كِرِ اللَّهِ وَ**

تمہارا بھلا ہو شیطان بھی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بے شراب سے اور جوئے سے اور وہ کے تمہارا اللہ کی یاد سے **عَزِيزُ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحْسِنُوا فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلُوا إِنَّمَا عَلَّمْنَا لَعْنَةَ الْبَلِغِ الْمِيَانِ**

اور نماز سے بھرا تم باز آؤ گے۔ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم چھو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا مذہب ہی ہے پورا نیا کھل کے اور پکے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شریعت نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اس کے حفاظت کی تاکید ہر اور شراب سے جو بددماغی ہوتی ہے وہ کسی حفاظت کو باقی نہیں رکھتی حتی کہ کلام اللہ تعالیٰ بھی بھول جاتا ہے پس بعد از غیب اس امر کے کہ شرع جو بیان ہوں ان کو نعمت غیر ستر قبہ سمجھ کر دل و جان سے عزیز کر لو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْأَلُوا عَنِ الْوَفِّ** کہا گیا خطاب مومنوں کو سبب ان کے مطیع ہونے کے ہو ورنہ ذمی و کافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہیں اور یہ مسئلہ فرغ ہے اس صل کی کہ کافرون کو ایمان و فرغ مسائل و دونوں سے خطاب ہے یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے ان پر فرغ احکام لازم ہوں گے اور فائدہ اس اختلاف کا ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان میں کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ مہل نہیں کھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اسپر اس دن روزہ رکھنا پھر ہوتا پس بنا بر قول اول کے پانی دینا کر وہ ہوگا اگرچہ وہاں کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنا بر قول دوم کے نہیں کر وہ ہو اور ہی قول علما خفیف ہے چنانچہ بیان بھی مومنوں کو خطاب کیا کہ **إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْكَارُ حَيْثُ مَزَعَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا** خمر اور قمار اور بت اور قمار تو سب غیبت پلید شیطان کے کام ہیں سو تم اس جس سے پرہیز کرو ف پھر ان میں سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے۔ واضح ہو کہ مفسرین نے اس طرح نے کہا کہ خمر و نشہ کی چیزیں عقل کو مفلور کرتے اور صحیح یہ کہ بیوش ہو جانا شرط نہیں ہے صحیح یہ کہ فقط انکو سے ہونے پر منحصر نہیں بلکہ چھوہارے سے وانگور و شہد و دیگر کثرت اقسام کی شراب ہوتی ہے مگر ہم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک خمر مخصوص فقط انکو یا مع خمر یعنی چھوہارہ ہے اور باقی بذریعہ نص حدیث کے

بعض نے نہیں چھوڑا پھر نازل ہوا۔ قولہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون الآتية پس بعض نے چھوڑا اور کچھ باقی رہے جنہوں نے نماز کے وقت اس کے سوائے وقتوں میں بیٹا باقی رکھا یا تک کہ یہ آیت اتری۔ انما الخمر والمیسر الانصاب لآتية پس بالکل حرام ہو گئی اور اس کی حرمت میں جو تشدید آگئی ہے وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہیں اور چند وجوہ اور پر نکور ہونے اور احادیث صحیحہ میں اس کے پینے والے بلکہ لانے والے دیکھنے والے واعانت کرنا اسے پرستی حتیٰ کہ دس پر ہر دو وعید شدید آئی ہے جیسا کہ ذکر عین الہدایہ میں ہے۔ بالکل اس کے کبیرہ گناہ ہے اور مسلمانوں کے سب فرقتاً سب اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ حرام ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا کہ اسے پروردگار ہمارے واسطے مکر کے بارہ میں بیان شافی بھیج دے پس سورہ بقرہ کی آیت ایستنبطوا عن الخمر والمیسر فلہما اتم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمر کو بلا کر انکو سنائی گئی عمر نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے مکر کے بارہ میں بیان شافی بھیج دے پھر سورہ نسا کی آیت لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سكارى نازل ہوئی پس آنحضرت صلی علیہ وسلم کا منادی بروقت ہی علی الصلوٰۃ کے پکارا کہ شخص شراب سے نشہ میں ہو وہ نماز کے پاس نہ آئے پھر بلا کر انکو سنائی گئی تو عمر نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارے میں بیان شافی بھیج دے پس سورہ مائدہ کی آیت انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی پس عمر کو بلا کر انکو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ نزل استم منتمون تک پہنچے تو عمر نے کہا کہ اے پروردگار تم ہاتھ دے ہم باز رہے۔ رواہ احمد والبوداؤد والنسائی والترمذی وصحیحہ ابو علی بن الدہبی۔ اور واضح رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انکو سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہے اور صحیحین میں عمر بن الخطاب سے ثابت ہے کہ انہوں نے منبر خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا نازل ہوا اور خمر پانچ چیزوں سے تھی۔ ایک نگر سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے۔ چہارم کیوں سے اور پنجم جو سے اور چھوہارے سے جو خام عقل ہو قال الترمذی آخر کا جملہ اس امر کا بیان ہے کہ خمر ان پانچ چیزوں سے مخصوص نہیں بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی فحاشت کرے وہ خمر و حرام ہے اور یہ فقہار کے نزدیک بالاتفاق ہے اور خلاف ابو حنیفہ یعنی قطعی ظنی ہے پس انہیں ہے کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پئے اور گمان کرے کہ اس قدر سے فحاشت نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے کسی مقدار پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ خمر ہی حرام ہے اور کلمہ اس میں ہے حدیث ہے کہ ہر مسکر حرام ہے۔ پھر واضح ہو کہ مسکر کے مانند خمر بھی حرام ہے یعنی جسکے استعمال سے سبب تمذیر کے ہو اس میں احتمال ہو جاتا ہے جیسے ایفون بنگ غیرہ کیونکہ سنن البوداؤد میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ہر مسکر و ہر خمر سے نہی فرمائی ہے اور اسناد اس حدیث کی حسن محبت ہے اور نہی سے مراد تمہر ہے بقرہ عطف مسکر کے اور نہی سے التعمیر وغیرہ میں بس الخشاش یعنی ایفون کے کروہ بخبری ہونے کا قومی مخصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عرف کیا نہ چھوڑے تو یہ کہہ کرے توئی کرنے تک کہ بھوٹ جائے عفو ہے اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ ہی ابن حجر نے قومی یا۔ کافی الشامی اور تحریم خمر و اس کی وعید و مذمت میں بہت کثرت سے احادیث میں جنہیں سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے تفسیر میں وارد کیا ہے اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ تو صحیح اسی آیت کریمہ کی ہیں پس اس قدر تفسیر کافی ہے تاکہ آیت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اس کو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر الانصاب والالزام جس میں عمل الشیطان ناجتنبوہ۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدہ ثواب فرمایا بقولہ لعلکم تفلحون تاکہ تم فلاح پاؤں اور نجات جہان اور تعالیٰ عزوجل کی طرف سے آیا ہو وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرے وہ حاکم کیوں نہیں ہو وہ ضرور فلاح پاوے گی پھر ان کے مقابلہ میں یہی و آخری کی طرف اشارہ کیا بقولہ انما یرید الشیطان ان یوقع بئیکم العداۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں سے تمہارے درمیان عداوت دیکھ دے یعنی جب تم شراب پیو گے اور جو اھیلوگے تو شیطان تم میں عداوت و بغض ڈالے گا کیونکہ ان دونوں سے طرح طرح کے فتنہ و شر پیدا ہوتے ہیں پس ان دونوں کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دُورادین حاصل ہیں ایک یہ کہ تم میں عداوت و بغض ڈلوادے اور دوم کو موقع پر عطف کر کے بیان فرمایا۔ دَیْصَدَّكُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ اور یہ کہ باز رکھے تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے و جبکہ تم شراب پیو

وجہ سے میں مشغول ہوں اور خاص کر کے یاد آتی نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوٰۃ و غیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب اس کے کہ جملہ افعال خیرین سے یہ دونوں سبب میں سے بڑے اور دائمی ہیں پھر تاکیدی فرمائی بقولہ **فَلَا تَنْتَهُوا عَنْهُنَّ** پس جملہ تم باز رہنے والے ہوں اور یہ استفہام لفظ میں ہے اور مراد یہ کہ پھر تم باز رہو ان دونوں کے کرنے سے اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں گذرا کہ حضرت عمر نے جواب دیا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل میں ہے مضمون وایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں لوگ شراب کی دعوت میں تھے اور میں ہی سب کو بلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم کے منادی سے سنا کہ لوگو خیر دار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہو گئی پس قسم ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کی کہ پھر کسی نے شراب کو منہ نہ لگایا اور ابو طلحہ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی میں بہا لے۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کو چہرین شراب بہتی تھی پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے شراب کی فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اسکی قیمت معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی فرمایا کہ شراب کو بچکر اسکے دام کھانا حرام ہیں اور بخاری وغیرہ میں حدیث سے ثابت ہے کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہے اور اگر سرکہ سرکہ ہو جائے تو وہ ہے لیکن فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہے اور تمام سبب عین الہدایہ للترجمین میں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکید کی بقولہ **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحِذُوا** اور اللہ تعالیٰ ورسول کی طاعت کو دہر بہر کھوف نافرمانی و جملہ معاصی کے ارتکاب سے۔ **فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ يَحْزَنْهُمُ اللَّهُ وَيَعْلَمُ اللَّهُ مَا يَفْعَلُ بِالْمُتَكِبِينَ** طاعت سے نواقلاً **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحِذُوا** اور اللہ تعالیٰ ورسول کی طاعت کو دہر بہر کھوف پر یہی لازم ہے کہ تم کو کھلا بیان ہو پنجادے ف اور تم کو بدلا دینا ہمارے اختیار میں ہے یعنی مانو گے تو سزا پاؤ گے جیسے مانو گے تو ثواب حاصل ملیگا اور دنیا چند روزہ ہے اور آخرت باقی و دائم ہر ف **فِي الْعُرْسِ** حبیب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے لطف انعام سے بقولہ **وَكَلِّمُوا مَن يَزُكُّمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا** سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی اطاعت رسول علیہ السلام کی طاعت فرما کر داری کا حکم دیا تاکہ ان کو آداب درگاہ و علامات عبودیت و خدمت کے تعلیم سے آراستہ فرما دے اور ایک دم کی مخالفت سے بھی تنذیر فرمائی بقولہ **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحِذُوا** پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اسکے ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی حلاوت و محبت سے ہے اور خدا اس طرح کہ قدم کے جو اوصاف میں ان کے ساتھ کسی وقت معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور اوج کو منازل اجلال میں چھوٹ کرے اور حاصل آنکہ معاملات میں مستقیم ہو اور ان معاملات پر نظر رکھے اور ان کے عوض و ثواب پر نظر رکھے سے بچتا کہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشابہہ سے محبت ہو۔ **قَالَ** المترجم بہت سے اکابر نے تصحیح کر دی ہے کہ عمل نیک کے ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہے تب تک عبادت میں خلوص ہوگا لیکن معنی یہ ہیں کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال ہے اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب محبت یا نجات جنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہے کہ رضائے حق عزوجل مراد ہو اور نیت حذر کو واسطے کہ طاعت آئی یا طاعت رسول میں کوئی ریا پوشیدہ ہے یعنی طاعت خدا و رسول میں ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہے اور ایک قسم کی سچیدہ و خفیہ یا کاری ہوتی ہے وہ بھی نہ آنے پائے اور طاعت رسول میں کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کر کہ طاعت بجالانے میں تمہارے نفوس کو کراہت ہو بلکہ عین محبت اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انایت کے دعویٰ سے خارج ہو کر سوزش عشق کے مرتبہ پر پہنچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ ربوبیت کے وصف سے مصف ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار میں آیا ہے کہ المخلصون علی خطر عظیم جو اخلاص لے لے رہیں وہ بڑے خطرہ میں پڑے رہتے ہیں اور نیز یہ وجہ ہے کہ وہ ان قدم میں حدت کا فتنہ پایا جاتا ہے اور فنا ہونیوالا جو حقیقت حادثہ ہے کہ وہ اس گمان غلط میں پڑ جاتا ہے کہ مگر ازل کی کاشیہ سودا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یمن بکرا اللہ الا لقم الخاسرین اور واسطی نے اس آیت میں کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال میں اہل نہیں ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت میں بدرج ہو جائے آداب اسی میں ہے

کہ موافقات پر قائم رہے اور جہاں تک جب کبھی سراپٹنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قدر خوف لہی بڑھتا جاوے قال لیسر حجم عظمت جلال الہی غیر متناہی ہر
 لیکن پردہ پنہاں سے خواب غفلت ہر جیسے علم کی انتہا نہیں ہر پس حسب علم من کمال ہوتا جاوے اسقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جاوے جیگا اور یہی
 علامت علم ہر ایسے ہی حسب علم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائے گی اسقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیکے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ
 نے بندگان کرام کی شان میں فرمایا وہم جن شیتہ رہم مشفقون یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھر تھرتے رہتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ انا اختلک اللہ یعنی
 تم میں سے زیادہ خوف لہی عروج مل چھپر طاری ہر کمانی لاصحیح فانہم اور نیزہ خذ کرنے کے معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کر و کیونکہ ایسا کرینگے
 تو درجہ کمال سے گر جاوے گے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر نہیں گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْحَسَنِينَ

نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو

شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ برابر بن غازی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جھوٹا
 نے ان کو حرام ہونے سے پہلے پیاتے تباہل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا لآتہ رواہ ابو داؤد الطیالسی والترمذی قال حسن صحیح اور بہت ہی روایت
 ابن عباس میں ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابو بکر البزازی کی روایت جا بڑھ میں ہے کہ ہونے ایسا کہا تھا واسناد اسکی صحیح ہے لیکن
 غریب اور روایت احمد ابن عباس میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے ان ساتھیوں کا کیا حال ہوگا جو دم گئے حالانکہ اسکو پیتے تھے
 اور بخاری نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ احد کے روز صبح لکھا ہے رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے ہی ورس کے
 سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ و قد رواہ ابو بکر البزازی ایضا مترجم کہتا ہے کہ تو فیق ان روایات میں یہ ہے کہ ہونے اور یہودی منافقین
 نے مومنوں پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلعم سے بھی دریافت کیا تباہل ہوا۔ قولہ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصَّالِحَاتِ
 جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا۔ کچھ بھی گناہ نہیں ان بندوں پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ایسی چیز میں جو انھیں نے کھائی ہوں و پس اس میں لیس حرف سلب
 و باکلی نفی کو مقدم کر کے تشبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت میں جناح نکرہ داخل کیا جس سے عمومًا بالکل ہر گناہ کے نفی ہوگی یعنی اس کے
 متعلق بالکل کوئی گناہ نہیں ہر اور طعم کا استعمال کھانے میں ہر اور پینے کی چیز میں بھی آتا ہے جسے فرمایا۔ من لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پئے گا
 وہ میرے گروہ سے ہے پھر ظاہر یہ ہے کہ سب لے پنہاں سوال خمر کا تھا لیکن جو اب عام ہر چنانچہ مفسر سوطی نے کہا۔ اے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل تحریم یعنی حرام
 ہوئے پہلے جو کچھ انھوں نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے
 حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہر پس حکم اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو کرے تو ثواب ہر خواہ بروقت داعی موجود ہو نیکیے باز رہنے سے ثواب ہر باعتراف مصمم ہر
 ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد رکھے لیکن حد سے تجاوز کر گیا بسبب نفس و شیطان کے
 غلبہ کے وہ فاسق ہے پس حد تک اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا تب تک جس نے اس کو کھایا یا سہ گناہ نہیں۔ اذاتہ اتقوا جبکہ انھوں نے تقویٰ کیا۔
 و ان چیزوں سے جو حرام کی گئیں اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا باہرین طوع کہ حکم الہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ باہرین یہ
 طرف کچھ تفصیل حکم کے لئے نہیں ہر تاکہ اس سے استدلال کیا جاوے کہ مباحات شرعی مانند دروغ وغیرہ کے بوجہ تقویٰ منہ سے ہی شرط پر طلال ہر نہ ہر کہ

۱۴

میں بادونوں جا جس طرح اوتعالیٰ چاہے۔ پھر اسکے بعد علی العموم حالت احرام میں شکار مارنے سے منع فرمایا بقولہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْتُلُوا
 الصَّیْدَ الَّذِیْ فِیْہِ حَیْۃٌ مِّمَّ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ اَسَ اِیْمَانُ الْوَعْدِ شَکْرًا لِّمَا رُوِّدَ عَلَیْکُمْ لَنْ تَحْمِلُوْهُ اَسَ اِیْمَانُ الْوَعْدِ شَکْرًا لِّمَا رُوِّدَ عَلَیْکُمْ لَنْ تَحْمِلُوْهُ
 حالت میں مت شکار مارو۔ اور صید ہر جانور جو حسی ہو اگرچہ کھایا نہ جائے جیسے شیر ہے اور ایک جماعت علماء نے حاصل کسی کو صید کہا جو کھایا جائے۔ اول
 فقہ حنفیہ پر دو مختار شافعیہ بدلیل حدیث جابرؓ کہ ایک نے جابرؓ سے پوچھا کہ کیا فصیح بھی صید ہے فرمایا کہ ہاں۔ تو کہا میں اسکو کھاؤں۔ فرمایا کہ ہاں۔ تو
 کہا اپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا کہ ہاں (ابوداؤد و الترمذی وغیرہ) پس عرب اسی جانور کو صید کہتے جو کھایا جائے پھر صید عام
 ہے خشکی کے جانور ہوں یا تری کے لیکن آگے کی آیت میں نصرت موجود ہے لہذا صید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہیں و حسی کے صید عام ہے چنانچہ ابن کثیر
 نے ذکر کیا کہ براہ معنی کے یہ لفظ عام شامل ہر جانور ان شکار کو جو کھائے جاتے ہیں اور جو نہیں کھائے جاتے ہیں اور جو مالک غیر مالکوں سے پیدا ہوتے ہیں لیکن
 شافعی کے نزدیک جمیع خشکی کے جانور نہیں کھائے جاتے ہیں انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہے کیونکہ صید نہیں ہیں اور جو علماء نے کہا کہ نہیں بلکہ ان کو
 قتل کرنا بھی حرام ہے اور اس میں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں سوائے پانچ جانوروں کے جو صحیحین کی حدیث ام المومنین عائشہؓ میں مذکور ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ
 جانور فاسق ہیں ان کو صلح حرم میں قتل کرنا اور وہ غراب، چیل، و بچھو اور چہا اور کلب عقور ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مصرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے
 فرمایا کہ پانچ جانور ہیں جن کے قتل کرنے میں احرام باندھے ہوئے آدمی پر کچھ گناہ نہیں اور وہ غراب، چیل، بچھو، چہا اور کلب عقور ہے۔ روا البخاری و مسلم ایضاً۔ اور ابن کثیر
 نے کہا کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ پھر سنا ہے کہ کیا حکم ہے تو فرمایا کہ اسکے قتل کے جانے میں کچھ شک نہیں ہے اور اس میں اختلاف نہیں اور مصرح ہے کہ اس نے
 کی روایت حضرت عائشہؓ میں لیون ہے کہ پانچ جانور ہیں جنکو حرم قتل کرنا سزا ہے چیل، غراب، بچھو اور کلب عقور۔ اسی روایت سے بعض نے استدلال کیا کہ
 غراب یعنی کوسے سے مراد وہ کوا ہے جو ابقع ہو یعنی اُس کے پیٹ پر سپیدی ہوتی ہے اور کالا کوا اسپید کوا مراد نہیں ہے لیکن جو بونے کہا کہ سب مراد ہیں کیونکہ
 روایت صحیحین میں لفظ عام ہے غراب ابقع بھی داخل ہے پس اس سے تخصیص نہیں ہو سکتی ہے پھر کلب عقور کے معنی کہا گیا۔ اور مانند امام مالک رحمہ اللہ کے بعض علماء
 نے کلب عقور میں بھیر یا وسیا گوشت چھینا و شیر درندے شامل کیے ہیں کیونکہ کلب عقور کا ذکر زائد ہوتا ہے۔ اور زید بن سلم بن سفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ
 ان سب ندوں کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے اس حدیث عقبہ سے سنیاس کیا کہ آنحضرت صلعم نے عقبہ بن ابی اسفح بن بدو عاکی تھی کہ
 اسے پروردگار اسپر اپنے کلاب میں سے ایک کلب کو مسلط کرے پھر اس کا انجام یہ ہو کہ مقام زرقا میں اسکو بھیر سے بچھا ڈالے۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اسوائے
 اُنکے لوٹری سیاہی وغیرہ کو مارا تو اسکا فدیہ پنا پڑیگا پھر ان پانچوں کے ساتھ ان کے پیچھے بھی لاحق کے گئے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ غیر مالکوں کا قتل وار کھتے ہیں تو اُنکے
 نزدیک بچھو ڈے و بڑے میں کچھ فرق نہیں ہے اور فقط نہ کھایا جانا اُنکے نزدیک علت جامعہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ حرم کو روا ہے کہ کلب عقور کو قتل کر ڈالے اور
 بھیر سے کو بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی کلب بری ہے اور اگر ان دونوں کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اس کا فدیہ دو بونے لیکن اگر کسی درندے نے اسپر حملہ کیا اور اُس نے
 قتل کر ڈالا تو اسپر کچھ فدیہ نہیں ہے اور یہی قول اوزاعی و حسن بن صالح کا ہے۔ اور شیخ زفر رحمہ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندوں کے قتل کی اجازت و صورت
 حملہ آور ہونے کے ہے لیکن اسکا فدیہ پنا پڑیگا۔ پھر واضح ہے کہ اس مخالفت میں مرد و عورتیں سب شامل ہیں کیونکہ حرم دونوں پر بولا جاتا ہے چنانچہ جل جلالہ اور امر آتہ
 حرام۔ پس عورت پر بھی اسکی پابندی لازم ہے۔ اور احترام الرجل یعنی زمین حرم میں داخل ہو اور حرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل میں ہو جو وہ پھر جو لوگ
 کہ حرم میں ہیں خواہ وہ زمین رہتے ہیں یا وہاں چلے جا دیں وہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں اگرچہ احرام باندھے نہ ہوں اور بعض نے کہا کہ آیت کہ میم ہی سے دونوں مراد
 ہیں حاصل آنکہ زمین حرم کا جانور تو مطلقاً شکار سے ممنوع ہے خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہ ہو اور زمین حل کا جانور جو حالت احرام میں شکار کرنا منع ہے اور جب احرام میں
 نہ ہو تو شکار کر سکتا ہے پھر جسے حالت احرام میں شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار مارا تو اسکی سر زمین بیان فرمائی۔ وَحَنْ قَتَلَهُ وَحْتًا مِّمَّ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ اَسَ اِیْمَانُ الْوَعْدِ شَکْرًا لِّمَا رُوِّدَ

نیر

چو باؤن میں سے کون جانور ہے چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے وعرف نے نعمانہ شکار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے تمام کو احرام میں قتل کر ڈالا ہے تو ابن عباس و عمر بن خطاب نے حکم دیا کہ اس کا ذریعہ مشابہ ایک بدنہ ہو رواہ ابن ابی شیبہ اور تیل گائے اور جنگلی گدھے کے عوض میں ابن عباس و ابی عبیدہ بن الجراح نے باؤ گائے کا حکم دیا اور ابن عمر و عبدالرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالک رحمہ اللہ اور ابن عباس و عمر بن الخطاب وغیرہ نے کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر حرم سے پانی پینے میں بکری مشابہ کبوتر کے ہے۔ قال المترجم یہ سب سی قول جہود کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی مشابہت ہے اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ کے منی یہ ہوں گے۔ کہ دو عادل مرد اس مثل منوی کا یعنی قیمت کا حکم کریں لیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہو تو کوئی شک نہیں کہ بقول شیخ ابن کثیر کے اس کو لینا ادنیٰ ہوگا اگرچہ قول ابو حنیفہ آسان اور اس مانہ کے موافق ہے۔ بسبب انکہ اہل عدل بصیرت کم یاب ہو گئے لیکن عمل ممکن ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ علاوہ برین در صورت عدم مثل کے قیمت اس کا مثل ضروری لیا گیا ہو جیسا کہ معلوم ہوا بالحدیث بقول شیخ ابن کثیر کے دو صورت مثل ہو سکے صورت کا مشابہ لینا ادنیٰ ہے اور وہ ہے کہ قیمت لے لی جائے خواہ اس کے عوض کوئی جانور چوپایہ لائق قربانی کے خریداجائے یا نہ خریداجاوے پھر بیان فرمایا کہ مثل لیکر کعبہ کو پہنچایا جاوے چنانچہ کہا۔ **هَذَا يَبْلُغُ الْكَعْبَةَ** ترجمہ درحالیکہ وہی ہو جو کعبہ کو پہنچانے میں ہدیہ یا مصلحت یعنی مفعول حال ہے جزا سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیہ ہے۔ قال المفسر بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ مثل لیکر حرم میں پہنچایا جاوے اور وہاں ذبح کیا جاوے اور وہین کے مسکینوں کو صدقہ بانٹ دیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے کہ جن مقام پر اس نے شکار قتل کیا ہے وہیں ذبح کیا جاوے اور بالغ الکعبۃ کو نصب سوجہ سے کہ ہدیہ کی صفت ہو اور اگر یہ وہم ہو کہ ہدیہ نکرہ ہے اور بالغ الکعبۃ میں بالغ کو معرفت باللام کی طرف اضافت ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جس سے معرفت نہیں ہوتا پس نکرہ ہوا تو صفت نکرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ میں سے پایا جائے اور اگر اس کا مثل نہ پایا جائے جیسے مثلا اگر گریٹا کو مارا یا بیڑی مار ڈالی تو ایسی صورت میں اس کی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہاں دو مقام باقی رہے اول نکرہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہے وہ ہم پر لازم ہے یا نہیں اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم میں سے ایک ہو سکتا ہے یا نہیں پس توضیح مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہے اور دو عادل فقط اس مثل کے حکم کرنے کو ہیں حتیٰ کہ اگر دونوں نے کسی غیر مثل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر ہی ہے کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کریں اور انھوں نے ویسے واقعہ میں سلف کا کوئی حکم لیا تو اس کی مطابقت لازمی نہیں ہے اگرچہ بعض جہت سے اوئی ہوگا کیونکہ مثل کے ریافت میں ایک بصیرت ضرور ہے جیسے کہ وہین کی فراست کی بابت حدیث آئی ہے کہ وہ نور آئی سے دیکھتا ہے اور ہمیں شک نہیں کہ وہ لوگ اس نور بصیرت و تیز بین اعلیٰ واقعہ میں لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دست رحمت ہے اور امام مالک ابو حنیفہ کا قول ہے کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلوں سے حکم لینا واجب ہے خواہ ویسے واقعہ میں صحابہ سے کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کما ذکرہ ابن کثیر۔ تو توضیح مقام دوم آنکہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس امام مالک وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے صید کو قتل کیا وہ مثل کی واسطے خود ایک حکم نہیں ہو سکتا اور نہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کر سکتا ہے اور ایک ہی واقعہ میں ایک شخص خود حاکم و محکوم نہیں ہو سکتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا کہ ان ہو سکتا ہے اور اول اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ **اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ** یا کفارہ طعام مساکین ہے یعنی مثل سے یا اسپر کفارہ واجب ہے یعنی جو جزا اور مذکور ہوئی اس کا غیر یہ کفارہ ہے چاہے اس کو دیدے اگرچہ اس کو جزائے مذکور پر بھی دسترس ہو یعنی حرف و بیان ترتیب کی واسطے نہیں ہے جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول ہے لیکن مفسر سبوطی کے نزدیک مختار قول دوم شافعی ہے کہ حرف و بیان ترتیب کے واسطے ہے پس مجرم کو اختیار ہے چاہے جزائے مذکور یعنی مثل از چہارہ پایہ دیدے اور چاہے اس کو نہ دے بلکہ کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہے اور یہی قول امام مالک ابو حنیفہ وان کے دونوں شاگردوں کا اور مشہور قول امام احمد کا ہے۔ پھر اسکی صورت میں اختلاف ہے

پس برابر سے منجھی حاد بن ابی سیمان ابو حنیفہ و صاحبین مالک ہم اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہے اسکی قیمت اندازہ کر کے اتنے کا اناج خریدے اور شافعی کے نزدیک اس کے مثل جو پایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کر کے اس کا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اس واسطے کہی کہ اس کے مثل جزاء تو فرضی ہو موجود نہیں ہوتا کہ اسی کی قیمت کہی جاوے باکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے انج خریدے ہاں یہ البتہ بیان ہونا چاہیے کہ ہر مسکین کو کس قدر دیوے تو مفسر سوطی نے بیان کر دیا کہ ہر مسکین کو ایک مد دیوے اور یہ قول امام شافعی امام مالک فقہاء حجاز کے نزدیک ہے اور یہی ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور ابو حنیفہ و ان کے اصحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مد دیوے اور یہی مجاہد کا قول ہے اور امام احمد نے کہا کہ گھون ہوں تو ایک مد دیوے اور دوسرا اناج ہو تو دو مد دیوے لکھا ذکرہ ابن کثیر اور درک بن امام ابو حنیفہ کا قول یہ نقل کیا کہ گھون سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے پھر مفسر نے کہا کہ ایک قرآنہ بین کفارہ مصناف ہر طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیان یہ ہے پس معنی ہی ہے جو قرآنہ اولیٰ کے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرا اختیار کیا بقولہ اَوْعَدَلْ ذٰلِكَ صَيًّا لِّمَآءِ عِنِّي يَاسِرِي وَاجِبٌ بِرَّكَهٍ بَرَّاسٍ طَعَامٌ كَرْدِزِ رُكْحَفِ مَسْكِينِ كَعَوْضِ اَيْكَةِ وَرَهْ رُكْحَفِ اَكْرَجِبِ اسكو طعام لینے کی سترس ہوں حرف آوا وسطے تخریس کے ہے اور ترتیب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پھر ہر شہد کے نزدیک جس قدر اناج ایک مسکین کو دینا چاہیے۔ اسکی عوض ایک روزہ ہے۔ بالجملہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ کہ گھون سے یا اور اناج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جائے اس میں جس قدر مسکین کا حساب ہوتا ہو بجائے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج نہ ہو جو ایک مسکین کا پورا نہ ہوتا ہو تو اس قدر صدقہ کر دے یا اسکے عوض روزہ رکھے اور پوری تفصیل فقہ میں مذکور ہے پھر جزا مشروع ہونے کا سبب فرمایا لِيَنْدُقَ وَبَالَ اَمْرٍ لَّا تَاكُلُ اَبْنَةُ امِّكَ مِنْ طَعَامِ اَبْنَتِكَ لِيَتَكَلَّفَ مَذْكُورٌ اَسْبَابَ وَاجِبٌ هُوَ اَسْلَمَ لَمْ يَكُنْ يَكْفِي بَحَارِي بِدَلَايَةِ اس کا جو اس نے کیا ہے۔ اور ذوق اگر چہ چھیننے کی چیزوں کے واسطے ہو لیکن بیان مستعار ہے بمعنی مشقت اٹھانے کے اور اسکے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تشبیہ کر اور وبال کے معنی قاموس میں بوجھ و سختی و شدت کے مذکور ہیں اور طعام وہیل وہ کھانا جو قتل ہو پس نفس نے جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اس کے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو جزا اندازہ دیا گیا۔ پھر اس میں اختلاف ہے سائینا کو کھانا کمان دیوے تو امام شافعی نے کہا کہ حرم میں دیوے اور یہی حضرت عطاء کا قول ہے اور حضرت مجاہد نے کہا کہ جہاں شکار مارا ہے یا اس سے جو گاؤں آبادی زیادہ قریب ہو وہاں دیوے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ چاہے حرم میں دیوے اور چاہے اس میں اور دیوے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا اللہ تعالیٰ نے عفو کیا عطاء سے روایت ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور صحیح یہ ہے کہ جو مفسر نے کہا کہ شکار مارنا حرام ہونے سے پہلے جس نے صید کو قتل کیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے عفو فرمایا۔ وَمَنْ عَادَ فَيَسْتَفِمْ اللّٰهُ مِنْهُ اَوْ جُلُوثًا اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْ مِنْ اَنْتِقَامِ لِيَكْفِ اَيْ جُو بَعْدِ حَرَامِ ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کرے اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ مُّبِيتٌ اَيْ اللّٰهُ تَعَالٰى اِسْمُ اَبْنِ اَمْرٍ مِّنْ غَالِبِ اَوْ جُو نَافَر مَانِي كَرَسِ اَسْ مِنْ اَنْتِقَامِ لِيْنِ وَالَا هِ اَنْتِقَامِ بَعْضِ نَعْمَا كَمْ مَعْنٰى يَرْهِنُ كَمْ جَوْشَنُ بَعْدَ اَسْ بِيَانِ تَحْرِيْمِ كَمْ كَمْ شَرِكَا كَوْ قَتْلِ كَرْ يَكَا۔ تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس سے انتقام لے گا یعنی اسکو عذاب یگا اور فقط کفارہ سے معاف نہ ہو گا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہے کہ وہ اس کفارہ مذکورہ کے واسطے ماخوذ ہو گا۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن جریر نے حضرت عطاء سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہے تو فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ آپ کے نزدیک امام مسلمین پر واجب ہے کہ اس کو سزا دیوے فرمایا کہ نہیں یہ تو اُس نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ ایک گناہ کیا ہے لیکن اسکو ذیہ دینا پڑے گا۔ رواہ ابن جریر۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو کفارہ میں ماخوذ کر کے انتقام لے گا۔ اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہے۔ پھر جو سلف خلف کا یہ قول ہے کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اس کفارہ واجب ہو گا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرری بار واقع ہو اور خواہ عمدہ ہو یا خطأ ہو۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جس نے خطا سے احرام میں شکار کو قتل کیا تو جنتی بار اس سے واقع ہو رہا و عا دل حکم کرین اور وہ جزا

دلوں سے اور اگر اُس نے عمد آئیسا کیا تو ایک بار ایسا کیا جائے گا اور اگر دوبارہ عمد کیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لے لیا اور یہی حکم اللہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریر نے روایت کیا اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو اختیار کیا ہے اور ابو المعالی نے حسن بھری سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام میں عمد اُٹھا کر کیا تو اُس سے درگزر کی گئی پھر اُس نے دوبارہ ہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اُتری اُس نے اُس شخص کو جلا دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم و واضح رہے کہ یہ تنبیہ عمدہ تھی و لیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہیں اور یہ زیادہ سخت ہے کہ چھوڑے جاویں آخرت کیلئے کہ وہ عذاب شدید ہے۔ اگر کہا جائے کہ انتقام الہی کے بعد دنیا میں اسپر جزا کیوں ہو تو جواب یہ کہ عمد اُٹھانے کی بیباکی اور نافرمانی کی سزا میں یہ وعید ہے اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اُسکے عوض میں جزا مذکور ہے پس عمد مذکورہ اسپر جزا مذکور واجب ہونے سے مانع نہیں ہے پھر یہ شبلی کے شرکاء کی واسطے مذکور ہوا رہا میان شرکاء دریا کی توفریا

أَحِلَّ لَكُمُ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيْرَةِ وَخَيْرُ مَا ذَكَرْتُمْ حَرَامًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي
 حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اُس کا کھانا فائدے کو تمہارے اور مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو احرام میں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس
 إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْأَهْدَىٰ وَالْفَلَاحِشَ
 جمع ہو گئے اللہ نے کیا ہے کعبہ و گھر بزرگی کا ٹھہرا لوگوں کے واسطے اور صیبت بزرگی کا اور ستر بانی نجائی اور نگین لکھن
 ذَاتَ لَعْنَةٍ مَّا عَلَّمَ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
 ایسا کرنا یا اس واسطے کہ سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ ہر چیز سے دانستہ ہے جان رکھو کہ اللہ کی بارگاہِ رحمت ہے
 الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر میں کر دے اور جو چھپا کر۔
 اَحِلَّ لَكُمْ فِي الْبَحْرِ مِمَّا صِيدَ الْبَحْرِ حَرَامًا مِمَّا صِيدَ الْبَحْرِ حَرَامًا مِمَّا صِيدَ الْبَحْرِ حَرَامًا مِمَّا صِيدَ الْبَحْرِ حَرَامًا
 ہے اور مراد اس سے یہ کہ دریا کی شکار کو صید کر کے اس کو کھانا تم کو حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد نہیں کہ شکار رکھ لینا حلال ہے کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا
 تو مباح ہے اور مراد بحر سے یہاں ہر وہ چیز ہے جس میں دریا کی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اُس کا پانی میٹھا ہو یا
 کھاری ہو۔ اور ظاہر ہے کہ سمندر و دریا تو مخصوص ہے اور نہر و تالاب کے دریا کی شکار اس سے ملحق کئے گئے ہیں صید البحر کی تعریف مفسر سوطی نے یہ
 بیان کی کہ جو سوائے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند ٹھیلی کے پس گیلٹ اور غیر ایسے نہیں ہیں کیونکہ بحر و دریا دونوں جگہ جیتے رہتے ہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ
 دریا کی رہ جانور قرار دینے جاوے جو پانی ہی میں نہ رہتے ہیں اور وہ میں اٹھے بچے دیتے ہیں اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک ہ
 کہ سوائے پانی کے اور جگہ زندہ نہیں رہتے ہیں اور دوم وہ کہ پانی میں بھی جیتے ہیں اور خشکی میں بھی زندہ رہتے ہیں پس مفسر نے صید البحر انھیں جانور
 کو قرار دیا جو اول میں قطعاً اور طعام البحر حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہے جس کو مہر اکتارے پھینکدے۔ اور یہ تفسیر حضرت احمد و ابن عمرو
 ابن عباس و ابو ہریرہ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ اور ابن عباس سے ایک روایت میں سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہوا
 کہ طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو یا صید البحر جو تازہ ہو اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اس کا نمک و دیگر نباتات میں اور زخمی نے
 کثرت میں کہا کہ صید البحر وہ جانور ہے جو دریا سے شکار کئے جائیں خواہ وہ کھائے جائیں یا نہ کھائے جاوے۔ پس اَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ مِمَّا صِيدَ الْبَحْرِ حَرَامًا
 جانور کو شکار کرنا تم کو حلال ہے پھر فرمایا و طعام البحر یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہے جو اُس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ

تم تکا کرو اس سے نفع حاصل کرنا مکحول اور حلال کیا گیا اور تمہارے واسطے آسمن سے کھانے کے جانور دن کو کھانا حلال ہوا۔ اور وہ فقط مچھلی ہے انتہی کلامہ اور تفسیر نیابرت قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے کہ دریائی جانور دن میں سے فقط مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی کہ مردار ہو کر اتر اوسے وہ بھی حلال نہیں ہے اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر میں کلام سید بیان کیا جسکی تخصیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مراد ہوا کنارے پھینکا کے مشہور روایت ابن عباس سے اور یہی ابو بکر الصدیق و زید بن ثابت و عبداللہ بن عمر و ابو الیوب انصاری رضی اللہ عنہم و عکرمہ و ابوسلمہ و نخعی و حسن بصری سے مروی ہے۔ وعن الصدیق طعام البحر حسب جوارحہم ہے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال المصنف ہم منقطع۔ اور ابن جریر نے ہی اخبار کیا کہ طعام البحر جو آسمن مر جاوے وعن ابی ہریرہ مرفوعاً و موقوفاً طعام البحر جسکو وہ مراد ہوا پھینکا کے۔ قوله مناعاً لکم وللسیارة یعنی یہ حلال کر دینا تمہارے واسطے و مسافروں کو واسطے تمتع ہے۔ کہ تم حاضر ہونے کی حالت میں اس سے کھاؤ اور سفر میں مسافر لوگ اس سے زاد راہ لیویں۔ سیارۃ جمع سیار یعنی سیر کرنے والے مسافر لوگ۔ ابن کثیر نے کہا کہ جو وہ علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بجانب ساحل روانہ کیا اور انہر ابو عبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور میں بھی انہیں میں سے تھا پس تم لوگ وادہ ہوئے پھر راہ میں ہماتے زاد راہ فنا ہوئے یعنی زاد راہ نہ رہا پس ابو عبیدہ نے تمام لشکر کو زاد راہ جمع کرنے کا حکم دیا وہ دو روزہ چھو بارے نکلا پھر ہر روز وہ ہم کو پھوڑا تھوڑا دیتے یہاں تک کہ وہ بھی ہو چکا اور ہم کو ایک ایک چھو بارہ ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہنچے تو ناگاہ ہم ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہیں کنارے پڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا پھر ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ اسکی دو سپلیان کھڑی کی گئیں پھر اونٹ پر کجاہہ باز دھنے کا حکم دیا اور اسکے پیچھے سے روانہ کیا تو وہ گزر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں کسی طرق سے جابر سے مروی ہے اور بعض روایت میں ہے کہ کنارے پر پانچ بڑے بھاری تو وہ دیکھے تھا پھر فریب ہو چکا ہم نے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ نے مردار قرار دیا پھر لوجہ اضطراب کے اسکو کھانے کا حکم دیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس سے زاد راہ لائے تھے اور جب مدینہ پہنچ کر حضرت صلعم سے بیان کیا تو اپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا اور آسمن سے کچھ تمہارے پاس موجود ہو تو تم کو بھی کھلاؤ و پس ہم نے کچھ گوشت بھیجا تو اپنے آسمن سے کھایا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کیساتھ تھے پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر اپنے ابو عبیدہ کو سردار کر کے ایک کلمہ اعلیٰ رکھ کر روانہ کر دیا۔ اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر میں سفر کر کے تھے بن اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہیں سو اگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہ جاتے ہیں بھلا سمندر کے پانی سے وضو کریں تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طہر ہے اور اس کا مردار حلال ہے یہاں اہل الشافعی نے اٹھارہ سن سن صحیح البخاری الترمذی ابن خزیمہ ابن جریر وغیرہم اور اسی آیت سے مع دلالت احادیث بعض فقہانے دریائی کل جانور دن کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثنائے نہیں کیا اور بعض نے کھوے و ہنگام کو مستثنیٰ کیا اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ جو دریا میں مر جاوے وہ خشکی کے مرتے ہوئے کے مانند نہ کھائی جائے گی بسبب معلوم قولہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتہ اور ہر فقہانے حدیث شریفہ مذکور و حدیث ابو ہریرہ مذکور وغیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطی نے حدیث ابو ہریرہ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات میں سے شمار کیا ہے۔ وخرم علیکم صید البوقادہ مذکور معنی خشکی کے شکار کو حالت احرام میں شکار کرنا ہر حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام میں ہو و اور بری صیود وہ میں جو خشکی میں جیتے ہیں اور منسہر صیود علی رحمۃ اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہوں جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی کا مذہب ہے اور جوہر علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہوں یا نہ کھائے جاتے ہوں سب کا شکار حالت احرام میں ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال سے نہ کھائے جاتے ہوں سب کا شکار حالت احرام میں ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال سے

شکار کیا ہو تو حرام ہو سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد میں صریح ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و مالک و شافعی و احمد کا مذہب ہے اور توضیح کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ اصطیاد بجات احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے پس اگر عمداً حرام نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دینے اور حرام پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق میں یہ شکار مثل مردار کے ہے اب رہا یہ کہ دوسرے لوگوں کے حق میں کیا حکم ہے تو امام مالک ابو حنیفہ رحمہ اور بنا بریکی از دو قول شافعی وہ ہر دو سرون کے حق میں بھی مردار ہے خواہ وہ حرام ہوں یا حلال ہوں اور یہی قول عطاء و سالم و قاسم و ابو یوسف و محمد بن الحسن و غیر صحابہ اور اگر حرام یا حلال نے اس میں سے کچھ کھایا تو اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اسپر حرام لازم آئے گی اور عطار ح سے مروی ہے کہ اگر ذبح کر کے کھایا ہو تو اسپر و حرام لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانیوالے پر حرام نہ ہونگی اور یہ امام مالک نے صریح کہا ہے اور ابن عبد البر نے کہا کہ جمہور علماء و فقہار کا یہی قول ہے لہذا اس آیت کے لفظی معنی سے بھڑکا مارے جانے سے پہلے اور دو ایک بار و ملی کرنی تو اسپر ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ کچھ اُس نے کھایا یا اسکی قیمت اسپر لازم آئیگی اور یہ قول حسن واصوب ہے اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور حرام کو بد بھیجا تو بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ مطلقاً مباح ہے خواہ حلال نے اس کے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ابن عبد البر نے یہی قول حضرت عمر بن الخطاب ابو ہریرہ و زبیر بن العوام و کعب احبار و مجاہد و عطاء فی روایت اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور یہی فقہار کوفہ کا مذہب ہے لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ سے اسکے خلاف پایا ہے۔ قال اور ابو ہریرہ سے سوال کیا کہ تم صید کو حلال نے شکار کیا اسکو حرام کھاؤ سے تو فتویٰ دیا کہ ہاں کھاؤ پھر عمر بن الخطاب نے اپنا یہی فتویٰ دینا بیان کیا تو عمر نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سوائے اور فتویٰ دیتا تو میں تیرے سر کو دکھ پونچانا۔ رواہ ابن جریر بن طریق سعید بن السبب عنہ۔ قال مترجم لم یصح سعید روایتہ عن عمر بن الخطاب عنہ۔ اور دوسرے فقہار نے کہا کہ حرام کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم آیت کریمہ کے اور ابن عباس ابن عمر سے مروی ہے کہ دونوں نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البر رحمہ نے کہا کہ یہی قول طاؤس جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے۔ کہ رواہ ابن جریر بن طریق ابن السبب عنہ و مالک و شافعی رحمہ و احمد و حنفی نے اور جوہر نے کہا کہ اگر حلال نے شکار کرنے میں یہ قصد کیا کہ فلاں حرام کو واسطے شکار کرتا ہے تو حرام کو کھانا روا نہیں ہے۔ بسبب حدیث صعب بن جہامہ کے کہ حارثی بدیہ بھیجا اور حضرت صلعم مقام البواہرین یا وادان میں تھے پس اپنے رد کر دیا پھر جب صعب بن جہامہ کے چہرے سے لال دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے اسی جہ سے اسکو قبول نہیں کیا کہ ہم حرام میں اور یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے پس ان فقہار نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اُس نے ہمارے ہی واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار میں حرام کا قصد نہ کیا ہو تو حرام کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابو قتادہ کے کہ حارثی شکار کیا اور ساتھی احرام میں تھے انھوں نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو اپنے فرمایا کہ بھلا تم میں سے کسی نے اسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہیں تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور خود بھی اس میں سے کھایا اور یہ حدیث صحیحین میں ہے۔ قال مترجم یہی مذہب ابو حنیفہ رحمہ ہے۔ قال اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن جنظیل زبیر رضی اللہ عنہم فرماتا ہے کہ شکاری کا شکار دھا لیکر حرام ہو چھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود شکار کیا ہو اور نہ چھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و الشافعی و السنذی۔ یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے و لیکن ترمذی نے کہا کہ مطلب کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہیں ہو اور کبھی اس کی تقویب کی جاتی ہے۔ اشرع ان سے کہ وہ مقام عرج میں تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ انھوں نے کہا کہ آپ کیوں نہیں کھاتے ہیں تو فرمایا کہ میرا تمہارا کیسا حال نہیں ہے۔ یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہے۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحیح میں توفیق ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے لیکن معلوم ہو کہ حلال نے جس حرام کے لئے شکار کیا اسپر مردار ہے اور باقیدن پر حلال ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا پھر اوعالی نے بندوں کو مخالفت احکام سے بہرہ گیری پر تاکید فرمائی یقولہ۔ **وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْشَوْنَ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی** سے جبکی یہ شان ہے کہ اسی کی طرف

تو ان کے دین دنیا دونوں کیواسطے نہایت خوبی و بھلائی ہے لیکن لوگوں نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مقہور ہوئے کیونکہ شیطان نصرہ مستقیم سے سیرا کیا اور طریقہ جو میں لاکر خوار کیا نفوذ بائند من ذلک فتدبر - **إِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ** جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے یعنی کفو شرک انکار و خلاف کرنے والوں کے حق میں - **وَإِنَّ اللَّهَ فَخُورٌ حَسِيمٌ** اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے یعنی فرمانبرداری و طاعت و ایمان لانیوالوں کے حق میں - **مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ** اور رسول پر کچھ نہیں مگر کھلا حکم پہنچا دینا ہے یعنی تم کو حکم آئی پہنچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہے **وَاللَّهُ يُعَلِّمُ مَا تُبْدُونَ** اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ جو اعمال تم کھلے کھلے کرتے ہو - **وَمَا تَكْتُمُونَ** اور تم جو اعمال کہ لوگوں سے چھپے کرتے ہو وہ پس تمہارے اعمال کی تم کو جزا دیگا اگر اچھے ہیں تو ثواب اور اگر بُرے ہیں تو عذاب دیگا - اس میں سخت تہدید ہے اور عہدہ وعدہ ہے بفسخ نے لوگوں سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی ہے - واضح ہو کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیے اور لوگوں سے چھپانے میں نجات نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو اس طرح کیا کہ لوگوں پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونوں عذاب ہو اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض گناہوں کو مخفی فرما دیگا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار کیا پھر فرما دے گا میں نے دنیا میں تجھ پر پوشیدہ کر دیا اور آج تجھے عفو کرتا ہوں (الصحيح) اور حدیث میں ہے کہ بدکار فاحش بدتر شخص ہے (من الصحاح) **فَعَسَى** میں ہے کہ تو کہ جمل اللعقبۃ البیت الحرم قیام اللناس کے معنی ظاہر میں ایک مکان پھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی آیات سے روشن اور توصیفات کے پر تو سے سنو فرمایا ہے پس وہ ان الوارک اور اک کیلئے آئینہ ہے اسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہیں ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اسکے فیض سے پاکیزہ ہو کر مکمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمیٰ و کبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ارکان حج کے ہر موقع میں ان کو صفات کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیروں کی نظر میں اس سے محروم ہیں اسی واسطے وہ ممنوع ہیں اور کعبہ کو بیت الحرم بنایا اور وہ عالم کیواسطے جو ہنرہ ایک شخص کے ہے قلب مقرر کیا اور عارفوں کی نظر میں اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہیں جیسے موسیٰ کو کوہ طور سے اور عیسیٰ کو معیصہ سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو کعبہ عظمیٰ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہیں جو آیا ہے کہ ہاں اللہ من بینا وراستعلن بساعیر و اشرق من جبال فاران - اللہ تعالیٰ سینار سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا - فاران جبال مکہ میں اور یہ قول انجیل وغیرہ کتاب نبیاریں ہے - اسی طرح قلب عارف بھی قبلہ مشاہدہ ہے اور وہ ہر تصور و خیال اعتبار سے ممنوع ہو کر محل نظر قدسی ہو جاتا ہے پس اس کے آثار جلال عارفوں کے ہرے سے ظاہر ہوتے ہیں - شبلی نے کہا کہ چشمہ ہر آدمی کا امام کعبہ ہے اور قلب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہے - بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرم باین معنی کہ اسکے جو اہل میں مخالفت کرنا سخت حرام ہے قال المسترحم کعبہ میں جس طرح نیکیوں کا ثواب ایک لاکھ تک زاد ہے یعنی اس کثرت سے ثواب میں ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرنے میں بھی ہان اسے کثرت سے عذاب آتا ہے - اور بعض نے کہا کہ وہاں بھی حرام ہے بندے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عزوجل پر نظر رکھے اور بعض نے قولہ قیام اللناس سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب ارتکاب معصیت کے رنج اور طیش ہا ہو گیا ہو جب وہ اگر کعبہ عظمیٰ سے اپٹ جائے اور قلبی تسلی اس سے پیدا کرے تو ان الوارک کی برکت سے قیام یعنی مستقیم ہو جائے گا - اگر کہاجاد سے کہ ہزاروں کروڑوں خانہ کعبہ سے محروم ہیں اور ہزاروں جا کر کوئے آتے ہیں تم صرف ٹھوڑے لوگ ہو جو اسلام کی خوبی و شرک کی مرغوبی کا دعویٰ کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہے کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہیں - جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلین کا خود ہی رد کر دیا جو شیطان بنڈے ہو کر اندھے ہوئے ہیں

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَفْقَهُونَ

تو کہہ دو برہنہ گندہ اور پاک اگر تجھ کو غش لگے گندے کی بہتیت سو ڈرتے رہو اللہ سے اسے عقلمندوں - شاید تمہارا بھلا ہو -

قُلْ لَا يَسْتَوِي كُفْرًا مِنْكُمْ بِرَبِّكُمْ وَمَنْ يَتَّبِعْ أَهْلَ عِلْمٍ فَسُيَّرْ لَهُ سَبِيلٌ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ
 آدینوں میں ہونے کا کفر یکساں نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک دراصل صلاحات کیساتھ اور اچھی باتوں اور بری باتوں برابر نہیں بلکہ جس چیز میں
 نسبت ہو اور جو چیز طیب ہے وہ دونوں مساوی نہیں ہیں بلکہ طیب ہی نسبت اور خبیث خرابیہ اور اچھٹا کثرت الخبیث اگرچہ کثرت سے غلبہ ہوتی
 یعنی اگرچہ نظر میں جو خبیث تر ہو سبب کثرت کے بجائے بھلی نظر آوے یا کثرت سے اس سے غلبہ ہو کہ خبیث میں اس قدر کثرت ہو کہ اس کے مقابلہ میں خوب پاکیزہ بہت کم
 میں کیونکہ قلت و کثرت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ خبیث و پاکیزگی کا اعتبار ہے چنانچہ اصل معنی اگر کم میں تو کثرت اس کی کثرت کی وجہ سے ان سے اچھے نہیں ہو سکتے
 ہیں اور اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر خلقت میں یہ بات جاری ہو چکی ہے کہ بھلے کم ہوں گے اور جبرے بہت ہو گئے اور نفس و جسم اور نے خبیث
 کو حرام سے اور طیب کو حلال سے تفسیر فرمایا اور یہ تخصیص نظر سلیق ہے ورنہ اعتبار تمام لفظ کا ہے اور وہی یہاں اور اہ حکم کے متعین ہے پھر انجیل میں خطاب
 ہر ایسے شخص کو ہے جو بہت رخصت کی لیاقت رکھتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ علی العموم ہر شخص مخاطب کو خطاب ہے اگرچہ اس سے عبرت و نصیحت اسی شخص کو
 حاصل ہوگی جو عقل و ذرا فی رکھتا ہے اسی سے فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لِنَاكُمْ فِيكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ اور ان کے کثیر سے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے
 بنیوں کو آگاہ فرمایا کہ خبیث و طیب اس کے نزدیک برابر نہیں یعنی قلیل حلال یا فاعل نسبت کثیر حرام کے بہتر ہے چنانچہ خبر میں آیا کہ ماقل و کفی خیر ما کثر والی
 یعنی قلیل جو کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو بہت ہو اور او میں ڈال دے۔ اور نبوی رحمہ اللہ نے اپنے کلمہ میں اپنی اسناد کے ساتھ ابوالامر سے روایت کی کہ
 قلبہ من جالبے کہا کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال سے تو فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے اچھا ہے جس کی تجھے طاقت
 نہ ہو۔ بلکہ طیب پر غلبہ اور خبیث پر تخذیر ہے اور اس آیت میں اہل عقل و ایمان کیلئے دو سوئے شیطان سے کافی تنبیہ ہے کہ دنیا میں ان کے سامنے
 یہ نظر عیب و پیکار اہل کفر و ضلالت میں جو دنیا سے طہیر ہو کر راستہ میں بہت دنیاوی عروج میں کثرت سے ہوں گے بس کبھی اپنے نور ایمان سے متزلزل
 نہ ہو کہ اگر اسلام میں ہوتا تو یہ دنیا سوار نے واپس لے لیا کیونکہ نہ مانتے ہیں اس آیت سے تنبیہ حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا سے ملعونہ کو انہیں لوگوں کو
 دیکھا جو ملعون ہیں ان کا جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے سب طاعتیں فرج کیں تو صرف عدل و حق پھیلا یا اور دنیاوی حصہ کچھ نہ لیا چنانچہ ان کا زہد و تقویٰ تمام متواترات
 روایت میں ماثور ہے فاستقم و اللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ پھر واضح ہو کہ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں کرید کر کے اپنے اوپر سختی کرے بلکہ نرمی کیساتھ
 حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے انصاف تعالیٰ نے اپنے عادل بندوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو سوال پوچھ کر مسائل سے منع فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ وہ شخص
 بدتر ہے کہ اسکے پوچھنے سے کوئی چیز حرام کر دی گئی حالانکہ پہلے مباح تھی لہذا فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ الْأَشْيَاءَ إِنْ تَبَدَّلَتْ لَكُمْ تَسْوِئَةٌ مِنْكُمْ وَإِنْ تَسَاءَلْتُمْ عَنْهَا فَيُنزَلُ الْفُورَاتُ
 اے ایمان والو! مت پوچھو بہت چیزیں کہ اگر تم پر کھوے تو تم کو بُرے لگیں اور اگر پوچھو گے جس وقت سُورہ ان اترتا ہے تو
 تَبَدَّلَتْ لَكُمْ تَسْوِئَةٌ مِنْكُمْ وَاللَّهُ عَفُوٌّ رَحِيمٌ قُلْ سَأَلْتُ اللَّهَ عَنِ الْغَيْبِ مَا كُنْتُ مِنْكُمْ فَيُنزَلُ الْفُورَاتُ
 کھوئی جاوے گی اللہ نے ان سے درگزر کیا ہے اور اللہ بخشتا ہے نجل الا۔ دسی باتیں پوچھ چکے ہیں ایک لوگ تم میں سے پہلے پھر سورے ان سے منکر ہوئے۔
 لوگوں نے آنحضرت صلعم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کیے تو نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تسألوا عن اشیاء اے ایمان والو
 چیزوں کو مت پوچھو و واضح ہو کہ سیدویر و خلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہے بس لفظ مفرد اور معنائیں بہت اور فرار و خفت و کسائی و ابوحام
 وغیرہ نے اسکو افطشے کی جمع قرار دیا لیکن ابن مفرین باہر اختلاف ہے اور معنی یہ کہ جن چیزوں کی ضرورت نہیں ہے ان کو مت پوچھو اِنْ تَبَدَّلَتْ لَكُمْ تَسْوِئَةٌ

یعنی اگر بیان کر دی جائیں گی تو تم کو ناخوشی دینگے بسبب اس مشقت کے جو ان چیزوں میں ہے۔ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَلْ لَكُمْ أَوْ لَكُمْ
 تم ان چیزوں کو جب قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھو گے تو تمہارے واسطے ظاہر کر دی جائیں گی۔ یعنی یہ ہیں کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات میں
 تم چیزوں کو پوچھو گے تو ان کے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تم کو رنج دیکھا۔ لہذا تم ان سے پوچھو۔ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا اللَّهُ تَعَالَى
 نے اس سے عفو کیا۔ عنہا کی تفسیر بجانب مسالت راجح ہے جو تسألوا سے مفہوم ہے اور معنی یہ کہ عفو کر دیا اللہ تعالیٰ نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نہ کرنا
 اور بعض نے اشیا کی طرف راجح کی لیکن اس نوع اشیا کی طرف راجح ہے جن سے ممانعت کی گئی ہے اور احتمال ہے کہ معنی یہ ہوں کہ اشیا سے خواہ دین کے
 متعلق ہوں یا دنیا کے متعلق ہوں سوال مت کر دو کیونکہ ظاہر کی جائیگی تو تم کو گوارا نہ ہوگی خواہ بوجہ دنیاوی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہے مثلاً
 کوئی شخص اولاد نہ پانے تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین میں مثلاً ہر ماں حج فرض ہو جائے جیسے ایک شخص نے
 حج کو پوچھا تھا۔ اور علی بن ابی طالب نے عفو کیا اور ایسا نہ کرنا اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہوں کہ
 اللہ تعالیٰ نے ان اشیا کو عفو و مباح رکھا ہے چنانچہ متقرر ہوا کہ اشیا کے حق میں اصل یہ ہے کہ مباح ہیں سوائے ان خاص اشیا کے جن کی
 نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً آئی کی حرمت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی۔ پس سوال کرنے سے یہ ضرر بند
 کے حق میں پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزوں میں سے بعض واجب ہوئے ہوں اور غیرہ سے تکلیف ہو جائے۔ حالانکہ پہلے سبب رحمت الہی کے متعلق تھے
 پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم سکاوا کر لیا کرتے تو بعد ازاں حتمی کہ اس نے اسے ایک مشقت شدید و فتنہ عظیم میں پڑ جاتے پس سوال سے ممانعت بھی
 اس امرت مرحومہ کیلئے خاص رحمت ہے اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے سوائے تکلیف ہا چیزوں کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہے پس سوال کے
 آنکو اپنے اوپر لازم مت کر لو کیونکہ آخر بجا نہ لاؤ گے اور حراب ہو گے پس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تم کو منع فرماتا ہے وَاللَّهُ عَفُوفٌ ذُو الْحِلْمِ الْعَظِيمِ
 عفو و حلیم ہے اللہ بندوں کے گناہ بخشنے والا ہے اور ان کی بے ادبی پر انکو علم سے جلد بخور و ذرمانے والا نہیں ہے۔ قَدْ سَأَلَهَا بَعْضُ الْيَسْرِيِّينَ
 سے سوال کیا تھا قَدْ سَأَلْنَا بَعْضَ الْيَسْرِيِّينَ قَوْلَهُمْ لَمْ يَكُنْ يَسْرِيًّا قَوْلَهُمْ لَمْ يَكُنْ يَسْرِيًّا قَوْلَهُمْ لَمْ يَكُنْ يَسْرِيًّا قَوْلَهُمْ لَمْ يَكُنْ يَسْرِيًّا
 کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس ان کے احکام بیان کر کے جواب دیدیا گیا اور ان کا انجام حراب ہو اچنانچہ فرمایا۔ لَقَدْ أَجَبْتُمْ بِهَا
 کثیرین بھروسے لوگ ان چیزوں سے کافر ہو گئے۔ ف بائن طور کہ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ واضح ہو کہ یہاں ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا بائن معنی
 کہ ان لوگوں نے ان احکام کو کچھ نہیں سمجھا اور ان کو مباح کر لیا کہ بے تردد ان کے ساتھ باحمت کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہو گئے۔ یہاں سے
 معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر یعنی عدم ایمان کے بھی مصیبت پر آتا ہے چنانچہ امام بخاری نے اس بارہ میں باب باذہابہ۔ واضح ہو کہ شیخ
 ابن کثیر نے متعلق سبب نزل چند احادیث جو مفید معنی آیت و افادات دیگر ہیں بیان کیں اور مستخرج اسکی تلخیص لانا ہے کہ عن انس بن مالک کہا کہ رسول اللہ
 صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ میں نے ایسا نہیں سنا تھا اور اس خطبہ میں یہ بھی تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم چاہتے تو کہہ سکتے اور بہت رویا کرتے اور میں نے
 دیکھا کہ صحابہ رسول اللہ صلعم نے چھپا سے روتے ہیں حتی کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے تب یہ آیت
 نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیا الا یہ انزلنا علیکم فی کتابنا یا رسول اللہ صلعم۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و السنائی۔ وعن انس بن مالک ایضا کہا کہ لوگوں نے حضرت
 صلعم سے سوال کرنے شروع کیے یہاں تک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ تلخک منہ پر بیٹھے اور فرمایا آج جو کچھ تم پوچھو گے میں ضرور تم سے بیان
 کروں گا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آئیگا اور پس میں دائیں بائیں جلد نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منہ ڈھکے
 ہوئے رو رہا ہے پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا کہ تیرا باپ عداقہ ہے

پھر عربین الخطاب نے کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول ہیں ہم لوگ سب شرفِ فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہو اور فرمایا کہ تم و تمہارے آج کے دن سائین نے نہیں دیکھا کہ جنت دوزخ کی تصویر میرے روبرو رکھی گئی کہ میں نے اس پر اس کے ادھر دیکھی۔ رواہ ابن جریر و البخاری و مسلم اور ایک آیت میں ابوہریرہ سے ہے کہ آنحضرت کا چہرہ مہلک سُرُخ تھا جب منبر پر آئے۔ اور یہ بھی زیادہ ہے کہ رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت و شرک تھوڑے دن ہوئے دور ہوا ہے سو آپ ہم لوگوں کی بے ادبیان غفوکین اللہ تعالیٰ آپ کو غفوف فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا۔ رواہ ابن جریر باسنائید اور اسل و ابیہن اکثر تابعین سے یہ قصہ روئی ہو اور صحیحی کی روایت قضیہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت نے کھڑے ہو کر آپ کے پاؤں چوم لئے اور وہی اعتقاد رکھا جو اوپر مذکور ہوا اور برابر ہی کہتے رہے یہاں تک کہ غصہ فرو ہوا۔ ابن عباس ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلعم سے کہ میں کسی ضرورت و عداوت کے لئے بعض کتا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے اور کوئی کتا کہ میری اہلیتی تم پر لگی وہ کہاں ہے تو ان کے حنی بن اللہ زبالی نے نازل کیا تو لہ لاسا لوالا عن ابیہن شیار الایۃ۔ رواہ البخاری عن علی بن ابیہن جب یہ آیت اتری و اللہ علی الناس حج البیت من استطاع الایۃ۔ تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال یہ واجب ہے کہ آپ خاموش رہیں پھر ہی کہا پھر آپ خاموش رہتے پھر انہوں نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا اللہ اکبر میں ان کتا تو میرا باپ ہے اور اگر یوں ہی بچتا تو تم سے ہرگز نہ ہوتا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یا ایہا الذین امنوا لا تسکوا عن شیار الایۃ۔ رواہ احمد و ابن ماجہ و ابی یزید و ابی غریب۔ اور یہی روایت ابوہریرہ و ابوامامہ بھی مروی ہیں اور ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا۔ اور اگر میں ان کتا تیا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہوتا تو تم نہ کر سکتے اور اگر چھوڑ دیتے تو کافر ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الحدیث یہ دلیل ہے کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا۔ تو یہ کفر مقابل ایمان بنائیں بلکہ کفرانِ نعمت ہی اور ابوامامہ کی روایت میں بصرح ہے کہ پوچھنے والا ایک عربی تھا۔ اور نیز آئین ہے کہ اپنے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ تم سے پہلے آستون کو ان میں سے ایسے سرخسٹے لوگوں نے برہا کیا جو فتنہ و حرج میں ڈالنے والے ہوئے اور تم ہے اللہ عزوجل کی کہ اگر میں تمہارے لئے تمام وہ چیز جو روئے زمین پر ہر حال میں کر دوں اور فقط ایک ٹوڑہ بھر چکھہ آئین سے حرام کروں تو تم اسی قدر فتنہ میں پڑو گے۔ رواہ ابن جریر باسنائید و ضعیف اور ابن کثیر نے کہا کہ ظاہر آیت میں سوال ایسی چیزوں سے منوع ہے کہ بیان ہوئے پر آدمی کو ناگواری دین۔ اور نیز کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ بڑا مجرم ہے جس نے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اسکے پوچھنے سے حرام ہو گئی و لیکن اگر قرآن مجید میں حلال نازل ہوا تو اسکے بیان کو پوچھنا جائز رہا کیونکہ ان کو اس کی ضرورت تھی۔ و قولہ عفا اللہ عنہ اے چوہا ای کتاب مجید میں نہیں فرمایا وہ منجملہ ان چیزوں کے ہی جن کو غصہ فرمایا ہے تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیا ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چھوڑ دو و جھکو صغیرک میں تم کو گھنٹے سے رکھوں کیونکہ تم سے اگلے لوگ اسی سب سے ہلاک ہوئے کہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت سوال کرتے پھر مخالفت کرتے تھے۔ اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع مت کرو اور جو حدود و بانڈھے ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کر دین ان کی ہتک صورت نہ کرو اور بہت چیزوں سے سکوت فرمایا وہ تم پر رحمت کرنے کی واسطے سکوت ہی کچھ بھول کی وجہ سے نہیں ہے تو تم ان چیزوں سے سوال مت کرو۔ اور حدیث ابن عباس میں جو قصہ فریضیت حج میں ہے۔ یوں فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھ سے سوال چھوڑو و ہتک کہ میں تم کو چھوڑوں اور جب تم کو کسی امر کا حکم دوں تو اسکو بجا لاؤ و جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو تم اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سوال کرنے اور پوچھنے سے منع کر دیا جیسے نصاریٰ نے مادہ آسمان سے اترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت کو منع فرمایا کہ اگر قرآن میں سختی سے کوئی حکم نازل ہوا تو تم کو گوارا نہ ہوگا اور تم مستظر ہو قرآن مجید و نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے

اس کا بیان خود قرآن میں مل جائیگا رواہ ابن جریر میں طریق العوفی عنہ وقال المشرح کلام مجید میں جملہ احکام سب چیزوں کے موجود ہیں لیکن انکو
نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد و کمال ایمان و توفیق الہی ضرور ہے پس اگر ہر چیز کا حکم کہ صرح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اس
امت کو مانند اگلی امتوں کے کتاب الہی میں اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال حجت ہے کہ علماء کے اجتہاد آسانی و سختی میں مختلف آتے ہیں اور اسی قدر
پر ان کو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اس کو ثواب یا پس یہ کمال حجت ہے اس واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء حجت ہے
فما ملناہم اور جہاد کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ لا تسئلوا عن اشیاء یہ اشیا وہی بچہ و سائبہ و وصیلہ و حام ہیں۔ تو نہیں
دیکھتا کہ آگے فرمایا جملہ مشن بجز قرآن و لاکذا و لاکذا۔ اور حکم دیا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دئے گئے۔ رواہ
ابن جریر و مراد حکم یہ ہے کہ ان آیات سے سوال کرنے میں جسکے پورے کئے جاویں تو پورا کئے اگر کفر و انکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی امتوں
پر ہوا تھا لیکن مشرح کہتا ہے کہ اگرچہ یہ قول فی نفسہ عمدہ ہے لیکن آیت کہ یہ سے موافقت تفسیری نہیں رکھتا ہے چنانچہ ادنی تامل سے واضح
ہے پھر جاننا چاہیے کہ سوال سے مخالفت جو اس آیت میں ہے ضرور ہے کہ ایسے سوالات کیساتھ تفسیر ہو جن کی حاجت نہیں اور مزید تکلیف کے
موجب ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس واسطے کہ امور میں دنیا میں سے جن کی حاجت و ضرورت ہو ان کا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ فقہ
نے کہا۔ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون اور حدیث میں تب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیوں نے تم جائزہ پھلایا اور نہ اسے ہی پر مقرر دیکھا گیا تو
آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا۔ فاقلم اقدار اللہ انما استشار العالی السوال یعنی ان کچھ تو نے دریافت کیوں نہیں کیا فقط اس سے
کیوں کہا کہ تم نہیں دہا ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہ ہے کہ دریافت کرے پس ظاہر ہے کہ ضروری امور میں سوال جائز ہے۔ تاہم اگر کہا
جاوے کہ جب یہ بات ہو تو تم لوگوں نے کیوں فقہ کی کتابوں میں ایسی صورتیں ان کے استحکام جمع کئے جو مذکور نہیں ہیں بلکہ بعض کہیں واقع نہیں
ہوتی ہیں جو اب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ فقہ دانوں نے وہ اصل نکالنے کا طریقہ سمجھا یا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے
ہوا اگر آپ نے چنانچہ امام دارمی نے مسند میں بہت آثار ملکہ اخبار و روایت کئے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہے پس طریقہ اجتہاد جاننے سے
بہتر ذہن پر آسانی حاصل ہوگی جو پچھلے زمانہ میں عالم ہوسے ہیں لیکن اس زمانہ میں ہمال اس کثرت سے پھیل گئے کہ انہوں نے اس غرض کو برباد
کر کے یہاں تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اس کے مذہب میں منحصر ہو جائے اور یہ بدتر مخلوق ہے جو دین اسلام میں مفسد اور اسرار
شرعی سے جاہل و لفاق پھیلانے والی ہے۔ فنوذا بائس من الفضائل فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اتقوا عین اشیاء الایہ
اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے ویدار و مکاشفہ سے وقوف نہ ہو اور اہل معرفت و کشف کے درجہ کو نہ پہنچا ہو تو اس کے محتاط کو
مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل سرائی باقون میں کوئی عارف اس کے دقائق کو بیان کرے گا تو نادان لوگ اسکو اور اک نہیں کریں گے پس ان کی محرومی
ان کو سنج و بگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہوں گے اور اتعالیٰ عزوجل عنبار کو غیب سے مطلع نہیں فرماتا ہے اور اس میں مردوں کو تنبیہ ہے
کہ ابتدائی حال میں مشائخ کے حالات وان کے قصص و حکایات دریافت کرنے میں نہ پڑیں۔ بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ صدیقین
و اولیاء کے مقامات و درجات مت دریافت کر و کیونکہ خالی بیان سے تم کو فائدہ نہیں اور اگر اس میں سے کچھ انکار کر دے تو مضرت ہے کہ تباہ ہو جاوے
شیخ سہیل محمد اندر نے فرمایا کہ غیب کے حالات و مقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب الہی ہے اور اگر کوئی اسکا دعویٰ کرے گا تو وہ کسخت قاسی القلب
ہو گیا یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب میں دیکھ لیا تھا پھر خود دعویٰ کا زبانی بیٹھا تو بدکار مکار ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو بھی کیا فائدہ ہو بلکہ وہ ایک
جواب ہیں پوچھا گیا کہ اسکا دھیان اس طرف لگ گیا بلکہ یہاں تو خلوص طاعت و عمل معرفت پہا ہے مشرح کہ کتاب ہے کہ اس زمانہ میں اگر ظاہر شرعی میں

دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہے حالانکہ اعمال ظاہرہ میں خود فاجر ہے اور اگر اعمال قلبی میں دیکھو یعنی علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہیں سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ مدعی لایت بن بیٹھا عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو مہوہم جانتے ہیں اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کا ذبک پاس میں نیا لینے جاتے ہیں اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگوں کو علم حقیقت سے گراہ سمجھ کر شریعت کی باتیں بنانیوالا سمجھتے ہیں اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی ان کو ہرکادیا تھا اور یہ عوام نہیں سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چلا وہ ہنم میں گیا پھر عجب ہر کہ اسکو ولی جانتے ہیں اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہیں نفوذ پادشہن سرور انفتاؤن سیات اعمالنا راہ مستقیم ہی ہو کہ ظاہر و باطن میں سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافروں و مشرکوں بدعتوں و افاض و خوارج وغیرہ کا قاعدہ ہر کہ اپنی رائے سے حرام و حلال عذاب ثواب بناتے ہیں اور حکم الہی و سنت رسالت نہ پہچانی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مذمت بلخ فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا صَيِّدَةٍ وَلَا كَافِرٍ وَلَا كَيْفٍ كَقَرِّ وَابْتِزْوَانٍ
 نین بٹھرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ صییدہ اور نہ کافر اور نہ کفایت ^{لیکن} ^{کافر} ^{باندہ} ^{باندہ}
 عَلَيَّ الْكُذِبِ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
 اللہ سول و تالوا احسننا ما وجدنا عليك اباؤنا او لوقا كان اباؤهم لا يعقلون
 کی طرف کہیں ہم کو کفایت ہے جس پر باپ اپنے اباؤں کو بھلا اگرچہ ان کے باپ نہ علم رکھتے ہوں
 شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝

بکھ اور نہ راہ جانتے ہوں۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ اے ماشرع اللہ نہیں ماشرع فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ پس جعل یعنی شرع وضع لیا جیسا کہ ابن عظیمی نے بحیرہ کی معنی لکھی ہے کہا اور نیز بحیرہ کی معنی سبھی تجویز کیا یعنی نہیں نام رکھا اللہ تعالیٰ نے کسی جو ان کا بحیرہ۔ اعتراض کیا گیا کہ اہل لغت نے جعل کے معنی نہیں بیان کیے اور دیکھا گیا کہ جعل کسی شئی کا فعل ہے خواہ اسکے نفس ذات کا جو کہ خلق ہر یا اسکے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطریق تعدی ہو اور وہ شرع ہے اور خواہ غیر تعدی ہو پس یہاں جعل کی معنی نہیں بلکہ تشریحی ہے۔ شیخ ابوالسعود نے کہا کہ ما جعل بیان یعنی ماشرع ہے اسی واسطے سبھی نے جعل یعنی بحیرہ کی طرف تعدی ہو اور سائبہ وغیرہ عطف ہیں بحیرہ پر اور منی اُردہ ہے بحیرہ کی نسبت کیوں کہ جعل کی معنی ہے جیسے کہی و مفعول کی طرف مانند قولہ جعل لکم الارض فرشتا۔ اور کبھی ایک مفعول کی طرف کما فی قولہ خلق السموات والارض متعدی ہوتا ہے ایسے ہی جعل تشریحی کبھی متعدی بد مفعول مانند قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیام اللناس کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے اور بعض نے جعل بمعنی صیغہ تجویز کیا اے ما صیغہ اللہ من بحیرہ مشروعہ اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر ٹھہرایا کیونکہ تقدیر مفعول موم بلا ضرورت ہے علاوہ برین مقادیر ہو گا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکلے گی غایت یہ کہ بحیرہ مشروع ہونے کی نفی ہے حالانکہ من بحیرہ میں من کی زیادت بضر نفی مطلق بحیرہ ہر اذ جانب حتی تعالیٰ پس صحیح وہی معنی ماشرع اللہ من بحیرہ۔ ہن بھر بحیرہ ہر وزن نطیحہ مشتق از بحیرہ بمعنی کان بھلا کر گیا۔ اور واضح ہو کہ ان جانوروں کے واسطے ان کے جسم میں علامات ہوتے تھے اور ان کے ساتھ ہر تاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وہ ان کی بحیرہ وغیرہ کہ دینے کی خاص خاص ہوتی تھیں اور یہ سب کافروں نے اپنی طرف سے بنائی تھیں ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی بلکہ قولہ فلیکن اذ ان الانعام سے ثابت ہو کہ شیطان نے ان کو یہ باتیں کرنے کی راہ بتائی تھی اور جب معلوم ہوا تو آئینہ جو روایات آئی ہیں ان میں تو نہیں دیتا آسان ہر ولا سائبۃ اے سیدتہ جو چھٹے بھرے جیسے سائیل۔ ولا صییدۃ اے وصل کی ہوئی اور وہ اسکے ماجدین مذکور ہوں گے۔

و لکن یہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا اور میں نے عاقلہ قرار دیا لیکن اولی ہوا اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و صلیتہ
و حام نہیں مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذیب جو کافر مشرک ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر چھوٹ کا افتراء باندھتے ہیں
و چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے و اکثر وہم کایعقلون اور ان میں سے بہترے سمجھتے نہیں کہ یہ افتراء ہے کیونکہ انھوں
نے اس معاملہ میں اپنے باپے اور ان کی تقلید کی تھی اور تقلید میں مقلد کو کوئی دلیل تو معلوم نہیں ہوتی ہر طرف یہ نیک گمان ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے
بزرگ نے عقلندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہوگا تو ضروری ٹھیک ہے۔ واضح ہو کہ سعید بن المسیب سے بخاری نے جو روایت کی ویسی ہی مسلم
و نسائی نے بھی روایت کی ہے اور یہ روایت بمنزلہ روایت مرفوع کے ہے اور خود بخاری نے ابو الیمان کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مانند سنا ہے اور روایت بخاری از سعید رحمہ اللہ جو مفسر سیوطی نے ذکر کی ہے اس میں سائبہ
کے ذکر کے بعد بھی ہے کہ سعید نے کہا کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ روزخ میں اپنی آستین چمکی کی طرح
کھینچتا پھر تاپہ اسی نے پہلے سائبہ کرنا نکالا تھا اور بخاری نے حضرت عائشہ سے اس کے مانند روایت کی۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اکرم بن الحارث سے کہا کہ میں نے عمرو بن لُحی بن قعب بن خزند کو دیکھا کہ اپنی آستین روزخ میں چمکی کی طرح گھمائے پھر تاپہ سو میں نے کوئی شخص اس کے ساتھ زیادہ
مشابہ مجھ سے نہیں دیکھا پس تم نے کہا کہ یا رسول اللہ میں خوفناک ہوں کہ اسکی مشابہت مجھ کو ضرور کرے تو اپنے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو میں ہو اور وہ کافر ہے
اسی نے پہلے پہل میں ابراہیم کے بدلے اور بحیرہ کرنا نکالا اور سائبہ بنایا اور حامی نکالا ہے۔ رواہ ابن جریر متحد ثیامعین ہناد عن یونس بن کعب عن محمد بن اسحاق
عن محمد بن ابراہیم بن ابی شریح عن ابی صالح عن ابی ہریرہ۔ وقد رواہ عن ہناد عن عبیدہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ مرفوعاً بخبرہ و مثلہ و میں
بذلک الطرفان بن الکلب قال لست رحم اور ایک حدیث میں اسکی نسبت آیا کہ ہی حجاز میں پہلے بت لایا ہے اور عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سائبہ کرنا نکالا اور بتوں کو پوجا وہ خزاعہ کا باپ عمرو بن عامر ہے اور میں نے دیکھا کہ ہنم میں اپنی آستین کھینچے پھر تاپہ
رواہ احمد و ابی یوسف کی طرح چمکی کے مانند گھماتا ہے اور یہ اس کے حق میں شدت عذاب ہے۔ اور زید بن اسلم سے مرفوع روایت میں اول عمرو بن ابراہیم علیہ السلام
وہ عمرو بن لُحی ہے اور بحیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک نبی تھے میں سے ہے جس نے اپنی دو اونٹوں کو بحیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دو دھراہم کیا اور اس روایت میں
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آگ میں اسکو دیکھا کہ وہی دونوں اونٹیاں اسکو مٹھوں کی کشتی اور کروں سے روندتی ہیں قال ابن کثیر
یروون لُحی بن شیبہ خزاعہ جو جہنم قبیلہ کے بعد خانہ لکھنؤ کے متولی ہے پس اس عورت نے سائبہ بن ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز میں
بت لایا اور لوگوں کو ان کی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرک بحیرہ وغیرہ نکالیں قال لست رحم اور یہی روایت میں ہے جو حکم مذکور ہے اور نیز فقط اونٹ کے

قسم میں بچیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بت پرست گائے بکری وغیرہ جانوروں سے بھی بچیرہ دسانبہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل و گروہ میں جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورہ انعام میں نشا اللہ تعالیٰ کچھ ذکر آگیا لیکن اس تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہاں بھی مسترحم کو لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔

عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ اڑنی جب پانچ بیڑی تو پانچ عورتیں کو دیکھتے اگر وہ نہ ہوتا تو ذبح کرتے اور اسکو فقط مرد کھانے عورتیں نہیں اور اگر مادہ بچیرہ ہوتا تو کان کاٹ کر بچیرہ کرتے قال مترجم اس سے معلوم ہوا کہ بچیرہ یہ بچیرہ ہوتا تھا واللہ اعلم اور شافعی نے کہا نانا کہ جب پانچ بچیرہ مادہ جنی تو اڑنی کو بچیرہ کہتے حرام کر دیتے تھے اور چاہد نے سائبہ کو کہا کہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بچیرہ کے مانند اس میں بھی مگر اتنا فرق کہ چھ بیڑی تک اپنے حال پر بہتی پھر ساتویں بیدار اگر بکریا دو بکرے جنی تو بچیرہ ذبح کر کے مرد کھانے اور عورتوں پر حرام تھا اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اڑنی تھی جب اس بچیرہ جنین نہ ہو تا تو چھوڑ دینی جاتی تھا سپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اسکے مال کاٹے جاتے اور نہ اسکا دودھ دیا جاتا سوائے مہان کے واسطے اور البورق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عورتیں کہیں جاتا تو وہ نذیرین اڑنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس صلیہ وہ بکری کہ اسکے ساتویں بیدار کو دیکھتے اگر نہ ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتوں پر حرام ہوتا اور اگر مادہ بکری یا زوادہ البکری بھول میں ہوتے تو وصیلہ کر دیتے عن سعید بن المسیب وصیلہ اڑنی ہے کہ پہلے بیدار جنی بچہ دوسری بار مادہ جنی تو وصیلہ اسکا نام رکھتے کہ اُسے دوسادہ کو ملا دیا پس کان کاٹ کر تون کے نام پر چھوڑ دیتے وکنز قال مالک اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری کہ پانچ بیڑی ہر بار دو بکریاں جنی تو اسکو وصیلہ کہتے اور چھوڑتے پھر جو نیا مادہ جنی وہ مردوں کو حلال و عورتوں پر حرام جانتے تھے اور اگر مرد بچہ جنی تو اس میں مرد و عورتیں شریک ہو جاتے تھے۔ رہا حاتم تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ وہ اوپر چھوڑ گیا تو کہتے کہ حاتم ہوا اسکو چھوڑ دینا کہ اقال البورق وفتاویہ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ حاتم زادنٹ جبکہ اُسکے بچے کے بچہ ہوا تو کہتے کہ جنی ہذا ظہر۔ اسنے اپنی بیٹھکی حمایت کر لی پس اسپر سوار لیتے اور نہ کچھ لادتے۔ اور نہ اُس کے مال کاٹتے اور چاہے جسکی چراگاہ و حوض میں چلا جانا کوئی اسکو منع نہیں کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اڈوں بچیرہ دسانبہ و وصیلہ و حاتم کے بیان میں اراد ہوتے ہیں اور نشار انکا یہی ہے کہ عرب اے مختلف خیالات و طرح طرح کے گڑھے ہوئے شیطانی اعتقادات رکھتے تھے جنکی قبیلہ و گروہ آپس میں مختلف تھے لہذا تفسیر مختلف مروی ہوئی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الہی ہیں اور ابن ابی حاتم نے من طریق ابی اسحاق السبئی عن ابی الاحول شعی بن اسیر مالک بن نفع نے روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پڑانے پھٹے دو کپڑے میرے بدن پر تھے تو اپنے چہرے سے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے میں نے کہا کہ ہاں فرمایا کہ کون مال ہے میں نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام با ندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان۔ الا بچہ جنتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا کہ ہاں اونٹ تو لین ہی جنتے ہیں پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انہیں سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بچیرہ ہیں اور بعض کے کان چھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بچیرہ ہیں۔ میں نے کہا کہ جی ہاں فرمایا کہ ایسا مت کیا کر۔ جو کچھ تجکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ سب تیرے واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ما جعل اللہ من بچیرہ الا تیرہ۔ اور واضح ہو کہ مشرکین میں بعض نے تون کے نام پر چھوڑتے اور بعض اللہ تعالیٰ کے واسطے بھی چھوڑتے اور باہم احکام میں اختلاف رکھتے تھے مسئلہ جس شخص نے سنا ڈھنڈھوڑ دیا اسنے اپنے مالک سے بچیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے کے قابل نہیں لہذا اختلاف ہے کہ کسی کی ملک میں یا یا غیر ملک ہو گیا کیونکہ بت کے مالک میں دینا تو کچھ نہیں ہے اور اگر چھوڑا رول سے لیکر چڑیاں چھوڑے تو وہ مالک سے خارج نہیں ہوتی ہر پس باب الکرہاتہ ترہمہ ہدایہ یعنی میں اللہ یا بچیرہ جمع دیکھو۔ اور جس نے کسی بہت وغیرہ کے نام پر کوئی بکریا وغیرہ جانور ذبح کیا وہ مردار ہے اور کرنے واسطے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہیں ہو جاتا لیکن یہ قسم چلانی ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھاے و إذا قیل لہم ارجعوا حیث انتم من قبلکم من اللہ و اللہ اعلم ما انتم فی حیرت کی طرف سے

اللہ تعالیٰ نے اناری فت یعنی قرآن کی پابندی کرو۔ وَالرَّسُولِ اور اور رسول کی طرف فت یعنی قرآن اور رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے
 حرام سمجھ رکھا ہے وہ حلال ہے۔ قَالَ لِحَسْبِ مَا وَجَدْنَا عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ کہ کافی ہے ہم کو وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادن کو پایا ہے یعنی
 جس اہ و طریقے پر ہمارے باپ دادے گذرے وہ ہکو کافی ہے یعنی اپنے باپ دادن کی تقلید پر اٹھے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے۔ پس
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَوَلَمْ يَكُنْ اَبَاؤُهُمْ لَمَّا كَانُوا كُفْرًا كَانُوا كُفْرًا اَبَاؤُهُمْ لَمَّا كَانُوا كُفْرًا اَبَاؤُهُمْ لَمَّا كَانُوا كُفْرًا اَبَاؤُهُمْ لَمَّا كَانُوا كُفْرًا
 ان کو یہ تقلید اپنے باپ دادن کی اگرچہ بات یہ کہ ان کے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور سزا دہ پاتے تھے حق بات کی طرف فت اور یہ استفہام
 انکاری ہے اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب لانے کو اور او حالیہ پر داخل ہے اور معنی یہ کہ تقلید جمالت کافی جانتے ہیں گو ان کے باپ دادے
 کچھ جانتے اور سزا دہ پاتے تھے اور اصل آئندہ دین میں ان قدر تو اسی عالم کی صحیح ہے جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان میں نہ لادے
 بلکہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔
 اور تو وضع یہ کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ واسکے رسول کی پیروی فرض ہے اور ہی عین ایمان ہے پس اگر حکم خدا اور رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہے تو وہ کسی کی
 پیروی نہ کرے جیسے علمائے مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہے اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اس کو کسی مسئلہ میں حاجت ہوتی تو کسی عالم
 سے دریافت کرے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ اسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکال کر بیان کر دے پس یہ شخص اس
 حکم کو جو دلیل شرعی ہے لیکر اس پر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدون دلیل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے ورنہ وہی مذمت
 اسپر عائد ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے یوں و نصاری کے حق میں فرمائی بقولہ اخذوا احبارہم و رہباہم اربابا من دون اللہ کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا
 کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء اور رؤسایوں کو رب نہیں بتاتے تھے تو فرمایا کہ ان کی ہر بات کو مان لیتے تھے عرض
 کیا گیا کہ ہاں یہ تو تھا۔ تو فرمایا کہ یہی ہے درواہ الترمذی دصحیح پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے
 جو خلاف حکم خدا اور رسول کے باتیں بناویں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلعم کا حکم ظاہر کریں گے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے مصلحت دیکھی کہ جو مذاہب اربع و دن
 دن کی کتابیں شائع ہوئی ہیں انھیں کو لوگ لیوں تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں لہذا ہر دیندار پر
 آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شر و
 فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَصُدُّكُمْ عَنْ صَلَاتِكُمْ أَنْفُسُكُمْ وَلَا يَصُدُّكُمْ عَنْ صَلَاتِكُمْ أَنْفُسُكُمْ وَلَا يَصُدُّكُمْ عَنْ صَلَاتِكُمْ أَنْفُسُكُمْ
 اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تھا رکھو نہیں بچاؤ تا جو ہر کجا جب تم ہوتے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے
 جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○
 تم سب کو پھر وہ جنادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسوں کو فتنہ اور انکے حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے
 نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک یداً اے لازم پکڑو اور پس النفس کو نصب بطریق اعزاز ہے اور خوبوں نے علیکم
 اور اسکے مانند کسی ضمیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہر اور جہ سے مثل علیکم۔ اور الیک عنی مجھ سے دور رہو اور کانک۔ اپنی جگہ ٹھہراؤ ظاہر امضاف الیہ
 ہے پس صحیح قول یہ ہے کہ وہ موضع جر میں ہے جیسے کہ آخر کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے

موتوم اپنے نفوس کی اصلاح و دستی کرنے پر قائم رہو۔ لایضاً کہ مَن صَلَّ إِذَا اهْتَمَّ مِنْهُ نَهْنِ ضَرَرٌ دِیْکَا تَمُّ کُو وَهُ شَخْصٌ جَوْرَاهُ هُوَ جَبْکَ تَمُّ هِدَايَتٍ پَرِیْهِ
ف اور بعض نے رضاف مقدر کیا یعنی نہیں ضرر دیکھا تم کو گمراہ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ پس بدون تقدیر رضاف کے ظاہر معنی یہ ہیں
کہ اہل ایمان کو آمادہ کیا وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر رکھیں ثابت و قائم رہیں اور کسی گمراہ سے نہ ڈریں کہ کسی گمراہ سے اُن کو کچھ ضرر نہ ہو گا جبکہ وہ مضبوطی
کے ساتھ ہدایت پر قائم رہیں۔ اور تفسیر میں اس کے اختلاف ہر چنانچہ مفسر نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہیں ضرر دیکھا تم کو وہ شخص جو اہل کتاب میں سے
گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر مضبوط ہو اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہیں بدلیل حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ میں نے حضرت صلعم سے اس
آیت کو دریافت کیا تو اپنے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو معرفت شرعی باتوں کا حکم کر دو اور انوار آپس میں ایک دوسرے کو ممنوع باتوں سے منع کرو
یہاں تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ سب کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا اختیار کی جاتی ہے اور ہر شخص رائے
لگانے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑو۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ قال المسرحم یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے
نفس کی اصلاح کو لازم پکڑے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کی واسطے یا بد بات نہ کرنے کی واسطے نصیحت نہ کرے تو شاید
اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کئے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتوں کا حکم
کرنا اور بد باتوں سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک معیار لگا دی کہ جب لوگ سب کی تابعداری کریں اور خواہش نفس کی پیروی کریں اور دنیا
کو دین پر اختیار کریں اور ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہو تو اس وقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور وہ اپنے کہ لوگوں کو نصیحت نہ کرے ورنہ امر
بمعروف اور نہی از منکر نہایت ضروری و واجب فرض ہو اگر اسکو چھوڑ دیکھا تو خود ہدایت پر کھینچ کر ہو سکتا ہے اور وجوب نصیحت پر آیات احادیث
دلالت کرتی ہیں پس ضرور ہے کہ اس آیت کا محل یہ ہو کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال میں اسکا اثر نہ خیال کرے یا اس سے اپنے اوپر
دینی و دنیاوی ایسے ضرر پہنچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہونے امر بمعروف و نہی از منکر چھوڑنے کی گنجائش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہے جیسا کہ
حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہے اور اس حدیث کو ابو الشیخ وابن مردودہ و بیہقی وابن جریر وابن ابی حاتم وغوی و طبرانی وابن ماجہ و ترمذی
روایت کیا اور حاکم اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا اور بعض طرق اس حدیث میں اس طرح زیادتی ہے کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑو اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑو اور اللہ تعالیٰ
اپنے ایسے دن آئیوے ہیں کہ ان میں ہر کوئی ایسا مشکل ہو گا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دنوں میں راہ راست پر عمل کرنے والے کو سچا سچا دمیون کا ثواب
دیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ تم میں کے سچاں مردوں کا سا ثواب یا ان میں کے سچاں کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہیں بلکہ تم میں کے سچاں آدمیوں کا سا ثواب
دیا گیا۔ قال المسرحم اب وہ زمانہ ہے کہ جو علامات حدیث شریف میں مذکور ہیں وہ پورے ہونے کے قریب ہیں لیکن اب راہ بلاغت یہ نکلتا ہے کہ ابھی بالکل پورے
نہیں ہوئے ہیں اگرچہ ایسا ہے کہ ٹھوڑی تک پانی آگیا پس سے اہل اسلام لوگوں کو سمجھاؤ اور ہانہ نہ ہو اللہ الموفق والمعین۔ ابو عامر الاشعریؒ سے روایت
ہے کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو اپنے پوچھا اُسے کہا کہ میں نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم الفسکم الآتیہ۔ تو نبی صلعم نے
فرمایا کہ تم کہاں ہوئے اسکو تو معنی ہیں کہ کافروں میں سے جو گمراہ ہو اوہ تم کو مضرب نہیں جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد وابن ابی حاتم و الطبرانی وابن مردودہ
اس روایت سے واضح ہے کہ امر بمعروف اس وقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ اس میں اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہے جو مفسر سیوطی نے بیان کیا اور تفسیر
بن ابی حاتم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ اُسے لوگوں نے یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا
علیکم الفسکم الآتیہ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی از منکر ضرور نہیں ہے حالانکہ
میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرح میں منع ہیں اور اسکو نہ مٹایا یعنی یہ سمجھا یا وہ منع کیا تو قرین لگا کر اللہ تعالیٰ

ان سبک عذاب میں مبتلا کرے اور ایک وایت میں کہا کہ واذا نزلنا تو تم ام معروف ذی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالیٰ کا عذاب پہنچے گا۔ رواہ
الدرقطنی وابن جبان احمد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن السنذر ابن ماجہ والنسائی والوداد صحیح الترمذی اور مستدرج کتبہ کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک مجزہ
ہے کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہے جتنا پچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہیں اور کافر جو کج گمراہ ہوئے ان سے انکو
کچھ ضرر نہیں اور مومنین آپس میں اپنے نفسوں کو یعنی باہم مومنوں کو ایک دوسرے کو بدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھیں۔ پھر ایک نے مانہ اخیر آیہ اللہ ہے
کہ یہ شخص اپنے اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں انفسک جمع کا حکم ہنزلہ نفس احد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ
مومنوں میں نفس احدہ کے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو کھانا مارا پر رکھنا ہنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انہیں متحد و حیدر و کیتھ تھا اور یہ بات
ان کی باہمی جھگڑوں کے خیال سے لغوت تھوڑی بات یہی ہے جو میں نے بیان کی اور تا وقتیکہ ایمان کو استقامت نہ ہو اور نزل منور نہ ہو اسکی بحث مت
کر واد یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرنے میں حالانکہ باہم انہیں ملی متحد و حیدر نہیں ہر نیت فکر و ایاد اولی الالباب واذا اللہ اللہم للصلوات
پس جب معلوم ہو کہ بات یوں ہے تو تفسیر آیت میں اس مانہ کے گرا ہون کی گمراہی سے عادم حضرت اور مسلمانوں کی ہدایت و انہوں کو لازم پکڑنا بھی صحیح ہے اور یہ
بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ میں آدگی یہ بھی صحیح ہے۔ ابن مسعود سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی آپ نے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہیں یہ تو اس مانہ میں مقبول ہے
ولیکن تہ سب میں ایک زمانہ آئیو لاپہ کہ تم یعنی ہر اس وقت میں ہو گا وہ) ام معروف کا حکم کر و گے تو تمہارے ساتھ ایسا ایسا پتا کرنا اور کجا ایسا کہ تم سے یہ نصیحت
قبول نہ ہوگی تو ایسے وقت میں تم کو لازم ہو گا کہ اپنے نفس کو درست کئے رہو یا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگوں کے واسطے ہے جو
ہر بات بعد آویگے اگر کہیں گے تو ان کی بات قبول نہ ہوگی اور ابن مردودہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر
ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مال کا اس آیت کا جو وقت ہے ابھی نہیں آیا اور علی بن مریم جب تک نہیں اتر لینگے تب تک آویگا۔ اور ابی بن کعب نے بھی کہا کہ قیامت کے
قریب خزانہ میں اسکی تاویل کا وقت ہو گا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیوں میں ایسی کچھ بحث تھی جیسے لوگوں میں ہوا کرتی ہے سو
ایک دوسرے کی طرف اٹھے پس حضرت عبد اللہ بن مسعود کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا کہ بھلا میں اٹھکا ان کو ام معروف ذی از منکر کی فہمائش نکروں تو
دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے علیکم انفسکم الایہ سوا ابن مسعود نے سنکر فرمایا کہ تمہارے شخص
اس آیت کی تاویل بھی نہیں آئی ہے اور قرآن اتر جائے لیکن اس میں چند آیات ایسے ہیں کہ ان کی تاویل تو اترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتیں ایسی ہیں
کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ان کی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتیں ایسی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد ان کی تاویل واقع ہوئی اور کچھ
آیتیں ایسی ہیں کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جب تک تمہارے دل تک نہیں اونچے نہیں آتے تو آپس میں ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کر و ذی از منکر نہ پکڑتے تھارے دل
اور تمہاری خواہشیں مختلف ہو جائیں فقط اپنے نفس کو حکم کر و اور سو وقت میں ہم مسلمانوں پر اسکی تاویل آویگی واہ ابن جریر ابن کثیر نے کہا کہ آیت میرے اور میرے ساتھ کھیلے ہیں کیونکہ رسول اللہ
صلعم نے ہم لوگوں کو فرمایا کہ خبر دار تم میں جو حاضر ہیں وہ غائبوں کو میرا حکم پہنچا دین سو ہم لوگ تو حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے لیکن یہ آیت ایسی اقوام
کے حق میں ہے جو ہم سب کے بعد آویگی رواہ ابن جریر اور قتادہ ج نے ابومازن سے روایت کی کہ میں زمانہ عثمان میں مدینہ میں آیا تو میں نے مومنوں کی
ایک جماعت کو بٹھا دیکھا ان میں سے ایک نے ہی آیت پڑھی تو ان میں سے بہت نے فرمایا کہ آج تک تو اس کی تاویل کا وقت نہیں آیا ہے۔ رواہ ابن جریر۔
اور تیسری تفسیر سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ میں بیٹھا اور میں سب سے چھوٹا تھا اور انھوں نے ام معروف ذی از منکر کا ذکر کیا تو میں بولا کہ اللہ تعالیٰ
نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ علیکم انفسکم لایضرم من جنل الایہ تو سب کے سب ایک زبان پھر پھبک پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن میں سے ایک آیت حد آکر تلی تجکو اس کی
راہ میں معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہے۔ مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں نہ بولا پتا پھر وہ لوگ بائیں کرتے رہے جب اٹھنے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ تو ابھی کم سن لڑکا ہے

اور تو نے ایک آیت نکالی تھی اسکی تاویل نہیں معلوم اور نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے اور شاید تجھے اس کی تاویل کا زمانہ ملجائے جب تو دیکھے کہ خواہش مال
 و اسکی چاہ میں نخل کی تابعداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر نازان ہے اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی
 ہے تب تجھ پر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑ سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے مضر نہیں کرے گا۔ رواہ ابن جریر۔ اور حسن بصری نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد للہ
 کوئی مومن گذشتہ زمانہ میں اور کوئی مومن آئندہ زمانہ میں ایسا نہیں کہ ضرور اسکے پلوں میں ایک منافق نہ ہو جو اسکے اعمال کو بربا جانے۔ سعید بن المسیب نے کہا کہ جب
 تو نے معروف شرعی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو مجھ کو کوئی گمراہ ہو جائے تجھ کو کچھ مضر نہیں ہر اور ایسا ہی قول خذ لہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف
 کے بہت بزرگوں سے مروی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ قال المفسر حسم قول سعید بن المسیب غیرہ ہم اللہ سے آیت کی تفسیر تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین
 آمنوا علیکم انفسکم یعنی ہر مومن اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرافض و اجبات ادا کرو اور از انجملہ یہ ہر کہ دوسروں کو امر معروف اور نہی از منکر کر دو۔ پھر لایضہ من فعل
 اذلا ہستیم جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تم کو کچھ مضر نہ ہوگا جبکہ تم نے ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر معروف و نہی از منکر جو تم پر واجب تھا ادا کر دیا پس فسق و فجور
 و اذن کے عذاب میں تم گرفتار نہ ہوگے۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے بعد میان اقوال کے کہا کہ ان اقوال میں سے ادنیٰ و ادرج قول ہمارے نزدیک ہے جو حضرت
 ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسے وہ منوطات آئی کہ بجا لاؤ اور جو تم پر امر معروف و نہی از منکر اور ظالم دفا سق کا ہاتھ روکنا واجب لازم ہے اسکو ادا کرو تو پھر کوئی
 گمراہ ہو کرے تم کو کچھ مضر نہیں ہے۔ ابن المبارک نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی انفس المسلمین یعنی تم مسلمانوں کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپس میں ایک دوسرے کو
 نصیحت کرو پس اس آیت میں امر معروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ قال المفسر حسم یہ معنی اس آیت میں بہت حیدر و قوی ہیں اور ظاہر آیت سے بہت مراد
 ہیں ویرتھم ضعیف نے توفیق الہی عزوجل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو اقوال علماء سلف و زبرگان میں سے اسکی تفسیر میں
 مروی ہیں سب بجائے خود صحیح ہیں و حقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے فلیتأمل۔ لا الہ الا اللہ عزوجل کہ جو چاہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہے
 و یعنی آخرت میں ہر مطیع و ہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے و ہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہو اور یہ ایک جگہ میں فیصلہ ہے فیستیکم و یماکتکم
 تفتون پس تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ کرے گا حتیٰ کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جن سے کہنیا لانحو و آگاہ نہیں ہوا اور حصول آگاہی کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب
 اور ہر عاصی گمراہ کو اسکا عذاب پکا پس میں ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہو اور تیسرے کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پائے گا۔ اور حدیث میں یہ مضمون آیا ہے
 کہ زبان کی حفاظت چاہیے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اس کی گردن پر وبال لکھا جاتا
 ہے حالانکہ اسکو خود شعور نہیں ہوتا اور بسا اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ تاقیامت اسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہے حالانکہ بندہ نہیں جانتا ہے پس جو
 حالت زبان کی ہر آئی پر نفس کو قیاس کر و کہ اسکی حفاظت کما تک واجب و لازم ہے و قال فی العرائس قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم
 الا یہ ظاہر معنی آیت کے لینا اہل تصوف کا مذہب ہے اور وہی صحیح ہیں اور تکلف و تاویل کرنا باہین گمان کہ نہیں بنتے ہیں یہ فقط نفس و وہم کا تصور و تصور ہی پس
 اس آیت کریمہ میں ظاہر معنی سے یہ نہیں بلکہ آتا کہ بھلی باتوں کا حکم نہ کرو اور بری باتوں سے منکر و بلکہ یہ تو ضرور کرو۔ لیکن آیت کریمہ میں ایک دلیل ہے کہ
 قولہ علیکم انفسکم یعنی تم پر واجب ہے کہ اپنے نفس پر مارہ کی چھپی باتوں کو دیکھو و پہچانتے رہو۔ اور اسکو عظمت میں مت چھوڑو و کیونکہ اگر غافل چھوڑو تو وہ روبرو بیت کا
 دعویٰ کرے گا جیسے فرعون نے انار یکم الاعلیٰ سے دعویٰ کیا تھا اور جب تم نفس سے مکر و فریب کو جانو گے تو تمہاری کابھید تم پر کل جائے گا اسی واسطے معروف ہوا
 کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه اور جس نے او تعالیٰ عزوجل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی میں مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت میں آ گیا پھر اسکو کسی کا فریبکار کا مکر و
 فریب پڑھی راہ نہیں لجا سکتا ہے کیونکہ وہ حفظ الہی میں محفوظ ہو گیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ ضرر کرتا ہے تو ضرر اسکے حق میں نفع ہو جاتا ہے اور فساد اُس کے حق
 میں اصلاح ہو جاتا ہے پس رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر لوشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کیواسطے آج تک بھرا نہیں فقط فرعون کی آنکھوں میں بھرا

تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلیٰ اور اس بھید پر سات آسمانی اور سات زمینی پردے پڑے ہیں اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پر وہ زمین میں دفن کرتا جاتا ہے تو اس کا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ نفس کو تحت الثریٰ میں دفن کرتا ہے تو اس کا قلب پر عرش پہنچ جاتا ہے۔ محمد بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تو نے لوگوں سے اُسکے شرک و دور کیا تو یہ بڑا حصہ تو نے ادا کر دیا۔ حسین بن منصور کا خادم اس رات اُسکے پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہو جانے کا وعدہ کیا تھا یعنی خبر دی تھی پس اُس نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر اگر تو اسکو بندگی میں مشغول نہ کر گیا تو وہ تجھے مشغول کر دینگا۔ شیخ ابو عثمان سے یہی آیت کہ ہمیں پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کیے۔ اگر تو اس کی برائیاں کی اصلاح کرنے میں اور اُس کے عیبوں کے دور کرنے میں مشغول ہو گا تو مخلوق پر نظر کرنے اور ان میں کرنے سے تیری حفاظت رہے گی۔ در نہ وہ تجکو بلا میں ڈالکر ہلاک کر دینگا۔ نفوذ باللہ میں شرور الفساق مترجم کتاب ہے کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ میں شیخ رحمہ اللہ نے متحقق ستری بیان کیا ہے تو نے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق ہے۔ فلیتفکر سارہ جب نفس سے ادائے امانت و استقامت ہے اور نخل خود رانی نہیں تو زمین عدل سے موعوبہ اندا فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ

اے ایمان والو! جب ہر بچے کسی کو تم میں موت گواہ تمہارے اندر جب ہو بچے کسی کو تم میں موت گواہ تمہارے اندر جب لگے وصیت کرنے دو شخص ذوا عدل میں سے اور ان میں سے ایک انتم ضربتہ فی الارض فاصابتکم مصیبتہ الموت

متبر چاہیں تم میں سے باداد ہوں تمہارے سوائے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں پھر ہو بچے تم پر وصیت موت کی۔

كَيْسُو نُهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ اِنْ اَنْتُمْ ضَرْبَتْهُ فِي الْاَرْضِ فَاصَابَتْكُمْ مَصِيْبَةُ الْمَوْتِ

دو دن کو کھڑا کرو بعد نماز کے وہ قسم کھا دیں اللہ کی اگرم کو شبہ پڑے کہ میں ہم نہیں بیچے قسم مال پر اگر چہ کسی کو ہم سے ذائقہ لے لاؤ کہ تم شہادت اللہ لایا اذ ائمت الاثینین

قرابت ہو۔ اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی نہیں تو ہم گنہگار ہیں۔ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ

اَنْتُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا فَاَخْرَابَ يَفْوَمَانِ مَقَاهِمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ

دو دن حق دہائے گناہ سے تودو اور کھڑے ہوں ان کی جگہ کہ جن کا حق دیا ہے ان میں جو بہت

الْاَوْكِيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَنْشَهِدَنَّاهُ اَوْ مَا عَدَدْنَا بِكَ اِنْ اِذَا

زیرکین پھر قسم کھا دیں اللہ کی کہ ہماری گواہی گواہی متحقق ہے ان کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہیں کیا نہیں تو ہم

لَنْ يَنْظُرَ الظَّالِمِيْنَ ذٰلِكَ اَذْنٰى اَنْ يَسْتَفِيْا بِاللّٰهِ عَلَى وُجُوْهِهَا اَوْ يَخَافُوْنَ اَنْ

بے انصاف ہیں اس میں گناہ ہے کہ شہادت ادا کہ میں راہ پر یا ڈرین کہ اٹنی پڑیگی قسم ہماری

تُرَدُّ اِيْمَانًا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

ان کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو

واضح ہو کہ ابو جعفر الخاس نے کہا کہ تین آیتیں علماء معانی کے نزدیک ازراہ اعراب معنی و تفسیر و حکم کے بہت مشکل ہیں۔ کہ مذکورہ القطبی۔ اور کسی نے کہا کہ اس میں جو علم

ہیں چار جزو سے زیادہ ہیں بیان ہونے کے لائق ہیں اور تقاضا دانی نے حاشیہ کشاف میں کہا کہ علماء معانی متفق ہیں کہ بندوں پر قرآن کی آیات میں سے یہ آیتیں ازراہ اعراب و نظم کلام کی توضیح کرنے میں بہت مشکل ہیں اور سخاوی نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اول سے آخر تک اس کلام کی تلوین کی ہو اور میں

جمع

نے یہاں بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر کی نقل پر نشان سے ظاہر ہے بالجملہ یہ کلام باری تعالیٰ متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی مناسبت میں بانی علم والے
بندے وقت میں آگے لیکن اللہ عزوجل کے واسطے حمد و ثنا ہو کہ اُسے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطہر اس کو سمجھتے اور حکم
لیکر پابندی کرتے ہیں اور حسب قدر اطاعت و فرمانبرداری سے اُن کے قلوب منور ہوتے ہیں سید قدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق و دقائق سے ان کو کشف انوار حاصل
ہوتے ہیں و الحمد للہ رب العالمین تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ كَلِمَاتٍ مُّتَعَلِّقَاتٍ بِأَمْوَرٍ وَإِنَّمَا لَكُمْ فِيهَا حُكْمٌ
كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ
بِسَبَبِ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ لِمَ كَلِمَاتٍ كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ
فِرَاقِ بَنِي وَبَنِيكَ - اور بعض نے کہا کہ اصل میں شہادہ یا بیگم - تھا ہاں نہ ہذا فرق ماہینی - کے - اور شہادت کے معنی میں اختلاف ہو بعض نے کہا کہ یہاں بھی وصیت ہے
اور بعض نے کہا کہ شہادت یعنی حضور ہے یعنی حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے - اور ابن جریر نے کہا کہ معنی قسم ہے اے یسین یا یسلم ان سچا کلمہ انسان اور اسی کو فراق
نے اختیار کیا اور ابن عطیہ نے اسکو ضیغ کیا اور وہ یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہے یعنی خبر اور اگر کسی کے حق کی یا کسی حق واجب کی دوسرے شخص کیلئے یا کسی دوسرے
شخص کے اور جیسا کہ فقہ میں شرح مذکور ہے اور وجہ اس اختلاف کی اور نشان اس تاویل کا آئندہ واضح ہوگا - پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شہادہ یا بیگم اذ احقر
اَحَدًا كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ اَوْ حَيْثُ تَرَأَيْتُمْ اِثْنًا اَوْ ثَلَاثًا اَوْ اَكْثَرَ اَوْ اَحَدًا كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ اَوْ حَيْثُ تَرَأَيْتُمْ اِثْنًا اَوْ ثَلَاثًا اَوْ اَكْثَرَ اَوْ اَحَدًا كَمَا كُنْتُمْ تُعْمَلُونَ
اِثْنًا خَبْرٌ ہے اور یہ دنیا نہیں تو جواب نہ شہادہ بصورت خبر اور معنی امر ہے یعنی گواہ ہوں دو شخص کا حال ایسی ہے اور جتنے بدل از آدابے یا حاضر کا طرف ہے - اور بدل کی
گواہ ہو جائیو اے دوہیں یا شہادہ یا بیگم شہادہ اثنین یعنی گواہی تمھارے درمیان دو مردوں کی گواہی ہے اور جتنے بدل از آدابے یا حاضر کا طرف ہے - اور بدل کی
تقویت کی گئی بنا بریکہ اثنین تنہم ہے کہ وصیت ایک امر ہے اثنین سستی و غفلت نہ چاہیے - اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ مقتدا
ہے تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب و علامات ظاہر ہوں اگرچہ صحیح وہ نہ فرے لیکن ان علامات سے غالباً گمان پر وصیت پوری کر دے -
حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں تو گواہ کر دے وصیت کے وقت دو مردوں کو پھر دونوں کو بیان کیا - ذَوَا اَقْرَبٍ لِي مِمَّنْ كُنْتُمْ تَدْعُونَ اَوْ اَحَدٌ مِّنْ
سے دو عادل ہوں پس تین احتمال ہیں کہ منکم یعنی من المؤمنین اے مومنوں میں سے ہوں - دوم آنکہ منکم اے من قبیلۃ الموحی وصیت کرنے والے کے قبیلہ
سے ہوں سوم آنکہ منکم اے من اقرارکم وصیت کرنے والے کے اقارب میں سے ہوں - کیونکہ وہ وصیت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اُسکے
عہدہ خیر خواہ و اصلاح کرنے والے ہوں گے اور ظاہر آنکہ وصیت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہے کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کرے پھر اگر وہ اپنی قوم والوں میں سے
ورنہ اپنی ملت اسلام والوں میں سے وصی کرے پھر اگر وہ مسلمان ہوں گے تو مسلمان ہوں گے اور عدل و عدل واجب جانے گا - ہاں بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہے
کہ امین سے کوئی ممکن نہیں ہوتا مثلاً تجارت کفرستان میں گیا اند اہل کفر ہی ہاں ہیں گے باساقھی کافر ہوں اسی واسطے آگے فرمایا - اَوْ اَخْرَانِ مِمَّنْ
عَبَّرَ كَمَا اَنْتُمْ تَصْرِفُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ جَعَلْنَا لَكُمُ الصَّوَابَ وَكَيْفَ جَعَلْنَا لَكُمُ الصَّوَابَ وَكَيْفَ جَعَلْنَا لَكُمُ الصَّوَابَ وَكَيْفَ جَعَلْنَا لَكُمُ الصَّوَابَ
اِنَّ اَنْتُمْ لَآتُونَ الْبَحْرَ بِبُحْرَانِهِمْ اَوْ اَخْرَانِ مِمَّنْ كُنْتُمْ تَدْعُونَ اَوْ اَحَدٌ مِّنْ سَبِيحَةٍ مِّنْ اَنْتُمْ تَدْعُونَ اَوْ اَحَدٌ مِّنْ سَبِيحَةٍ مِّنْ اَنْتُمْ تَدْعُونَ اَوْ اَحَدٌ مِّنْ سَبِيحَةٍ مِّنْ اَنْتُمْ تَدْعُونَ
شیخ ابن کثیر نے بروایت و حکایت ابن ابی حاتم کے حضرت ابن عباس ایک جماعت کہا تا بعین سے انسان دو عادل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل
مسلمین سے ہوں اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہے اور علی ہذا قولہ او اخران کے معنی ہوتے کہ یا شاہد ہوں دو مرد تمھارے غیر سے یعنی تمھاری ملت اسلام کے سوائے
غیر ملت سے دو مرد گواہ کر لو اگر یہ اتفاق پیش آدے کہ تم نے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک میں اور وہاں تم کو موت کی مصیبت پیش آئی - قال فی الکمالین
ظاہر ہے کہ شرط مذکور یعنی قولہ ان ضرتم فی الارض ان نلفظ اخران من غیر منکم کے ساتھ قید ہوا یعنی یہ ہیں کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم میں سے دو مرد عادل

یا تو سچ بولنا اختیار کر یا نصیحت ہو اور مفسر نے لکھا۔ او اقرب الی ان یخافون تردایمان بعد ایماہم علی الورثۃ المدین فخیلقون علی خیانتہم وکذبہم فیفضحون بغیرہم فلا یکذبوا یعنی یا زیادہ قریب ہو اس بات کی طرف کہ وہ خوف کریں کہ ان کے قسم کھانے کے بعد پھر ویسے کی قسم وارثوں کی طرف جو ان کی خیانت کے مدعی ہیں پس وہ ان کی خیانت کرنے پر قسم کھالین گے تو یہ ناحق نصیحت ہوں گے اور مال بھی پھونسا پڑیگا لہذا جھوٹ نہ بولیں گے۔ قال فی المدراک اگر کہا جاوے کہ یہاں حرف اوسے کیا معنی ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ معنی ہیں کہ یہ حکم مذکور اقرب ہو اس بات کی طرف کہ گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کریں خواہ بخوف وحقی آبی عزوجل یا بخوف آنکہ نصیحت ہو کر شرمندہ ہوں گے۔ اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھیرنا روا ہے اور جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہے چنانچہ وارثوں نے اس قسم میں دونوں نصرانیوں پر دعویٰ کیا تھا کہ ان دونوں نے خیانت کی اور ان دونوں نے انکار کیا اور منکر ہو کر قسم کھائی اور جھوٹ گئے پھر جب یہ جام نکلا اور ان کا جھوٹ قسم کھانا لکھا تو دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے میرے سے خریدنا ہے اور وارثوں نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق وارثوں پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید واقع ہونے سے منکر تھے۔ قال المفسر حمہ اللہ نے بھی بیان معنی میں لقولہ فان اطلع علی امارۃ مذبذبا فادعیاء افعالہ سے وصی کے مدعی اور وارثوں کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ وارثوں کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سب نزول کا شاہد صریح موجود ہے۔ **قَالَ اللهُ**۔ اور ڈرو اللہ سے یعنی ہر ایسی بات جو اسکی مرضی کے خلاف ہو از انجمل یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو سکو بھی چھوڑو۔ **وَاَسْتَعْمِلُوا**۔ اور سنو۔ **ف** یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے اور کانوں سے بہے نہیں ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سنا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود پروردگار سے مخالفت کرے وہ بھڑکا پھرے گا۔ **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ**۔ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا راہ خیر کی طرف اُس قوم کو جو فاسق ہیں **ف** یعنی اُسکی فرمانبرداری سے باہر ہیں **ف** یعنی الی سبیل خیر متعلق لا یہی ہو۔

يَوْمَ يَجْعَلُ اللهُ السَّرْسِلَ فَيَقُولُ مَاذَا اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغيوب
 جن دن اللہ جمع کرے گا رسول پھر کھے گا تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو یہی ہے سچی بات جانتا
يَوْمَ يَجْعَلُ۔ زجاج نے کہا کہ جن دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا رسولوں کو **ف** وہ دن قیامت ہو اور یہ یا تو متعلق ہے القوا کے یعنی ڈرو اللہ تعالیٰ سے اس دن کو کہ جس دن رسول اور تمام خلائق عشرین جمع ہوں اور یا علیحدہ جملہ ہے اور اذکر وایا اسکے مانند پوشیدہ ہے۔ یعنی بیان کر دے اور نصیحت کر دے کہ یاد کریں وہ دن کہ جس میں اللہ تعالیٰ جمع کرے گا رسولوں کو اور وہ روز قیامت ہے **فَيَقُولُ مَاذَا اجبتم** پھر فرمادے گا اللہ تعالیٰ تم کو کیا جواب دیا گیا **ف** یعنی اللہ تعالیٰ قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولوں سے ارشاد فرمادے گا کہ وہ کیا جواب ہو جو تم کو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسکو خوب معلوم ہے جو کچھ قوم نے جواب دیا یا لیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و نصیحت کرنے کے واسطے ہے جیسے فرمایا۔ **واذا الموءودۃ سکت باہی ذنب قلت** یعنی زمانہ جہالت کے عرب جملہ لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے اور توپ دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موؤدۃ لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو بیچارہ کی کس گناہ پر ماری گئی اور مقصود اس کے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہے کہ اسپر حجت قائم ہو جائے اور ما استفہامیہ ہے اور ذام معنی الذمی ہے اور بعض نے کہا کہ ذائدہ اور ما منصوب با جہتم ہے۔ **قالوا لا علم لنا**۔ بولے ہم کو اسکا علم نہیں ہے **ف** یعنی بولیں گے کہ پروردگار ہمارا کچھ علم نہیں اور اضی بجائے مضارع کے اشارہ ہے کہ یہ امر یقینی ہے اور پہلے جمع و بقول فرمایا کہ اہل یان دنیا میں اس کی تاویل کے مستظہر ہوں۔
انك انت علام الغيوب بیشک تم ہی پوچھی بات جانتا **ف** پس تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ انھوں نے ہم کو جواب دیا اور اپنے دونوں میں

چھپا جس کو ہم نہیں جانتے ہیں۔ عین جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونوں معنی ہیں آتا ہے و در اصل مصدر ہے اور مراد وہ چیز جو غائب ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی غائب نہیں تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ جو خوب جاننے والا ہے۔ اس سے پوشیدہ کہاں لیکن مراد یہ کہ جو بندوں کے علم سے پوشیدہ وغائب ہر وہ تجھی کو معلوم ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنت و جہنم کا عیانی علم کسی کو نہ ہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہر کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہیں نہ بھی اور تعالیٰ جانتا ہے اور کسی بندہ پر یہ صادق نہیں ہر کہ وہ عالم علی الاطلاق ہر حتی کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہاں مرے گا کوئی قطعی یقینی طور پر نہیں جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ سل علیہم السلام جو جواب یا گیا تھا اس کو وہ جانتے تھے پھر انھوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ لا علم لنا۔ تو جواب یہ ہر کہ قولہ ما ذا ا جبتم۔ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ظاہر تم کو کیا جواب یا گیا اور دوم یہ کہ تمہاری دعوت توحید کو قوم نے کس قبولیت سے قبول کیا یعنی صدق اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا۔ پس دوسری صورت میں ان کا جواب ظاہر ہے کہ در واقع ان کو اس کا علم نہ تھا کہ نفاق ہے یا اخلاص ہے۔ الا اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے ان کو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہیں کہ ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کو ہے اور قولہ لا علم لنا۔ میں بھی کہا گیا کہ مراد فی العلم مطلقاً نہیں ہر بلکہ ایک ساتھ تمام علم حضرت باری تعالیٰ کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہے ہر علم کچھ علم نہیں۔ امام رازی نے کہ میں کہا کہ رسولوں کو یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بد بخت کی توحیح ہے ہر کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب میں پر سینے اور ان کو معلوم تھا کہ ایسا عالم وانا ہے کہ اس کو کسی وجہ پر جہل نہیں اور علم ہر کہ وہ ان سفہ کا نام نہیں اور عادل ہر کہ وہ ان ظلم کو دخل نہیں تو انھوں نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل پاداش ہر تو انھوں نے ادب ہی میں دیکھا کہ سکوت کریں اور تمام علم حضرت باری تعالیٰ کی طرف سپرد کریں اور اسی کے عدل پر چھوڑیں پس کہا کہ لا علم لنا اور بعض نے کہا اے ہم کو علم نہیں جو انھوں نے ہمارے پیچھے برتاؤ کیا اور یہ ضعیف ہے اور اسی طرح جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم ان کی بابت ایسا نہیں جیسا تیرا علم ہے اور غصہ کرنے جواب یا کہ۔ ذہب عنہم العلم لشدة ہول یوم القیامت و فرغم تم شہر ان علی انہم لایسکنون یعنی محققین علمائے احادیث آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہوں گے پس یہ حال اس وقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و ہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل بھولے ہوئے ہوں گے پس ان سے یہ علم جاتا رہے گا کہ ان کو قوم نے کیا جواب یا اور کیوں نہ قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاویں گے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ انھوں نے ایسا اور ایسا کیا اور یہی جواب صحیح وہی سلف سے مروی ہے۔ ذکر اسخ ابن کثیر حضرت مجاہد حسن بصریؒ نے کہا کہ رسولوں سے یہ قول بسبب ہول روز قیامت کے ہوگا علی الرزاق نے مجاہد سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرمادے گا کہ ما ذا ا جبتم تو فزع و گھبراہٹ سے عرض کریں گے کہ لا علم لنا۔ اسے پروردگار ہم کو تو معلوم نہیں۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال سباط عن السدی فی قولہ یوم جمع اللہ الرسل فبقول ما ذا ا جبتم قالوا لا علم لنا۔ وہ لوگ ایسے مقام میں ہوں گے کہ وہ ان عقولوں کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاویں گے تو کہیں گے کہ لا علم لنا پھر دوسرے مقام میں آتے جاویں گے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے۔ رواہ ابن جریر۔ عن ابن جریر فی قولہ ما ذا ا جبتم۔ اسے تمہارے بعد انھوں نے کیا کام کئے اور تمہارے بعد کیا نئی بدعتیں نکالیں تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ ایسا ہی ابن جریر نے من طریق الحجاج عن ابن جریر روایت کیا۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی الآیة رسل علیہم السلام حضرت حنی عزوجل سے عرض کریں گے کہ ہمارا علم کیا ہے کچھ نہیں تو یہی خوب انا ہے کہ ہم کو کیا جواب ملا۔ رواہ ابن جریر۔ قال ابن کثیر ان میں انوال میں سے شیخ ابن جریر نے اسی سیر

قول کو اختیار کیا اور اس میں شک نہیں کہ یہ اچھا قول ہے اور یہ بطریق ادب کے ہے کہ او تعالیٰ کے علم محیط کے سامنے جو حقیقت علم ہر ہمارا کچھ علم نہیں یعنی ہم کو اگرچہ جواب دیا گیا اور جس نے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو سچا نہیں لیکن کچھ ہم کو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی شناخت نہیں ہوئی اور اے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہے تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا کچھ نہیں ہے۔ **قال المرجم** کوئی شک نہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہیں کہ لفظ میں بندوں پر بھی اطلاق ہوتے ہیں جیسے علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناظر تکلیف میں جسکو اہل الحق یوں تعبیر کرتے ہیں کہ نہ بندہ محض مجبور یا نڈھرتیہ وغیرہ کے ہے اور نہ مختار ہے بلکہ امر میں یعنی بیخ و بیج میں ہے اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہے کہ بیان سے اعلیٰ اور حیوانی عقل سے باہر ہے لہذا اس عبارت میں تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالیٰ جل جلالہ ہے پس صفات اسی کی جناب میں اس کی شان پر حقیقت میں صادق ہیں اور وہ مومن تھی جو بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہے اسی نام کی صفت باری تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ پس لا علم لنا بہر طرح سچ ہے اس میں دروغ کو دخل ہی نہیں ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ لا علم لنا دروغ ہو جاتا ہے محض جہالت کا اعتراض ہے لیکن چونکہ کلام کی عقل حیوانی اس میں ادراک سے عاجز ہے لہذا جو اب اسلم وہ ہی جو مجاہد و سدی حسن وغیرہ سے برائے اختلاف مقامات مذکور ہو گا کہ اول حالت میں سبب ہول و فزع کے ایسا کہیں گے اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ **بسل علیہم السلام فزع** سے نجات پائے ہوئے ہیں۔ **کما قال تعالیٰ**۔ **لا یحزنہم الفزع الا کبر الایۃ**۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے مطلق فزع کی نفی نہیں ساونیز حزن بعضی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیاء علیہم السلام ہمہ تن مطلع رہتے ہیں ان کو ضرار حق سے خردی نہ ہوگی اور نیز عدم حزن بلفزع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہو گا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ **بسل علیہم السلام** اس وقت ہوتی ہے کہ ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا متنی ہو گا بسبب غم و غضب و جلال الہی عزوجل کے سوائے ایک سالن اک مصطفیٰ صلعم کے کہ آپ کو امت عاصی کا خیال ہو گا اور یہ آپ کے خصوصیات میں سے ہے **فلینفکوا شکر و الحمد لندرب العالمین** **وقال فی العرائس** **قوله تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول لایۃ** صفات و سبحات ذات تعالیٰ و تقدس کے طور کیلئے بندوں کی ارواح کو مواقع و اوقات میں جو حالت حیات میں جب تک دائرہ دہر و حدیث میں گرفتاری ہے بطریق کشف و عرفان کے ہر پھر شیخ نے کہا کہ اگر جب کشف کلی اور ظہور تمام منظور ہو گا جیسا کہ خطا ازلی سے مفہوم ہے یعنی قیامت میں کہ دن زمانہ وہاں آخر ہر دو سبب خاص بندے میں نہیں بلکہ مجمع کئے جائیں گے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہے تو عارفین ہاں جمال حق و قرب وصال سے متمتع ہوں گے۔ اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے کہ یہاں کے مروجے وہاں بندہ ہیں تو وہ ہمیشہ ہاں میلان سرو میں نور کے طور میں ہوا درگاہ انس میں خوشحال جاویں گے اور وہاں مقامات بہت ہیں پس ایک مقام پر تو ان کو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ ان کا بود بندوں کیلئے بسط عسائرت سے مشاہدہ کی نعمت مرحمت فرمادیں گا۔ اور ایک مقام میں ان کو قہا ہوگی اور یہ سطوات عظمت کے هجوم و تراکم سے جبکہ کبریا و عظمت کا ظہور ہو گا اور اسی مقام پر حدیث ہے جو کچھ اس میں ہے سب کچھ عزت و درم میں مضمحل ہو جائیگا جس کی توجہ جلال سے فنا نہ کبھی جمال سے بقا ہو سکے اور کبھی لطف سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہوں گے اور ایسے ہی خطاب ہے۔ **قوله ان الملک الیوم اللہ الواحد القہار**۔ اور ایسے ہی **قوله یوم یجمع اللہ الرسل فیقول** **ماذا اذیتم**۔ ان کے خطاب سے ان کو عار و ننگ دیا کہ رو بہت میں عبودیت عاجز ہو اور درم میں حدود فنا نہ اور یہ ان کو خطاب دنیاوی سے معلوم ہو چکا تھا اب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کر دیا اور یہ علم صادق وہ ہے کہ خبر میں مطالب معائنہ ہے اور یہ نہیں کہ عرفان کے لئے اور کافروں کے خذلان کیلئے

سہ ورنہ او تعالیٰ شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہرگز وہاں جہل کا نام نہیں بلکہ جہل کی نفی کرنا شرم ہے کہ کیونکہ نفی زبان کرنی چاہیے جہاں اس چیز کا وہم تو ہو سکے اور یہاں علم و جہل کی مخلوق ہیں معنی آنکہ ظہور نکامعانی ہیں اسکی تمکین ہر علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا اور انکے اعدم داخل قدرت ہیں یا نہیں مترجم کے نزدیک جانوں کے خیالات ہیں اور شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہے اس طرف توجہ کر لیا اہل جان اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے سرگردان ہیں تو کبھی اس مضحکہ میں گرفتار نہ ہوں کہ کتاب آہی و سنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کرتا کہ روشن راہ پر چلاوے والسلام۔ وفتح ہو کہ رسول علیہم السلام نے جو جوابے یا کہ لا علم لنا اسکے یہ معنی ہیں کہ ہم کو اسکا علم نہیں جو تیری ہم سے مراد اور ہمارے ہی قوم سے جن پر ہم بھیجے گئے تھے مراد ہے اور ہم کو اسکا علم نہیں تو تو نے ازل میں ہم سب پر جاری کیا اور ہم کو اسکا علم نہیں جو ہمارے نفوس میں ہے جو تیری مراد ہے اسکا علم تو بڑی بات ہے اور ہم کو علم نہیں مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہے اسی اسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس کو اظہار کریں کہ لا علم لنا۔ اسی اسطے عرض کیا کہ حکم کی سجا آوری تھی ورنہ ہم یقین جانتے ہیں کہ انک انت علام الغیوب۔ اور اسی واسطے اس کلام کو حرف ان و ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود عیب مہدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے مؤکد کیا حالانکہ وہاں منکر کوئی نہیں ہر فافہم۔ قال الشیخ۔ اور ہر گاہ کہ کشف عظمت میں سہوت و متحیر و حیران و از خود در فتنہ ہو گئے تو ارواح و پاکیزہ و خرم ہوئیں لیکن مشابہح و صلوٰتین مضمحل از خود در فتنہ ہو گئیں اسواسطے ان کو یہ طاقت نہ رہی کہ جو ان کے دلوں میں ہر وہ ادا کر سکیں یہ سبب عیب و بدیہ خطاب حضرت اب العزت جل جلالہ کے۔ اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو ان کو جوابے لئے تھے وہ حضرت او تعالیٰ کی عظمت و جلال کے حضور میں اظہار کریں معنی یہ کہ دنیا میں شیطان کے پیروا ایسے ہیودہ جوابے تھے ہیں کہ ان کی باتوں سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل رکھنے والوں کے روئین کھڑے ہوتے ہیں و حسب قیامت میں ان ناپاکوں کی آنکھیں کھلیں گی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ سچیائی کر چکے ہیں ہر بندگان خاص سے دہنا پاک جواب دہ ہو سکے تو انہوں نے علم آہی پر توفیق کیا اور مترجم پہلے بیان کر چکا ہے کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال میں صادق ہے مگر تو یہ ایسے شخص کے سامنے جو اس کو نہ جانے دوانہ ہوگا۔ فافہم۔ قال الشیخ اور نیز لا علم لنا یعنی جو کچھ تو نے ان کے اسرار میں مخفی کیا وہ ہم کو نہیں معلوم کیونکہ غیب تو ہی جانتا ہے اسی اسطے کہا کہ انک انت علام الغیوب۔ واسطے نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جس کی طرف سے ان بندوں سب کی طرف تھا تو خاص بندے ہونے کے ہم کیونکر کہیں کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یوں کیا تو وہاں حقیقت کے حال میں زبانیں بند ہو گئیں۔ اور کہا کہ رسولوں کو خطاب فرمایا نہ قوم کو کیونکہ او تعالیٰ دانائے ہے کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجھ اٹھانے والی ہیں اور انہی کی شناخت میں بڑی بات ہے ہر کہ خطاب کو مشاہدہ میں برداشت کرتے ہیں اور یہ نہایت سخت منزلت ہے اسی اسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا۔ ہم کو علم ایسی حالت میں کہاں کہ تو نے جبروت کو کشف فرمایا ہے جہنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ رفیق و فریض تھی کہ سمجھے نہیں اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب رو ہونے کی وجہ سے سبب ہیبت کے مچاتے ابن عطاء نے کہا کہ ہر تیرے سوال کی سچ نہیں اور ہم سے کوئی جواب نہیں ہر وجہ سے کہا کہ جب انہی پر اوحی تھی علی علم و سبقت ہوا تو وہ اپنے علم پر بول گئے اور لا علم لنا ادب کی پابندی ہے اور یہ نہیں تھا کہ جو کچھ انکو جو انہی اس نادان تھے مجھ میں افضل نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہوا اسکا ہم کو کچھ علم نہیں ہے۔ فافہم۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِذْ نَفَخْتِي عَلَيْكَ وَوَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ مِمَّا ذُكِّرْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ

جب کے گا اللہ صیبریہم کے بیٹے۔ یاد کر میرا احسان اپنے ادب اور اپنی مان پر جب مدد کی میں نے تجکو روح پاک سے

تو خطاب کرتا لوگوں سے گو دین اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجکو کتاب اور بچی بائیں اور نوریت

وقف لازم

وَالْأَجْنَلِ ۚ وَإِخْلَاقٍ مِنَ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنِّي فِتْنًا فَتَكُونُ

اور انجیل اور جب تو بنانا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے بھر دیا اور اس میں تو ہو جا ۲
طیراً مِ يَإِذْنِي وَتَبْرِئِي الْأَكْمَامَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ تَخْرُجُ الْمُؤْتَىٰ بِإِذْنِي ۚ

جانور میرے حکم سے اور چمکا کرنا ان کے پیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کر لے کر تار دے میرے حکم سے
وَإِذْ كَهَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيْتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب لایا ان پاس نشانیاں تو کہنے لگے
مِنْهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۚ وَإِذْ أُوحِيَتْ إِلَىٰ الْحَوَارِيِّينَ أَنْ يَسْأَلُوا

ان میں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے صریح اور جب میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہیں لاؤ مجھ پر
بِي وَبِرَسُولِي ۚ قَالُوا آمَنَّا وَشَهِدْنَا بِمَا سَلِمْتُ

اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں
وضیح ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے ان لوگوں کے جواب کی نسبت جو انھوں نے رسولوں کو دیا سوال کرنے سے ان لوگوں کو توجیح کیا بعد

از ان آیت و معجزات کو جو اپنے رسولوں کو عطا فرمائے بیان کر کے توجیح فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات و معجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگوں
میں سے بعض نے ان کو چھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اس قدر غلو کیا کہ ان کو معبود اور اللہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا اذ قال الله ليعيسى ابن مريم

جب کہ ایک گائیکہ ایشیاء کے بیٹے فاذ ظن متعلق بمقدار انداز کہ ہر اور یہ یاد دہانی نصیحت ہے کہ ایسا ہو نیوالا پس اس وقت سے نیکیت
لوگ اپنی پیش بینی کریں اسی اسطے قال ما ہی فرمایا حالانکہ قیامت میں واقع ہو گا یعنی آئندہ نطقی لوقوع بمانند ماضی کے ہے۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام

کی ظاہر ہے کہ دوڑے گروہ بیود و نصاریٰ مختلف ہیں کیہ ہو تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ ان کو چھٹلایا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کر کے
کہ ان کو اللہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے ان ایمان کو کھٹے ہوئے اور یہ بیان انعامات و عیسیٰ وان کی الہیہ اصیالات مقدمہ تہیہ آئندہ کلام کی اور وہ قولہ انت قلت

لناسن تخذونی و امی الہین من دون اللہ۔ جیسا کہ آدیکہ انشاء اللہ تعالیٰ پس پہلے ان آیات میں جو عیسیٰ علیہ السلام وان کی والدہ پر انعامات وغیرہ
اور ان کی دعا سے پیروی کرنے والوں پر فضل ہوا اور نافرمانوں پر عقاب ہوا ہے سن کر نصیحت لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت میں او تعالیٰ اپنے

بندہ و رسول عیسیٰ علیہ السلام کو عزق منت واحسان فرماو گیا اور ان کے بارہ میں افرط و تفریط کرنے والوں کو ملامت و سزائش کرنے کو یوں
خطاب کر گیا کہ اے عیسیٰ بیٹے میرے۔ اذ کثر نعمتی علیک و علی والدتک و ما و کر میری نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور تیری والدہ پر ہوئی ف

یا کرنے سے یہ مراد کہ اس کی شکر گزاری کر۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام ہر حال میں یاد رکھنے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک رگ بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پس ہاں ہجرت قوم جو اس کو نہ مانتی تھی خواہ ہوا اور نیز وہ قوم جو اس کو لاکہ و معبود و نبیا سمجھتی تھی اپنی

غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اس کو رسول کیا اور اس کی مان کو
پاک بنی عبادت کرنوالی داس مان کی تمام عورتوں سے برگزیدہ دیندار بنادی۔ پھر خاص خاص انعام کو یاد دلایا۔ اذ آیت تک ۱۰ ص ۱۰۰ الفہم من قف

جبکہ میں نے تجھ کو قوت دی ہے خاص فرشتہ جبرئیل سے ف اور قدس معنی پاکیزگی ہے اور مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے تھے جہاں
جاتے وہاں ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے ان میں مدد کرتے اور علوم و معارف ان کو بطریق الہام کے سکھلاتے اسی اسطے عجیب خلاف عادت

باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھیں اور بعض نے کہا کہ روح القدس ہ کلام تھا جس سے مراد کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہر لکبہ ہی عانت ہیریل
 علیہ السلام مراد ہے اسی اسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے **تکلم الناس فی المہدی و کھلا تو کلام کرتا لوگوں سے گو دین اور بڑی عمر میں** ف
 یہ جملہ اعراب میں ایذا تک کے کا ف خطاب مفعول سے حال اقع ہے اور ہمدین یعنی حالت طفولیت میں و آمل میں یعنی زمانہ سن کولت میں۔ حاصل آنکہ
 میں نے روح القدس سے تیری تقویت کی در حالیکہ تو باتیں کرتا تھا لوگوں سے بچپن جوانی میں۔ چنانچہ جب میرم کو لوگوں نے ہتان لگایا تو ہمد یعنی
 گواردہ میں سے چند روز کے سچہ تھے۔ بوسے کہ فی عبد اللہ آتی الکتاب الایۃ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں نہ تھے اس نے کتاب بیکرا پنا رسول کیا ہے
 حالانکہ سوقت تک انجیل تری بھی نہ تھی اور اسی حال میں اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا۔ اگر کہا جاوے کہ ہمدین یوں کمال عقل کی باتیں کرنا تو احسان و معجزہ ہے
 اور الت کمل میں تو سب ہی باتیں کرتے ہیں ان کی شخصیت کیا ہے جو اب یہ ہر کہ معنی کلام کے یہ ہیں کہ چھ پر دونوں حالتیں یکساں تھیں کچھ فرق نہ تھا۔
 یہ خلاف اول لوگوں کے اور تیرا ظاہر ہر کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن و شباب جوانی کی حالتیں سن کی بدلتی تھیں جیسے آدمیوں پر گذرتی ہیں علاوہ ہر
 کمل میں لوگوں سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہو گیا۔ کما قال المنسیر نفیذ ولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکوتمہ کما سبق فی آل عمران۔ کیونکہ وہ سن
 کولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے ہیں اور قیامت سے کچھ پہلے اُتارے جاویں گے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم میں ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا
 بلکہ اتریں گے تو دوسری سن قریب کولت کے ہوگا اور سات برس نیامین جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرنے کے پھر جاویں گے اور مسلمان لائے
 جزا سے پرناز پر ہر کہ دفن کریں گے۔ یہاں سے نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا اقتضای النہض سے ثابت ہے اور جانتا چاہیے کہ مشرکوں
 کافروں سے بڑا تعجب ہے کہ اہل اسلام کی کتب حدیث میں جو آثار و اخبار مروی ہیں وہ مفصل ایک ایک موجود و ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور دین اسلام نہایت
 عمدہ اخلاق و پاکیزہ قانون پر مبنی ہے حتیٰ کہ اسی سے نصاریٰ نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ اہ دیکھتے اور نہیں مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی
 حالت اچھی نہیں اور یہ اور بھی عجیب ہے کیونکہ گفتگو دین اسلام کی خوبی میں ہے اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہیں چلتے تو یہ ان کا تصور ہی
 اور اسی سے ان کی حالت خراب ہے۔ تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانوں کی چال کومت دیکھو واللہ الامادی وہو المفضل لہ فوذ بائس من الضلال۔
 باجملہ او تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت و کولت میں ان کی یکساں باتیں
 ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تین برس کے سن میں رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالیٰ نے
 اُٹھا لیا پھر سن کولت میں دین پر اُتارے جاویں گے اور آل عمران میں یہ بحث گذری کہ مواہب سب اس کی شرح وغیرہ میں باسئلہ لالی بیان ہوا
 کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا اور حاکم کی روایت میں ایک سو بیس برس کے سن میں اُٹھا یا جانا مذکور ہوا ہے لیکن شیخ ابن
 کثیر نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن میں اُٹھا یا جانا مسلم لکھا ہے کما مر سابقاً اور بر بنائے روایت حاکم و قول
 شرح مواہب غیرہ کے سن کولت میں انکا کلام واقع ہو گیا اور یہی ظاہر آیت ہر الا آنکہ کہا جائے کہ قیامت میں انسان کے وقت ایسا وقوع ہو جائیگا
 کہ طفولیت و کولت میں انکا بیان کی تحقیق ہوگا صحیح ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے طفولیت و ہمد میں صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالیٰ حکایتہ عنہ فی عبد اللہ
 آتانی الکتاب جعلنی نبیاً الایۃ میں مذکور ہے اور مولف فتح البیان نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی ان
 پہلے کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی تھی تو یہ مولف مذکور کا سوہ ہے اور صحیح ہوا کہ چنانچہ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے ہمد میں کلام کیا اور مفسر جلال الدین
 سیوطی وغیرہ نے ان کو بالاستیعاب نظم کیا ہے از انجملہ جن طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بریت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیر خوار تھا اور وہ
 زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہے۔ فانہم۔ اور ابو موسیٰ اشعری سے منقول روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیاء علیہم السلام

وَأَنَّ كِيَامْتِينَ بِلَانِي جَاوِيْن كِي پھر عیسیٰ علیہ السلام بلائے جاویں گے ان کو مقرب فرما کر اور تعالیٰ اُن کو اپنی نعمتیں یاد دلاو گیگا پس فرماو گیگا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الایہ پھر فرماو گیگا انت قلت للناس اتخذونی وافی الین من دون اللہ پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کرینگے کہ اسے پروردگار میں نے نہیں کہا اور اگر میں نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلائے جاویں گے اور اُن سے پوچھا جاو گیگا تو وہ کہیں گے کہ ہاں اُس نے ہم کو یہی حکم دیا تھا تا آخر حدیث اور انجام امین یہ مذکور ہے کہ جنت قائم ہو کر نصاریٰ کو صلیب لگے کر دی جائے گی کہ اسکے پچھتے دوزخ کو جاویں گے۔ رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردودہ و ابن عساکر و فیہ ضعف پھر اللہ تعالیٰ نے اور نعمت یاد دلائی بقولہ - **وَإِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ**۔ اور جب کھائی میں نے تجھ کو کتاب و پکی باتیں و بعض نے کہا کہ کتاب سے جنس مراد ہے عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہے اور حکمت سے فہم اور حکم بقرنیۃ قولہ **وَالْتَوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ**۔ اور تورات اور انجیل۔ اور تورات سے مراد وہ کتاب آبی جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور ابن کثیر نے کہا کہ حدیث میں بعض مقام پر تورات کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہے اور بنا بر قول اول کے یعنی کتاب سے جنس کتب مراد ہے تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تیسیم ہوگا سبب انکہ حضرت عیسیٰ کو ان دونوں کتابوں سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود و عرآب سے جھگڑائے کرتے تھے تو آپ تورات سے ان کو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل میں جو حقیقات حرامین میں ہیں یہاں یہ بات صریح ہے پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ - **وَإِذْ فَخَّلْنَاكَ مِنَ الطَّيْرِ بِإِذْنِي**۔ اور جب بنا نامی سے جانور کی صورت میں کر حکم سے ف یعنی مٹی سے پرند کی ہیات کے مانند تصویر بنا تا تھا پس خلق یہاں تصویر بنانے کے معنی میں ہر اور پیدا کر دینے کے معنی میں نہیں ہو سکتا بقرنیۃ ما بعد کے اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشعر عنہ تھا اور یا حاصل اجازت تھی جیسا کہ قولہ باذنی دلالت کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کر دینا اور اکسیتۃ الطیرین کا ف سمیعہ معنی مثل ہے اور وہ مفحول متخلق ہے اور مروی ہوا کہ فقط چرگا وڑ بنا یا تھا اور آل عمران میں تمام تفسیر گذر چکی ہے معنی آنکہ اور یاد کر جیسا کہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے مثل کو مٹی سے بنا تا تھا **فَتَنفِخُہُمْ**۔ جیسا کہ پھر تو دم مارتا اس ہیات میں ف یعنی ساختہ تصویر میں پھونکتا تھا۔ **فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي**۔ پس ہو جاتا جانور میرے حکم سے ف یعنی یہ تصویر تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہو جاتی تھی میرے ارادہ و تاثیر قدرت سے۔ پس باذنی سے تشریح کر دی کہ او تعالیٰ نے عیسیٰ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ یہ قدرت و ارادت کی تاثیر ان کے نفع پر ہو جاتی تھی اور یہی حال جملہ نبیا علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ ان کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہیں ہر کین ملک جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہیں اور عوام اس کرامت کے لائق نہیں ہیں پس عوام جاہل اور بتیرے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہیں کہ فلان نبی چاہیں تو ایسا ہو جائے ہی کہ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر نذر نیاز نہ کرے تو وہ ایسا ضرر پہنچاویں گے یہ سب ان کی جہالت و گراہی ہے شاہ ابوالحسن نے خوب لکھا ہے وہی کو گو کہ قرب کردگار پر نہیں تقدیر میں کچھ اختیار ہے خود و شر اس کو گرنے کوئی ذیہ غیبت ذہن کی ہے اور کجی ہے اور مولوی روم علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ہے اولیاء را ہست قدرت اندامہ ذیہ حیرتہ بازگردانند زراہ : اسکو جاہل نبی کو فہمی سے سد لاتے اور نہیں سمجھتے کہ اس کے تو صاف ہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کمان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ میں سے پھر آوے اور پھر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے وہم سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر میں وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰ کے وہم سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہو گیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جنابیت پر شکر کرنا چاہیے اور انبیاء و اولیاء کی ہرگی و بڑائی اور پاک مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیے۔ زیادہ یہاں

میں ہے کہ بلا خلاف یہاں حجاب الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا اوحی ربک لی الخ لانی ان اتخذی من الجبال بیوتا من الشجر الایہ میں وحی الہامی ہر ایسا ہی بعض
 سلف نے اس آیت میں قولہ اذا وحیت الی الخ اور میں کے وحی کو کہا کہ ان کو الہام ہو پس انھوں نے اسکی پابندی کی قال حسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو
 ایسا الہام فرمایا۔ قال السدی ان کے دونوں میں یہ بات ڈال دی۔ قالوا امتنا ابولے ہم یقین لائے وف یعنی اللہ تعالیٰ واسکے رسول عیسیٰ پر پورا ایمان
 لائے واشہد باننا مسلمون اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں ف پہلے ایمان و پھر اسلام ذکر کیا تو اسلام معنی اخلاص و توحید و مراد و ایمان
 ہے اور نیز ظاہر ہے کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر میں بھی انقیاد و اطاعت کی ف قال فی العرائس قولہ تعالیٰ اذا قال اللہ یسی بن
 مریم اذکر نعمتی علیک لآئینہ یعنی خالص ادا و محبت والوں سے بیان کر دے جو میں نے تجھ پر کشف جمال اظہار علوم غیب و تعجلی کا انعام کیا اور تیری مان پر کلمہ خاص
 القادر کیا جبکہ اس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الہییت سے ملتبس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذا ید تک بروح القدس
 یعنی بروح معرفت جو روشن بصیرت ازل تھی اور یہ وہ نفع اول ہے جو اللہ تعالیٰ نے روح تعجلی بجمال جمال سے آدم علیہ السلام میں بھجوا کی تھی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ فرمایا۔ ان مثل
 عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الایہ۔ صورت عیسیٰ پر انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہو گئے اور لاہوتیت اور ناسوتیت کے امتزاج کی تمت سے بسبب روح القدس
 کے مقدس ہو گئے پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا۔ تو یہ نہیں دیکھتا کہ کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مرد سے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید و نور
 روح قدس کے جلال سے مرد زندہ کرتا تھا اور نیز معنی قولہ اذا ید تک بروح القدس آنکہ میں نے تجھ کو بندہ جبرئیل علیہ السلام سے تائید دی تاکہ تجھ کو تمام ہوت
 و شریعت پہنچا دے اور شہرت کے گوارا میں تیرے ساتھ ہے کیونکہ تیرا عدد نور ربوبیت سے ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو تجھ کو تمام ہستی میں سکون
 نہ ہو سکتا بلکہ تو فانی و نابود ہو جانا بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال میں لکھا کہ ان میں سے بعض پر القاء روح النبوة تھا اور بعض پر القاء
 روح الصدیقیت اور بعض پر روح المشاہدہ۔ اور بعض پر روح الصلاح و المحرمہ اس طرح مختلف تجلیات سے القاء ہوا اور ان کے اسرار میں وہ باتیں پوشیدہ
 دین کہ انکبا بیان و تبیین نہیں ہو سکتی ہے وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اسکا وصف غائب و غیبی ہے۔ و اسطی حتمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت کی
 روانی نہیں مگر جہی کہ روح کو صحبت قدم پیسر آتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذا ید تک بروح القدس تکلم الناس فی الہد و کمالا پس جس کو قدم میں صحبت روح
 سے فیض ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اذا ید تک بروح القدس میں اسطی حتمہ نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے
 ایک اشارہ لطیف یہ ہے کہ روح مستر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قربا کی محض پوشیدہ ہے وہ وہم و گمان و بیان سے باہر ہے بعض مشائخ نے
 قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ جو ہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیری شکل جی میں سے کسی چیز سے متنزع و مرکب میل نہیں پائے گی بلکہ میں نے اسکو
 تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو قدس و مطہر کر دیا ہے تاکہ تو میرے سوا کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور میں نے تجھ کو اس جسم میں بطور
 عاریت کے بسایا ہے جیسے ابتدائے حال میں آدم کو جنت میں مستعار رکھا تھا اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ تیرا جسم بھی اس روح کی محاورت سے سستی دنیاوی
 کے میل کچیل سے ظاہر و پاک ہو جاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونوں پاکیزہ ہو گئے اور دونوں کو محل قدس کی طرف اٹھالیا اور تمام نعمت الہی اپنے
 بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ ہد میں اس کے جسم کو باندا اسکی روح کے پاکیزہ کر دیا اور یہ محض قوت الہیہ اور ظہور قدرت ہے اور اسی سے ہمد
 میں عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تزیہ و صف و قدس و جلال و ربوبیت و کمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو اس میں فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور ہے میں
 تا زمانہ کولت رہا حتی کہ ہندگان الہی کو اللہ تعالیٰ کی تزیہ و صفات و قدس و جلال و حسن جمال سے عارف کر کے مالال کیا اور ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ
 تکلم الناس فی الہد و کمالا۔ اور اس میں اور زیادہ فرمایا بقولہ واذ علمتک کتاب۔ یہ خاص تعجلی بقدرت الہیہ تھی کہ تبیین کیے سکھائے عیسیٰ نے کھنجا جان لیا
 قال لمر جسم قدرۃ الہیہ سے شیخ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا۔ بل یدہ مہسوطتان الایہ۔ تو اکابر الہیہ را اللہ اور مشائخ صوفیہ اور اکابر عارفین

وسلف کے نزدیک یہ معنی یہ ہاتھ نہیں بلکہ یہ ایک صفت ہے اور تعالیٰ کی صفات سے اور اسکی تحقیق سے کوئی بندہ آگاہ نہیں ہے اور یہ بحث اور بحث آیہ کریمہ مصدرہ بیان ہو چکی ہے یہاں شیخ نے یہی کہا کہ او تعالیٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ انعام یاد دلا یا کہ اذ علمتک الكتاب یعنی یاد کر کہ میں نے تجھ کو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا ان کو تعلیم آبی سے اس طرح آیا کہ ایک صفت کی اسپر تجلی فرمائی اور وہ صفہ الید ہے پس لکھنا آگیا۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ و اکتھتہ۔ اور مراد اس سے معارف محبت ہیں اور طریق کشف ملکوت اور بطون افعال مع ان کی ماہیات کے۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ و التوراة پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ کو سکھلایا تھا باین طور کہ نور تورت سے اسپر تجلی فرمائی تاکہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب احکام معلوم ہوں پھر زیادہ کیا بقولہ۔ والاخیل۔ اس میں ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت آئینہ کا ظہور اسکے منظر سے فرار دیا کہ جو روح قدس زمین تھی اسکے لفظ سے پرند کے خاکہ کو زندہ کر دیا اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت میں سے ہے اسکا ظہور اس بندہ خاص پر کرامت کیا اسے جس سے اندھے ماہر اور کور ٹھہری پھر ہو جاتے اور مردے زندہ ہو جاتے اور جو امور عوام ہنڈن کی نظر سے غائب و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کہتے۔ و انکم بما تاکلون من الذخرون فی سوتکم چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے شیخ ابو علی رو بہاری نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پڑھیک قائم و مستقیم رہتا ہے تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و استعداد کے ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ سب اسکی فضا و قدر کے موافق ہے تعالیٰ اللہ عزوجل پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ و اذا وحیت الی الخواص ان آمنوبی و رسولی۔ وحی آئی جو رسولوں علیہم السلام کی طرف ہوتی ہے وہ خاص ہوتی ہے اور عام اور خاص وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے اور عام بلا واسطہ جبریل علیہ السلام ہوتی ہے اور وحی خاص کے چند مراتب ہیں۔ وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات پھر جو وحی کہ بذات تعالیٰ و تقدس ہے وہ خاص مقام توحید میں بیدار عظمت و کبریا کے وقت ہوتی ہے اور وہ مقام فنا ہے اور وحی صفات ہوتی ہے مقام معرفت میں جبکہ تجلی جلال ہوتی ہے اور وہ ان محل بقا ہے۔ قال المترجم فنار اول مقام توحید کا ذکر فنا ہے اور بقا معرفت بعد فنا کے بقا ہے فافہم و اللہ اعلم۔ اور وحی فعل مقام عشق و محبت میں ہوتی ہے اور وہ ان منازل انس و انسا طہین اور اس مقام میں تو اولیا کو بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل میں حصہ ہے اور جو وحی کہ فرشتے کے ارسال سے ہوتی ہے اس میں اولیا کو کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔ قال المترجم دئی کو طاقت نہیں کہ فرشتے سے اسکو اتصال ہو سکے اور یہ تو خیر اسپر بڑھکر یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پر دون کے بعد نہیں ہو سکتا لہذا کہ اتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالیٰ جانے کہ کس منزلت درجہ پہنچے گئے ہیں اور لوح محفوظ اور وہاں سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہیں ان عجایب سے اور اہل الحق کو سخت وقت واقع ہوتی ہے کہ پڑھے لکھے عالمان کی تو یہ نوبت ہے کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہیں اثر نہیں لوگفار و مشرکین دعوم کو کیونکر سمجھا دیں جاشا و کلامہ دروغ بولتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دیتے کہ بطفیل سرور عالم صلعم اہل حق نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہماری آنکھوں کے سامنے کے کورے کرکٹ کو بہت صاف کیا لیکن اب بھی نہ سوچے تو پیشیت حضرت مالک الملک لاشریک لہ ہے وہی قادر و مختار ہے جو چاہتا ہے کہ اسے کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد دم مارے لایسئل عما یفعل ہم سئلون پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے۔ قلت بذا لکما قال تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی الایۃ۔ اور وحی منزل معرفت کی سجدیت ہے قلت بذا لکما قال تعالیٰ و کلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار معقول مطلق یعنی تکلیما ہے۔ فافہم و اللہ اعلم اور وحی منزل عشق کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمیں ہیں۔ الہام ذاتی۔ و الہام صفاتی۔ و الہام فعلی۔ قال المترجم استنباس ہے کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ مجمل منزلت وحی عشق سے ہے لیکن جہد اسرا منزل توحید ہے لہذا مختص اس سے انبیاء علیہم السلام یا جو اولیا ان سے قدم پر ہوں بشرطیکہ منزلت ان کی بھی منزلت توحید ہو اور یہ اشارہ فقہر حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب انی سجدت لک و لوالدین الایۃ میں اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی سجدت لک و لوالدین الایۃ

میں اس سے سابقہ دو مقام پر گذرا ہوا یاد کرو اور کچھ دیکھو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے پھر شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات الہام فعلی بواسطہ فرشتہ و روح و قلب و عقل سر پران
 و حرکت فطرت کے ہوتا ہے اور بسا اوقات کان پر ہاتھ غریب کے آواز ظاہر آتی ہے اور بسا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔
 لیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہیں سوائے اسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و محالین علوم میں ایک منصب حاصل ہو۔ پھر واضح ہو کہ یہاں یعنی قولہ واذا وحیت
 الی الحوارین میں الہام فعلی کے اقسام میں سے وحی صفائی پر جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی اسطے فرمایا کہ واذا وحیت الی الحوارین ان آمنوا
 بی و برسولی یعنی جو انوار غیب میں نے تم پر کشف کر دیئے اس سے تم مجھ کو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرط عبودیت
 حاصل کرو تو حواریوں نے تسلیم کیا جیسا کہ فرمایا۔ قالوا انما واثمہد باننا مسلمون۔ اور قولہ المنزلی مقام الجمع ہے اور قولہ برسولی مقام
 التفریق ہے۔ قال لستم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ بزبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہے یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اسوجہ کے
 بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تزیید و تقدیس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی و صفاتی الہام باطن حواریں پر ہوا جس سے ایمان متولد
 ہوا اسی سے ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو خطاب کیا کہ واثمہد باننا مسلمون۔ اور گواہ کر لینا اشارت ہے کہ وحی الہامی سے قلب کے ساتھ معاملات
 ایمان حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ سے پائی اور عیسیٰ کو اسپر گواہ کر لینا کہ میفوم نہ ہو کہ تاثیر نصیحت عیسیٰ تھا بلکہ ہدایت فقط و تعالیٰ عزوجل سے ہے
 اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ علماء مظاہر نے جو تفسیریں اس کلام کی بیان فرمائی ہیں وہ درحقیقت ایک ہی قول ہے ان ولون میں کوئی اختلاف نہیں ہے
 قدر بروز جمع کے ہی تفریق کی ہدایت میں تحصیل کمال حجت سے دنیا میں نزول کی حکمت اُضحیٰ ہے تفکر۔

لَا قَالِ اٰنْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسٰی اَبْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُنزِلَ عَلَیْنَا مَائِدَةً

جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا
 مِنَ السَّمَاءِ ۗ قَالَ اَنْفُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ ۝ قَالُوْا اَنْزِلْ اَنْ تَاكُلَ مِنْهَا

آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے۔ اور لے ہم چاہتے ہیں کہ کھا دین اس میں سے
 وَتَطْمَیْنُ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَّقْتَنَا وَنَكُوْنُ عَلَیْهَا مِنَ الشَّٰهِدِیْنَ ۝

اور چین پا دین ہمارے دل اور ہم جانیں کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور ہیں ہم اس پر گواہ
 قَالَ عِیْسٰی اَبْنُ مَرْیَمَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا

یو لای عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے
 لَا قَالِیْنَا وَآخِرْنَا وَاٰیةٌ مِّنْكَ وَارْتَدُّنَا وَآنتَ خَیْرُ الرَّٰزِقِیْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ لِنِیْ

ہمارے ہلوان اور پھیلوان کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور توجہ بہتر روزی دینے والا
 مٰزِلْهَا عَلَیْكُمْ ۗ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْ اَعَدُّ لِهٖ عَذَابًا لَّا اَعِدُّ لِهٖ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اتارو گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اس کو پچھو تو میں اسکو وہ عذاب کروں گا جو نہ کروں گا کسی کو جہان میں
 یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان پر سورہ کا نام سورہ المائدہ ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی دعا قبول ہونے کا استنار ہے اذ قال
 اللہ انزلنا۔ یاد کر جبکہ کما حواریوں نے ف اور طرف متعلق بقدر ما ننزل انزل کر ہے یعنی یاد کر جبکہ کما حواریوں نے عیسیٰ ابن مریم۔ اے عیسیٰ
 بیٹے مریم کے ف اس سے ظاہر ہوا کہ حواری ان کے وقت میں حضرت عیسیٰ کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا

۱۵

یعنی سوال مادہ کا اس جہت سے ارادہ کرتے ہیں کہ ایک تو ہم اس میں سے کھاویں اور دوسرے و تطعمین قلوبنا اور چین پاپین ہمارے دل سے
یعنی یقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلوں کو خوب تسکین ہو اور تسیر سے یہ کہ و لعلہ ان قد صدقتنا جانین ہم کہ تم دعوی نبوت میں
سچ بولے ہوں یعنی ہمارے یقین اور علم تمہاری نبوت میں زیادہ بڑھ جاوے۔ و کونکنا علیہا من الشہداء میں اور میں ہم اسپر گواہ ف
یعنی جو غائب ہیں ان کو ہم شہادت دین گے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مشاہدہ کرین یا بات کے مشاہدہ کرنے والے ہوں نہ فقط یعنی سنی سنی
کے دلے حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استلالی و علم مشاہدہ مگر یقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت میں ترقی ہو اور غائب لوگوں
کیلئے ہم مشاہدہ بیان کرنے والے ہوں۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباس مذکورہ وجہ چارم میں اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو زور آخرت
بنایا اور انھوں نے فردوسی میں دنیا مانگی اور یہ بہت بستی ہے اگرچہ خروج از جہاں ایمان نہیں لیکن اشارہ ہے کہ قوم اعلیٰ کا یہ حال تھا تو با بعد الوان کا
کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہے کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کر کے روئے تے
ہمارے بدلے شاید ہم کو دنیا میں لے جاتے ہیں پس کتنا بظرفق ہو واللہ اعلم۔ اور بلاغت و نظم کلام اس بات کے مشعر ہے کہ معرفت الہی میں ان کا
قدم ہو وقت تک جہاں وسط پر بھی نہیں پہنچا تھا اس واسطے کہ جو مدارج کمال اس امت مرحومہ کے واسطے ہیں ان میں سے اوسط درجہ اگلی امتوں کا اعلیٰ درجہ
تھا جیسا کہ سابق میں اس کا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیرؒ مذکور ہے۔ باجماع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی غرض معلوم اس بیان کے
موافق معلوم ہوتی تو قال عیسیٰ بن مریم اللہ صمد ربنا انزل علینا کتاباً من السماء نکتون لنا ہیڈا الا کوننا والآخر فنا
ہو لای عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے اللہ رب ہمارے اتنا ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید ہے ہمارے انکوں اور پھیلوں کے لئے ف یعنی ماور
اترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو اور لا ونا بدل ازنا ہے با عا و حرف جار اور مراد اولین خود یہ لوگ و مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا
ہونگے لہذا روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اس کی تعظیم و تشریف کریں بعض کا برسے گذرا کہ اللہ سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور خوب نام سے دعا
ہے اور بنا بدل ہے تاکہ جنت پرورش کی تجلی ہو بعض نے ذکر کیا کہ کچھ شبہ یعنی انور کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ روز جمعہ
روز مبارک ہے وہ اگلی امتوں کو نہ ملا بلکہ یہودی سچ پر جے وہی ان پر مفروض ہوا اور تصاری تواریحی مفروض ہوا اور مومنین ہل اسلام کو اللہ تعالیٰ
نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فاحمد شہد رب العالمین۔ اور یہ مضمون احادیث باب جمعہ سے واضح ہے۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ بوجہ
اسکے کہ وہ زمانہ کے معین اوقات میں عود کرتا ہے یا بوجہ آنکہ اسمیں عود الناس یعنی لوگوں کا اجتماع ہے یا بوجہ دوسرے پھیلانا ہے یا عادت متعود ہر یا مانند اسکے
اہل نعت کے وجہ بیان ہیں۔ حاصل دعا آنکہ اے پروردگار مادہ اماردے کہ ہمارے زمانہ والوں و پچھلے آنے والوں کی عید ہو جائے و کایہ تہ تصدیق
تیری قدرت پر اور میری موت پر نشانی ہو جاوے و اذھت اور روزی دے ہم کو ف یہ عطف ہے انزل علینا یعنی مادہ اماردے اور ہم کو یہ رزق
دے و انت خیر الرازقین تو ہی ہے ہر روزی دینے والا ف یہ بندوں کی سمجھ کے موافق نصیحت ہے کہ مجازاً غیر کو بھی مازق سمجھتے ہیں ذرہ حقیقت
مازق وہی پاک پروردگار ہے اور اسباب حقیقت محض ایک ہمانہ ہے بلکہ نظر کی خطا ہے اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل
کرنے کا امتحان ہے اور تحقیق اس کی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الا یہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکی ہے فتذکر اور اس امتحان میں ہتیرے
احساس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تدبیر پر ہار رکھتے ہیں حالانکہ ہر اندن نفع ان کی تدبیر لاری نہیں ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہے مگر نہیں
سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت فرمادے۔ اس کلام میں اشارہ ہے کہ امیر جو عورت فرحت و سرور ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عید ہونا ہے جیسے
روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہیں بنتا ہر اسی واسطے نچھلنا عید نہیں کہ یعنی ہم اسکو عید بنا دین نہیں فرمایا اور مومنین کیلئے رمضان کی عید الفطر

اس امر کا کمال منور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے پورے کئے حالانکہ ان روزوں کے کیا فضائل ہیں اور ایسی ہی علی رضی قمرانی کی عید شمس سے ہے کہ حیات نفس کو کمالات حاصل کرنے کیلئے باقی رکھا اور جانور کو اس کا فدیہ مقبول فرمایا جس کے فضائل مروی ہوئے ہیں پس عوام جو اس عید میں دنیا کی تمام ہوس و تکلف کو جمع کرنا عین عید جانتے ہیں یہ ہوا وہوس ہر جان پاکیزگی و لطافت و غریب مسلمانوں کیلئے کھانے پینے میں آسانی دینا اچھی بات ہے۔ فانہم - بالجمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی اور روایت ہے کہ اس نے عاکرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ نے موٹے کپڑے یا بالوں کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نیچا کیا اور خوب لٹے پھودے مانگی اور پھروئے۔ قال اللہ ان فی منزل لھا لکم حکم کما اللہ نے میں اتار دیکھا وہ عوان تم پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا جواب اس طرح فرمایا کہ البتہ میں اس مادہ کو تم پر اتارنے والا ہوں۔ عام دنان و ابن عام نے نزلما بتشدید از نزل پڑھا اور باقیوں نے نزل از نزل تخفیف پڑھا اور اول میں نئی کمر و بار بار نازل ہونے کے اظہار میں حاصل نہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا میں اتار دینگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ تم کچھ کچھ چہرہ کوئی ناشکر کرے اس پیچھے یعنی بعد مادہ اترنے کے۔ **مِنْكُمْ تَمُّ لَوْ كُنْ مِنْ سَفْوَةٍ لِيُنْجِيَ عَذَابُ كَرِيْمٍ** یعنی جن پر مادہ اتر گیا۔ **فَاِنْ اَقْبَلَتْ بِهٖ عَذَابُ كَرِيْمٍ** اسکو اتارے گا ایسا عذاب کہ آتھنا آتھنا **اَقْبَلَتْ بِهٖ عَذَابُ كَرِيْمٍ** وہ عذاب کسی اور کو عالمین میں سے نہ کرے گا بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے ان کے زمانہ والے عالمین مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہیں اور یہی اصح ہے اس واسطے کہ ان پر مسخ ہو کر سور و بندر ہو جانے کا جو عذاب ترا تھا وہ ان سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں آیا ہے بعض یہودیوں پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ میں آئندہ ان کے بعد اس عذاب سے عذاب نہ ہونے کی خبر ہے جیسا کہ قولہ لا عذابہ صریح دلالت کرتا ہے اور لم اعذبہ نہیں ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ عالمین میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں کیا پس عالمین سے تمام عالمین مراد لینا صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ علی صا جہما الصلوٰۃ والسلام پر یہ عذاب ہو گا جب تک کہ وہ مسلمان لٹے ہیں اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس امت میں بھی خسف و مسخ ہے تو احتمال ہے کہ ایسے لوگوں پر جو دین سے خارج ہو جائیں جیسے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ مشرکوں سے مل جاد گیا اور ایک گروہ بت پرستی کر گیا اور میری امت میں سے قریب تیس کے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کر گیا۔ الی آخر مافی حدیث مسلم و قد ذکر سابقا اور احتمال ہے کہ شاید مسخ باطنی ہو والا آنکھ خسف باطنی غیر متصور ہے اور احتمال ہے کہ مسخ ایسا نہ ہو جو اصحاب مادہ کے حق میں ہوا اور احتمال اول ارجح ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مادہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس آئندہ سختی کے ساتھ کہ جس کا پایان نہیں ہے۔ اور مروی ہے کہ جب آئین نے یہ آئندہ سختی سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر ام و کفر سے کفران نسبت نہ یعنی شکر گزاری و فرمانبرداری نہ کر سکے کیونکہ ملائکہ فریخ البالی کا ہی کہ طاعت و عبادت میں بے فکر رہیں بہر حال خوف کر کے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہیں مانتے ہیں پس مادہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہد حسن سے مروی ہے لیکن نبوت میں تامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ مادہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزلا علیکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہے اور خلاف وعدہ ہونے سے اور یہی ہے جو امت و مشاہیر کتب علماء کا قول ہے۔ **قال المفسر فقلت اللہ لکم ہما من السما علیہا سبعة ارضف و سبعة احوات فاکلوا منها حتی شبعوا قال ابن عباس مفسر نے کہا کہ بھر ملا کہ آسمان سے آنکھوں دیکھتے مادہ بیکر اترے پس ملا کہ نظر نہ آئے اور حوان نظر آتا یہاں تک کہ سامنے لا کر رکھا۔ اسپر سات گروہ روٹیان اور سات پھلیاں تھیں پس جو ایون نے آسمان سے کھا یا یہاں تک کہ سب میرے ہو گئے یہاں ابن عباس نے فرمایا ہے وہی حدیث انزلت المادہ من السما جزاؤ کما فاروان لایحوزوا ولا یخزوا و انزل فرقت و سخا قوۃ و خازیر یعنی در ایک حدیث فرمائی میں آیا ہے آسمان سے مادہ اتر رہا روٹیان و گوشت تھا پس ان کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھیں اور نہ ذخیرہ اندوزتہ کریں مگر آخر انھوں نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مادہ تو مستطیع ہوا اور وہ لوگ جنھوں نے ایسا کیا تھا مسخ کر کے بندر و سور کر دیئے گئے۔ قال فی الکمالین۔ اس کو ترمذی نے معاربین یا سررضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیکھا ساد سے موقوف انکا قول روایت ہے اور یہی اصح ہے و قد رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابوشیح**

و ابن مردودہ ایضا واضح ہو کہ قولہ عیال اولادنا و آخرنا۔ کے بعض نے معنی بیان کے کہ جماعت کثیرین سے لگے اس خوان پر بیٹھ کر کھانے والے اور کچھ کھانا
 والے کیساتھ پاویں۔ بدلیل روایت ابن عباسؓ کہ ملائکہ آسمان سے خوان لائے جس پر سات روٹیاں و سات پھلیاں تھیں وہ ان کے سامنے رکھا پس
 اس میں سے جیسے اگلوں نے کھایا ویسے ہی پھلوں نے سیر ہو کر کھایا۔ و عن حماد بن عمار بن حنظلہ کہ وہ ابن جبریر۔ وفی روایت عن عمار
 یہ قصہ یادہ والوں کا اور ان پر عذاب ہونے کا بیان کر کے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹوں و بکریوں کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے
 تم میں اپنے ایسے بزرگ کریم رسول صلعم کو بھیجا جس کا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اس نے تم کو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ میں لاؤ گے اور
 تم کو منع کر دیا کہ سونے و چاندی کو خزانہ بنا کر اس طرح نہ رکھنا کہ اسکی زکوٰۃ نہ دو اور جو حقوق ہیں ان میں خرچ نہ کرو اور قسم ہے اللہ پاک کی کہ رات ان
 نہیں گذریں گے کہ تم ان کو خزانہ بنا کر اس طور سے رکھو گے جس سے تم کو مانعت ہو اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب کرے گا۔ رواہ ابن جریر قال المستقر
 اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہے کہ امین آیا ہے کہ نبی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتوں سے شروع ہوا تھا اور میری امت کا فتنہ
 مال سے ہے یعنی مال سے شروع ہو گا۔ پھر عذاب فتنہ میں پڑ کر وہی بدافعال کرنے لگیں گے جو نبی اسرائیل و اگلی امتوں سے سرزد ہوئے تھے۔ اور
 جو حالت خوان مادہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت و بعض بیان ہے اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہیں ہے اور مسلمان خیر رحمہ اللہ سے
 اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر دتے تھے بوجہ ان شرطوں کے جو نزول مادہ میں مشروط تھیں
 اور کہتے تھے کہ اے تعالیٰ میرے اسکو حجت کر اور عذاب مت کر۔ آئی میں نے بہت عجیب باتیں مانگیں اور تو نے وہی میں آئی ہم بندوں کو اس کا
 شکر گزار کر دے آئی میں پیادہ مانگتا ہوں کہ اسکو تو نے غضباً نارا ہو۔ آئی اسکو سلامت و سعادت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح
 وہ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ عیسیٰ و حواریوں کے روبرو آئے اور ساتھیوں نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہیں پائی تھی
 اور عیسیٰ حواریین شکر کے سجائے میں گر پڑے کہ ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جہاں سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی ان کو دکھلائی
 جس سے عبرت ہوتی ہے اور ہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور اٹھوں نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے ان کو غم و غصہ و حسد عداوت زیادہ
 ہوئی۔ اور نیز اس وایت میں ہے کہ اُسپر سے سر پوش اٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور مہلے پر نماز پڑھی اور بہت
 روئے۔ اور نیز اس میں پھلوں کی صفت و پاکیزگی اور سوائے کرات یعنی گدانا کے ہر قسم کے بقول و ترکاریاں و ناما وغیرہ بیوہ جات مذکور ہیں۔ اور
 نیز اس میں ہے کہ شمعوں نے جو حواریوں میں سے سرد تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر مت
 کیا کہ سوالات سے باز نہیں آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہ ہو جائیں تو شمعوں نے کہا کہ قسم ہے پروردگار اسرائیل کی کہ اسے حد لقمہ
 کے بیٹے میں نے اس سے سوال کا قصد نہیں کیا تھا بس عیسیٰ نے جواب دیا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہیں اور جنت کا بھی نہیں ہے اسکو اللہ تعالیٰ
 نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کر دیا ہے اسکی قدرت ایسی ہے کہ ہلک مارنے کی دیر نہیں ہوتی اور جو مراد ہے وہ پیدا ہو جاتا ہے پھر حواریوں نے کہا
 کہ یا عیسیٰ امین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہم کو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اسے لوگو تم اتنا نہیں کرتے اس سے یہاں تک کہ اور آیت
 مانگتے ہو۔ پھر پھل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جاوے زندہ ہوگی اور اس سے وہی بوائے لگی جو زندہ پھلی سے آتی ہے یہ دیکھ کر لوگ گھنائے
 تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانی دکھلا تا ہے تو تم کو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہے کہ تم
 اس حکیت پر عذاب نہ کئے جاؤ اور پھلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ارادت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھی ہوئی پاکیزہ
 ہوگی جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپ نے پہل نہ کی تو حواریوں نے بھی ہاتھ کھینچا

پس حضرت عیسیٰ نے محتاجوں اور لوے لنگڑوں کو بلایا اور کہا کہ بس اللہ کر کے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہوا اور دوسروں پر عذاب ہے انھوں نے
فرمان قبول کیا اور دو عورتیں لڑکیاں ہزار تین سو آدمیوں نے کھایا پس انھوں نے کھایا تھا وہ تو نگر ہوئے کہ مرتے دم تک لنگر رہے اور سب بیمار اچھے
ہو گئے اور حواریوں و لوگوں پر ندامت چھا گئی اور کہا کہ اتنے آدمیوں کے کھانے کے بعد عیسیٰ و حواریوں نے جو کچھ دیکھا تو اپنے حال پر تھا اس میں کوئی
کمی نہیں آئی تھی پس وہ جوان اٹھایا گیا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا پھر جب اس کے بعد مادہ اترتا تو اس کا اثر فقط آسودہ ہو جانا تھا۔
پس تو نگر و فقیر و بیمار و تندرست سب نکل کر ہجوم کرتے۔ اور ہمیں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیروں و یتیموں و
لوے لنگڑوں کے واسطے قرار دے اور تو نگر و کمزور دے اور نیر مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کر دی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس
تو نگر و کمزور کے دلوں میں بہودہ خیالات و منیطانی و سواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگوں کو شک میں ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ
قسم ہر جگہ میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط نے خلاف کرتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں جھٹلانے و لون کو عذاب کر دوں گا حتیٰ کہ
اخیرات میں سو رہو گے۔ رواہ ابن ابی حاتم و قد جمعہ ابن کثیر و قد اخذت من مواضع من القصة و قال ابن کثیر اثر غریب جدا پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ
نے مجاہد حسن سے روایات نقل کیں کہ مادہ نازل نہیں ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ ان روایات کی اسناد صحیح ہیں اور تقویت اس قول کی یون بھی
ہوتی ہے کہ نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور قرآن مجید میں کوئی امر مخصوص نہیں ہے ہاں قولہ انی منزلنا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے
استدلال کیا کہ وعدہ ہے پس نازل ہوا اور اخبار و آثار سلف بھی اس پر دلالت کرتے ہیں اور شاید یہی صواب ہے و اللہ اعلم و مترجم کتاب ہے کہ انی
منزلنا علیکم میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میں آتا رہوں گا تو مگر جب یہ شرط قبول کرو کہ جو نگر ہو تو اس کو ایسا عذاب کر دوں گا جو کسی کو نہیں کیا ہے لیکن چونکہ
انھوں نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہیں ہوا۔ بالحدیث قرآن مجید میں یہ امر مخصوص نہیں کہ نازل ہوا یا نہیں نازل ہوا اور نہ اس
پسندانہ بحث متعلق ہے ہاں سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہیں بعض میں ہے کہ نازل ہوا اور بعض میں ہے کہ نہیں نازل ہوا و قول اول صحیح
ہے و اللہ و اعلم قال فی العرائس قولہ تعالیٰ و اذا قال الحواریون یا عیسیٰ بن مریم الایۃ۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی
کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب خطاب کو قلب احوال سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت
و منزلت دریافت کرنے کا خیال سما یا اس واسطے کہ حالت تمکن پر پہنچنے نہ تھے تو ان کو تلوین میں دور ان تھا و نفس دشمن کا معاوضہ ابھی ان پر
طاری تھا پس انھوں نے دفعہ معارضہ نفس دشمن کے لئے و قلب کی طمانیت حاصل ہونے کیلئے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے
عجم میں سے تھے پر تھے تو نہیں دیکھا کہ خواص میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ بنی تھے انھوں نے ابتدائی حال میں کہا کہ رب ارنی
کیف تجی الوتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تئید کی کہ۔ اولم تو من۔ تو عرض کیا کہ بعد دفع سواس کے کہ۔ بلی و لکن لیطمن قلبی پس اللہ تعالیٰ
نے فعل میں قدرت دکھلا دی کہ یون ہی مناسبت تمام ہر چنانچہ قولہ فخذ العیۃ من الطیر الایۃ سے واضح ہے اور ان دونوں وصفوں میں کوئی
شک نہیں ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب لایمت سے۔ بالحدیث جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کلمہ سنا تو ان پر یہ سخت نشان
گذرا اور ان کی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ سواس خاطر دانگہ ہے اسی اسطہ جواب یا بقولہ انقولہ اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو
سواس خاطر تم پر طاری ہوتے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکا اپنے اوپر لازم کر لو کہ جو خطرات تم کو تھا رہے نفس کی وساطت
سے آتے ہیں ان کے دفع کرنے میں مشغول ہو جاؤ تا کہ غیر آبی میں تمہارا شغل نہ رہے اور اس سے مجرب نہ ہو جاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف
دیدار غیب ہو کر واصل ہوا اس سے بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھ کر یقین کا خواستگار ہو دے کیونکہ یہ ابتدائی مریدان کا

حال پر بس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہیں ہے چنانچہ کہا۔ قالوا زیدان ناکل منہا الی آخرہ
 حال آنکہ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ ہمارے بد لون کو جو ابھی محل سوساں خواطر ہیں اسی طرح غذا از جنت سے تربیت فرمائے۔ جیسے آپ ہماری ارواح کو
 غذائے روحانی و مشاہدہ عیب سے تربیت فرماتے ہیں اور اسے ہمارے ثلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائے گا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان
 ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی یہاں تک کہ ہم میں کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہے گی اور ہم دیدار مجربہ
 سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے میں شاہد ہوں گے اور با بعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار رکھنے اور اپنے ہم کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں
 سے خاص محبوب قرار دیا ہے تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوگی کہ ہم مجبور ہیں اور آپ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں یعنی محبت کی تاکید
 فرمید ہوگی پس عیسیٰ نے ان کی مراد کی درخواست کی بقولہ اللهم انزل علینا ما ادرہ من السماء۔ آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہیں مانگا
 ہوا سطلہ کہ اس میں روحانیت و طمانیت و ملکوتیت ہوتی ہے اور زمین ان عناصر کا میل نہیں ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے
 اور آسمان سے طلب کرنے میں خصوصیت مجربہ کی تو ملحوظ ظاہر ہے۔ قولہ تکون لنا عید الا ولنا و آخرنا۔ یعنی تو اسکو عید وصال کرنے اور عید ہجر
 مت فرما یعنی اسکے آثار سے ایسی برکت ہو کہ لوگوں کے واسطے عید ہو جائے اور ایسے اعمال حاصل کریں کہ جس سے مستحق قبولیت ہوں اور یہ وبال
 نہ ہو کہ ناشکری میں گرفتار ہوں جس سے مردود و بھروسہ ہو جاوے اور نیز عید باہن معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عود حاصل ہو اور ہمارے
 اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حال انون کے واسطے جو مقام ارا دست میں ہیں اور آخر و انون کی عید ہو یعنی عارفوں کے واسطے۔ اور قولہ
 و آیت منک۔ یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے ان کو تہدید کی بقولہ انی
 منزما علیکم فمن یحقر الایۃ۔ یعنی جس نے میری آیات و افعال سے قدرت کو دکھیا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فخر و خواہش نفسانی میں پڑ گیا۔
 اور دنیا کی خواہش کو آیات و آخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ آبی سے خوب ہڑا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہیں ہو سکتی اور شاہدہ کی چمک سے
 نصیب نہیں اور درگاہ وصل تک سائی نہیں اور حسن و جمال و محرم ہر عذاب فریق نہایت سخت و شدید ہے۔ شیخ ابو عبد اللہ نے کہا کہ میں تبدیلے حال میں خواب میں تھا کہ میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کہنے میں جھجکایا اور فرمایا کہ کچھ کہنا سوتا ہے جسے حق تعالیٰ کو دکھیا اور عطر کو اختیار کیا تو عذاب سخت میں پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تہذیر کی برہی۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی بَنِ مَرْیَمَ اَنْتَ خُلِّیْتَ لِلنَّاسِ اِیْحٰذُوْفِیْ قَاۤیِیْمِ الْہٰیۡنِ مِیْنٰ دُوۡنِ
 اور جب کہ اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ تمہارا جمعہ اور میری مان کو دو مسجود سوائے
 اللہ کا قال سبحانک ما یكون لى ان اقول ما لیس لى حیثی ط ان کنت قلذۃ فقد علمتہ
 اللہ کے بولا تو پاک ہے تجکو نہیں بنانا کہ ان جو تجکو نہیں ہو سکتا۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجکو معلوم ہوگا
 تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسک ما انت علام الغیوب ۵ ما قلت

تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جانتا بھی بات
 لہم الا ما امرتہ بہ ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم و کنت علیہم شہیدا اما دمت فیہم
 ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ اور میں ان سے خبر دار تھا جب تک ان میں رہا
 فکما توفیتہ کنت انت الناقب علیہم و انت علی کل شیء شہید ۵
 پھر جب تو نے مجھے بھرا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے

إِنْ نَعَدَّ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہیں اور اگر ان کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

کَذَقَالَ اللَّهُ اے واذا ذر لفظی بیان کرے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمادے گا یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز ان کی قوم نصاریٰ کی سرزنش و ملامت کرنے کے واسطے حاصل آئے۔ اسی ماضی معنی مضاعف ہے جو کہ قطعی وقوع ہونے کے اذ طرف کے تحت میں بلفظ ماضی آیا بغرض اشعار اس امر کے کہ اسکو ہوا سمجھیں اور بعد کا سوال حقیقی ہفتنامہ میں معنی نہیں کہ او تو تعالیٰ جل جلالہ کو معلوم نہیں بلکہ او تعالیٰ سبحانہ کو خوب ہی معلوم ہے صرف اس طرح سوال کرنا نصاریٰ کی ملامت کرنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمائے کہ ان کی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا و نیز اللہ عزوجل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جھوٹوں نے اللہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کریں تاکہ ان کی قوم سے اور ظاہر ہو جاوے کہ محض جھوٹوں نے اپنی خجاست نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا کر ان کی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہیں مگر حکیم کہتا ہے کہ آخر زمانہ میں جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب پر لٹکے اور نصاریٰ کو بہانہ قتل سے توحید پر لادینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہذا صحیح وہی ہے جو مفسر نے بیان کیا اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر کی عرض یہ ہے کہ یہ دنیا کا واقعہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا۔ قال بن کثیر سیدی نے کہا کہ یہ خطاب جو اب نیا میں واقع ہوا اور ابن کثیر نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال جو اب سوقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال لفظ ماضی ہے اور دوم قولہ ان تغفیرہم اور ان تغفیرہم اور ان کثیر نے کہا کہ ان دنوں دیلون میں نظر کیونکہ بہت سے اموء آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تاکہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کریں اور دوسری دلیل ان تغفیرہم وان تغفیرہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک و خالق ہے جو تو چاہے وہ کر اور میں تیرا بندہ ہوں اور یہ معنی نہیں کہ عذاب الید سے اور مغفرت کرنے کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہے اور حضرت قتادہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ قیامت میں ہونے والا ہے اور قتادہ نے اس پر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم نفع الشاکرین لآتیہ جو اس سے متصل ہے اور یہی جہو کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ اس میں ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکر نے صحیح ابن کثیر سے روایت کی اور کہا کہ ابو عبد اللہ نے فرمایا تھے اے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام وان کی امتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اسکو اپنی نعمتیں ملو لادینگا پس اسکو نزدیک فرما کر کہے گا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے اذکر نعمی علیک و علی والدتک لآتیہ۔ یہاں تک کہ فرمادے گا۔ یا عیسیٰ ابن مریم ائت قلت للناس اتخذونی وامی الامین من دون اللہ لآتیہ۔ پس عیسیٰ انکار کرینگے کہ پروردگار میں نے نہیں کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہاں اے ہم کو یہی حکم دیا تھا۔ الی آخر احادیث راہر آخر میں ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب انکا پیشوا کی جائے گی اور دوزخ کی طرف ہانکے گئے جائینگے قال ہذا حدیث غریب عزیز۔ بالجملہ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمادے گا یا عیسیٰ ابن مریم ائت قلت للناس اتخذونی وامی الامین من دون اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگوں کو کہ تمہارا جگہ اور میری مان کو معبود اللہ کے سوائے ہے یہ نصاریٰ کا جھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کو واسطے حشر کے مجمع عام میں پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اتخذونی وامی الامین بن دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ کو اور مریم کو دوا کہ بنا لو۔ کیونکہ نصاریٰ میں ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خدا میں سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعض مفسرین کو معبود اور اللہ کہتے ہیں اور بعض مسیح کو بیٹا کہتے ہیں اور اس ماننے میں بہت سے ایسے پائے جاتے ہیں جو اللہ کا مصداق مجموعہ ہاں

تیرے بعد کیا کرتین نکالیں تو میں ہی کہو گا جو بڑا شکستہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا و کنت علیہم شهیداً ما دست فہم فلما تو فیستی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شیء شہید۔ ان تعذبہم فانہم عبادک ان تغفر لہم فانک انت الغفر الذکیر۔ تو کہا جائے گا کہ جب سے تو نے ان کو چھوڑا یہ برابر تہی رہے کہ اپنے آسٹے پاؤں پھرنے لگے۔ رواہ البوداؤد والطیالسی البخاری پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل برسی کیا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ من کونیٰ منہن ہون یہ سب تیرے بندے ہیں۔ ان تعذبہم فانہم عبادک ان تغفر لہم فانک انت الغفر الذکیر۔ تو تیرے بندے ہیں پس تو ہی انکا مالک ہے چاہے جو تصرف کرے پھر کوئی اعتراض نہیں۔ و ان تغفر لہم فانک انت الغفر الذکیر۔ اگر تو ان کی مغفرت کرے یعنی ان میں سے ان لوگوں کی جو توحید پر سلام لائے ہیں تو عزیز الحکیم ہے و گویا میں فرقہ میں سے دو فرقہ مشرک ہوئے تھے انکی اور ان کی شاخوں کو توحید کہا کہ ان پر عذاب کرے گا تو تختہ تار ہے اور ایک فرقہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونوں مشرک فرقوں نے ہلاک کر ڈالا اس موحد و مسلمان فرقہ کے حق میں ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہوں لیکن مشرک نہیں ہیں یا انھیں کے مانند بعضے شام کے نصرانی و حبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہیں ان سب کو شہدے لائے ان کے گناہوں سے درگزر فرما تو غفور الرحیم ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ مشرکوں کو شہدے تو غفور الرحیم ہے اس واسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطع کر دیا کہ مشرک کسی طرح منفور نہ ہوگا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بزرگ رسول تھے ایسی بات نہیں کہہ سکتے ہیں جو قطعاً ممنوع ہے اور یہ توبہ بندہ مؤمن نہیں کرے گا اور بعض نے جو کہا کہ شاید ان پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق میں استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی الذین آمنوا ان یتغفروا للمشکین الا یہ توبہ وہم اور غلط ہے صحیح یہ ہے کہ یہ بیماری ہے نصاریٰ کے حال سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ واسکے رسول پر چھوڑا باندھا۔ قال ابن کثیر اور اس آیت کو اس واسطے ایک نشان سمجھئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گیا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لٹ لیک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالیٰ ان تعذبہم فانہم عبادک لآیت ہے پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہاں تک کہ صبح ہوئی تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے ایسے شخص کو اس واسطے جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک کیا ہو۔ رواہ احمد۔ اور دوسری روایت طویل میں ابو ذر سے ہے کہ پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عبد اللہ بن مسعود کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کر کہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعود نے کہا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہ کر دنگا حتیٰ کہ خود ہی مجھ سے فرمایا میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں رات آپ ایک ہی آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس میں اسپر کچھ مضائقہ جانتے تو فرمایا کہ میں نے اپنی اُمت کو اس واسطے دعائی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتر ہے ان میں سے مطلع ہو جاوین تو نماز چھوڑوین یعنی جو نا سمجھ لوگ ہیں، میں نے عرض کیا کہ بھلا میں لوگوں کو خوشخبری دیدین فرمایا کہ ہاں دیدے پھر میں ایک پتھر پھینکنے کے انداز چھوڑو گیا ہونگا کہ عمر نے اگر عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدین گے تو لوگ عبادت چھوڑ دینے یعنی انجام کار گراہ و مشرک ہو کر محروم ہو جائیں گے، تو آواز دیکر مجھے واہس بلا لیا۔ رواہ احمد۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی نے پڑھا تو لعیسیٰ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الا یہ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا کہ اللہم اُمتی یعنی میرے پاک پروردگار میری اُمت کی طرف نظر رحمت فرمایا اور روئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ مجھ کے پاس جا اور پروردگار داتا ہے تو جا کر اس سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے پس جبرئیل نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبرئیل کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبرئیل کو حکم دیا کہ جا کر صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری اُمت کے معاملہ میں تم کو رضامند و خوش کر دینگے اور تمکد ناخوش نہ کرینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم

عن یونس بن عبدلا علی عن ابن وہب عن عمرو بن الحرث عن یحییٰ بن سواد عن عبد الرحمن بن جبر عن عبد اللہ بن عمرو وحماد بن ابی اسحاق
 جو سند احمد میں ہے اور حدیث عائشہ و حدیث دیگر صحابہ جو صحیح و سنن میں ہیں اسکی مؤیدات ہیں اللہ سبحانہ اعلم و الحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ
 اہل اسلام و ایمان کو عمدہ بشارت و خوشخبری ہے لیکن نفوس ہے کہ اس نامہ میں اہل اسلام نے اپنے کو شرک میں مبتلا کر ڈالارے لوگوں کو شرک سے بچو
 اسے لوگوں کو تمھارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہوں وہ آسان ہیں لیکن شرک سے بچو۔ ذرا غور کرو کہ حدیث ابو ذر و حدیث عبد اللہ بن عمرو میں کس قدر
 مسرت و خوشی ہے لیکن یہ شرط مذکور ہے کہ وہ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہے اس قوم و ان لوگوں کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا
 سے خوش حال گذر گئے و السلام علی من اتبع الهدی و قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم ائت قلیت للناس الایۃ
 امین و تعالیٰ سبحانہ نے عار و ملامت دلائی ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ شرک کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور کہتے ہیں کہ ان اللہ ثلاثہ تثنیہ پس
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے برملا ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے چنانچہ عیسیٰ کا قول ہے۔ قال سبحانک یا حیون لی ان اقول بالیس لی
 بحق۔ اور نیز امین لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافروں کو ان کے دروغ و بہتان باندھنے میں مخاطب نہیں فرمایا کہ وہ توحید اسلام سے
 برگشتہ ہو کر شرک و ضلالت میں پڑ گئے فقط اتنا نام رکھیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں تو ان کافروں کے بارے میں اپنے رسول پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن میں کافروں کو ایک ایک شرم و ملامت کے باوجود قطعاً معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ بڑی طرح شرک گراہی میں پڑے تھے
 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ اور کافروں کو مردود کر کے فقط عیسیٰ کے خطاب کرنے میں ایسی ہی بات ہے جیسے دنیا میں بادشاہوں
 کو یہ طریقہ الامام ہو گیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے تو ان میں سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہے اور مرد اس نام قوم سے خطاب
 ہوتا ہے اور نیز امین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مقام عظمت و کبریائی کے تحت میں پہنچا کر اس خطاب سے جہاں تار حثت ہیں ان کو
 قدم میں فنا کر کے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو اس خطاب عزیز و جلیل سے سرفرازی حاصل نہ ہوتی اور یہ قرب منزلت سبحانہ ساتھ آج
 جہد علم ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ میں اولی ہوں عیسیٰ بن مریم کیساتھ کہ میرے واس کے درمیان کوئی بنی نہیں ہے۔ شیخ عبد الغنی الکلی نے کہا
 کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی کہ عیسیٰ کو ثابت رکھا تو وہیں شرم و خجالت سے ہانی ہو جاتے اور یہ شرم ان کو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر
 ان سے کہا جاتا کہ یہ خطاب یا جائے یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کر لیتے اور جنھوں نے دنیا میں ان کو شریک بنایا وہ اس ان ایسا ہونا تک
 غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھیں گے کہ اس وقت اس کو سوجھے گا کہ اگر تمام دنیا بھرا آگ میں جلتی ہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف
 ربوبیت کی نسبت کریں۔ ابن عطار نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور انھوں نے عرض کیا کہ لا علم لنا۔ تو یہ دہشت و عظمت
 ہے کیونکہ امین اظہار عظمت کا سوال تھا پس دہشت سے ادب کی راہ چلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال ہو وہ خود عیسیٰ کا قصہ و حال ہے پس
 سکوت زیبا نہیں پس عیسیٰ کے حق میں جو کافروں نے کہا تھا اس سے اپنی بریت اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تشریح و پاکیزگی بیان کی شیخ نے کہا
 کہ مجھے یہاں ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عموماً خطاب سولوں میں تو عیسیٰ بھی شامل ہیں اور وہاں مقام ہیبت و عظمت تھا پس بہت
 ہو کہ متحیر و ساکت رہے پھر جب مقام انبساط میں لاکر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو مشاہدہ جمال میں منبسط ہو کر رول اٹھے اور سکوت نہیں کیا
 قال المترجم شاید حال معنی یہ ہیں کہ مقام عظمت و ہیبت میں سب سول خاموش رہیں گے اور پھر مقام مشاہدہ جمال و انبساط میں لائے جائیں گے
 تو سب کے سب گزارش کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ ان کے مقام پر رہیں گے۔ قولہ تعلم بان فی نفسی لا اعلم بان فی نفسک یعنی میرے نفس میں جو
 تیری توحید معرفت و تشریح و تقدیر و تعظیم و اجلال اس طرح ہے کہ ہر فرد و فرد شرک شریک و ہر چیز جو تیری شان کے لائق نہیں ہے سب سے

تیری تقدیس ہے جیسا کہ سچانک لکھ کر اظہار کیا۔ پھر کہاں سے میں ایک شریک بنانا اور کہاں یہ کہ کافر و مشرک بہتان ہاندھتے ہیں کہ میں نے دو اکہ بنائے۔ نفوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہو پس جو کچھ میرے نفس میں توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہے۔ اور قولہ۔ ولا اعلم مافی نفسک یعنی جو عیب اور غیب الغیب و کما قدم تیرے غیب میں ہے وہ مجھے نہیں معلوم ہے اور نیز جو تیری ذات میں کسے قدیم اولہ وجود ازل قدیم ہے مجھے نہیں معلوم ہو سکتا قال المترجم اس میں اشارہ ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال میں ذات و صفات باری تعالیٰ میں غور و فکر نہ کرے گمراہ ہو جائیگا اور یقین کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہیں وہ حق ہیں بدون اس کے کہ ان کی کیفیت کی فکر میں بھٹکے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول اس کیفیت سے لاعلم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلم مافی نفسی یعنی تو میرے نفس کے کئے و ماہیت سے غیب و انانہ کیونکہ تو نے ہی اسکو ایجاد کر دیا ہے اور میں تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اور اک سے باہر عالی متعالی ہے بان معرفت توحید سے آگاہ ہوں۔ قال المترجم بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ شرح شنیعی و می از بحر العلوم میں مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق ہے اور ظاہر انبانی بابتین کرنے والوں کو وہم ہوا اور مردان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق معرفت و انکشاف حاصل ہوتے ہیں اور کئے صفات نہیں ممکن ہے بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے اور شیخ روز بہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو جہاں بجا مصرح بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنید نے قولہ تعلم مافی نفسی الخ میں کہا کہ جس حال پر میں ہوں اور جو کچھ معرفت مجھ میں ہے سب تو جانتا ہے اور جو علوم و عنایت تیری مجھ پر ہے اس میں سے میں اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ میں ہے اور میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ پس رحمہ اللہ نے کہا کہ جو تو نے میرے نفس میں دلالت رکھا کہ اس سے میں بھی نہیں واقف ہوں نہ تو انانہ ہے اور جو تیرے غیب میں ہے وہ میں نہیں جانتا ہوں۔ قال المترجم اچھا قول ہے قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقری تو میری کیفیت سے واقف و داننا خوب جانتا ہے اور میں تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت ہے تیرے واسطے اسکو میں کچھ نہیں جانتا ہوں قولہ ما قلت ہم الاما تمی بہ یعنی میں نے ان سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ پروردگار قدیم میرا تھا اور اس پر انبیاء والا ہے اسکو فرد و احد جاننا اور غیر کو درمیان سے دور کر دو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعیاد اللہ ربی و ربکم۔ امین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا کہ وہ میل پروردگار بھی ہے۔ تاکہ کمال کے ساتھ واحد قدیم لا شریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و ند نہیں ہے بلکہ کسی کو اس سے مشابہت ہی نہیں ہے قولہ کنت علیہم شہیدا یعنی دنیا میں ان کی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتائے تھے کہ فلان منافق ہے اور فلان ایسا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا مادمت فہم یعنی وحی و رسالت جب تک ان کو پہنچا تھا تب تک ان کی طرف میری توجہ تھی کہ ان سے وقوف تھا اور پھر جب تو نے مجھ سے ان کو ان یعنی حوادث کو فنا کر دیا میں طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ میں مستغرق اور اسی طرف ہو گیا تو ان کو ان حوادث کی خبر نہ مجھ سے بند و غائب ہو گئیں چنانچہ فرمایا قولہ فلما تو فیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل قہر سے پیدا کیا ہے اور تو قدیم ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہے تو پھر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہو سکتی ہے اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہو گا جو مخلوق ہو اور جو تیرے انوار مشاہدہ میں از خود رفتہ ہو جائے جیسے میں بندہ ہوں کہ تو نے مجھ کو میری خودی سے اپنی طرف فانی کر لیا۔ قال بعضہم فی قولہ ما قلت ہم الاما آخرتہی بہ یعنی مجھ زبان بولنے کی کہاں سے مل سکتی ہے لیکن اسی قدر بول سکتا ہوں جسقدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالیٰ سن والذی یشفع عنہ الہا بذنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہے کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہیں ان کی گویائی و حرکت سب بقوت قدم ہے پس بندہ صالح علیہ السلام عرض کیا کہ اپنے واپسی مان کے مہود بنانے کو میں کہ نہیں سکتا تھا کیونکہ تو نے توحید پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر میں اپنی خودی سے فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہیں فرمایا ہے۔ فافہم قال بعضہم فی قولہ فلما تو فیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھ سے ابلاغ

رسالت کا بوجھ اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان ہا کہ اپنے احکام قضا و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابو بکر واسطی نے اس آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موجد ہوتا ہے سب چیز اس کی نظر سے ساقط ہو جاتی ہے لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں ڈال دے تو اسکو وہی وہاں ہے وہ اس سے بچنے کی خواہش ہی نہ کرے گا اسواسطے کہ دیدار حق اسکا وطن ہے اور نجات دہلاک ایک آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اس نے چشم تفرید سے مٹا دیا اور مخاطب یعنی خطاب کر نیوالا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہو گیا اور بات ہی رہی کہ حق عزوجل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ قال المسترحم مرتبہ توحید و تفرید میں بقا فقط ذات حق ہی القیوم کو باقی ہو اور ممکن مخلوق از خود فانی ہوتا ہے اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہیں اور بقا اسکو بصفات حق عزوجل پہنچتی ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ مخلوق جا کر خالق سے متحد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہیں اور نہ کبھی خبر ہوگی ہاں کیفیت اسکی عارف باللہ تعالیٰ جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے وقد قال شیخ قدماہت العقول و درست الرسوم و لعل ما کانوا یعلمون عظیمین حیران ہو گئیں اور اسمیں مہلکین اور جہنم کے باطل ہو گیا اور یہ جو ترجمہ نے ذکر کیا ہے تمام بسط سے مولوی سحر العلوم نے شرح منہوی روم میں بیان کیا ہے اور خود شیخ اکبر نے فصول حکم وغیرہ میں تصریح کر دی ہے کہ انھار ہا ہیست ممکن کا واجب کی طرف نہیں ہوتا بلکہ ممکن بندہ و مخلوق وہی رہتا ہے جو تھا یہ صرف فناء بقا ہے اور وصول بدرگاہ مولیٰ جل جلالہ اور یہ صرف زبانی باتوں اور حواس الی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہیں ہوتا اور یہ عقل بیان کام کرتی ہے جیسا کہ شیخ نے بیان کیا اور مولوی جامی نے شرح فصول الحکم کی تفسیر میں تصریح کر دی کہ جو لوگ اہل شریعت پر ٹھیک قائم ہو کر حقیقت کو طے کر کے وہاں نہ پہنچیں اور اس فضل الہی سے ان کو جھٹلے تو زبانی باتوں سے وہم و قیاس کرنے میں گمراہ ہوں گے اور امید نہیں کہ خاتمہ بخیر ہو پس عوام کو واجب فرض ہے کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہوں اور جب حقیقت پر اللہ تعالیٰ اپنی پناہ سے تو وہاں سے اللہ کسی دست درمیزان کو حاصل ہو گا۔ شاہ ابوالحسن نے خوب کہا ہے دلالت اور صلاحیت تو دور ہے پہلے تو مومن تو سوائے شعور اور امر عظیم اسرار و حقائق ہیں ہر سجدہ جو ان کی کتب اق شعرو سخن سبحا یا جاسکتا ہے اور ہر نواکب شرح دقائق سے خبردار ہو گا فاستقم واللہ الموفق والعین قولہ ان نعبدہ فانہم عبادک ان تفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۵ آیت کریمہ ایک عیب سرار پر مبنی ہے اور اس سے بھید پر اہل دل فریفتہ ہوتے ہیں و لیکن بیان میں اسبق ہے کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ نصاریٰ جو حالت شرک میں ہیں اگر تو ان کو بخشدے تو عزیزا حکیم ہے بلکہ اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکوں کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر رہے وہ ہرگز مغفور نہیں اور یہ اگلے پوچھے تمام مسلمانوں سے کفار مذہب سے اور تمام انبیاء و تمام امتیں سابق جو مسلمان گذرے ہیں سب اس امر متفق تھے کہ مشرک نہیں بخشا جائیگا۔ اور یہاں مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی بان پر ایسا ستر ترم جاری کر دیا جو تمام خلایق کے دلوں پر چھنی ہے سوائے ان بندوں کے جو خالص السیر ہیں اور یہ محال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مراد مغفور نہیں ہے اور یہ تو ظاہر شرع میں صریح وارد ہے بلکہ یہ گفتگو از عالم سر المکتوم فی الغیب و مفہوم صہل خطاب ہے تو یا اس سے اشارہ کیا جس طرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالیٰ خالد بن فیہما و امت اسموت والارض پس ان دونوں صحابیوں نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہو گا کہ ان لوگوں کو کھا کر فنا کرے پھر نئے سرے پیدا کئے جائینگے۔ اور ابن مسعود نے کہا کہ ہنر ہر ایک ایسا مانہ آدیکھا کہ اسکے دروازہ بند ہوں گے کہ اسمیں کوئی نہ ہوگا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمیں احتجاب یعنی بہت سے حقیقہ پڑے رہیں گے اور سبھی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہے کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہوگی۔ تو نہیں دیکھتا کہ لفظ کی صورت کیوں کر ہے ان تخذ ہم یعنی ان کے کفر پر اگر تو ان کو عذاب کرے۔ فانہم عبادک یعنی سجاو درست ہو کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک ہیں ان تفسیر لہم۔

یعنی جیسے اللہ دنیا میں ہیں تو مجھے کون مانع ہے۔ فانکانت العزیزہ اپنی بادشاہت میں ایک اکیلا خود مختار ہے ان کے خشتے میں تو نادان نہیں ہے
 اچانک اپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے میں حکمت والا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہیں سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہے۔
 قال المکرہم۔ جو آثار ابن عباس ابن مسعود و شعبی سے نقل کئے انکاسیان اسی آیت کی تفسیر میں مع توضیح آویگا جس کا ذوالہ دیا ہے اور مدار اسرار کا
 مرجع مقام تخلیق و تلبیس ہے وہ بالکل یہ تو معلوم ہوا کہ اہل انار ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور خلاص نہیں اور موت بھی نہیں ہے اور دار آخرت سب باقی
 واپس لے کر وہاں فنا نہیں ہوا اور شیخ اکبر 7 وغیرہ نے تصریح کر دی کہ تبدیل ہوا اور جگر کے سرے ذریعہ میں ان کے جسم تیار ہو جانے میں بھی ایک التفات
 رحمت ہے۔ فانہم اور نیز ان تعذہم یعنی دعوی معرفت سے عذاب سے باہر طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فنا میں ڈالے تو بندے میں اور ان کی
 مغفرت کرے تو ان کو مقام التباس میں ڈالے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کریں اور حجاب خطوط میں پڑے رہیں۔ وراق منے کہا کہ
 اگر ان کو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے تصور ہوا اور ان کے گناہ بخش دے تو عزیز التحکیم ہے
 بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے امت کی واسطے انہما سوال میں نہیں کیا اور حق تعالیٰ سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 برابر شفاعت فرمادیتے اور امتی امتی کے جاؤ گئے یہاں تک کہ تمام امت کے حق میں قبول ہوا اور یہی وہ مقام محمود ہے جس سے حضرت صلعم
 مخصوص ہیں اور اسی پر اگلے پچھلے غلط کریں گے کہ آپ برابر انہما کے جاؤ گئے اور حق جل و علا فرمادے گا کہ ہاں تو کہ تیری بات
 سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ واحمد شہد رب العالمین۔

قال اللہ ہذا بقوم یففع الصدیقین صدقہ ط کرمہ حبیب تجری میں تکتہا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آدے گا چون کہ ان کا سچ ان کو ہن باغ جگے نیچے بہتی نہریں
 الانہا خلدین فیہا ابد ارضی اللہ عنہم ورضوا عندہ ط ذلک الفور العظیم

ہا کہ میں ان میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی مراد لینی
 للہ ملک السموت والارض وما فیہن وهو علی کل شیء قدید

اللہ کہ سلطنت ہے آسمان و زمین کی اور جو ان کے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قال اللہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ف بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے اور اول الظہر ہذا
 یوم یففع الصدیقین صدقہم یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا چون کہ ان کا سچ ف یعنی ہر روز قیامت دن اسکا ہے کہ نفع و لپوے
 ان لوگوں کو جو دنیا میں سچے تھے مانند عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے ان کی سچائی اسلئے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ صدیقین
 یعنی موحدین اور صدیق اس کے انبیا و مومنین ہیں کیونکہ کفار و مشرکین کو سچ بولنا آخرت میں کچھ نافع نہیں بلکہ ان کو دنیا میں اسکا بدلہ مل جاتا
 ہے اگر مشیت الہی میں مقدر ہو۔ پھر اللہ عز و جل نے ان کے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ لہم جنت تجری من تحتہا
 الانہا خلدین فیہا ابد ا۔ ان کو ہن باغ جن کے نیچے بہتی نہریں رہا کریں اسی میں ہمیشہ ف یعنی ان کے صدق اور اطاعت کے بدلے انکو
 جزا ہے۔ اور یہ کیوں پس فرمایا بقولہ رضوا اللہ عنہم۔ اللہ ان سے راضی ہوا ف یعنی ان کے مطیع ہونے سے اور تعالیٰ
 ان سے راضی ہوا اور صحاح میں احادیث میں مصرح ہے کہ جنت ملنے کے بعد اور تعالیٰ فرمایا کہ بڑی نعمت زاد یہ ہے کہ میں تم سے راضی ہوا
 اب کبھی تم پر خشم نہ ہوگا۔ ورضوا عنہم اور وہ راضی ہوئے اس سے ف یعنی اور تعالیٰ کے ثواب انعام سے مومنین سب کے سب

۱۶
 ۱۶

خوشدل راضی ہوں گے اور یہ بھی احادیث صحاح میں مہرح ہے ذالک الفکر العظیم۔ یہی ہے بڑی مراد ملتی ہے یعنی یہ فوز عظیم ہے اور نورو
 ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر کیا فوز ہوگا کہ مالک خالق جل جلالہ راضی ہے اور مفسر نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں جھوٹے تھے ان کو قیامت کے روز
 سچ بولنا نفع نہ کرے گا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھوں نہ دیکھکر ایمان لائے اور سچے بنے ہیں اور عمل طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گذر گئی۔
 ۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

الوالبان ہون گے اور جس حال میں ہیں باقی رکھے جائیں گے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے پریشان ہو تو حیرت سے سبکے سبم جاتے سو جو اس کو پہچانتا وہ کیونکر اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جس کو فضل سے عطا مشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولیٰ میں مشاہدہ توحید میں پہنچتا ہے کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ کیسا نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو سلطان کبریا کی تخت میں فنا ہو جاتے اور باقی نہ رہتے پس ان کو باقی رکھنا اور فنا سے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے قولہ **وَلِلّٰهِ الْمُلْكُ كُلُّهُ** والارض۔ اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجود خالق ہے پس نہ ہی موجود جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہے اس کی قدرت کے تحت میں مطیع ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْعَامِ كَيْفَ وَقَدْ اَللَّهُ الْبَلِيْغَاتُ وَالْاَيَاتُ الْتَلْقِيْنَ وَخَلْقِ الْاِنْعَامِ

سورۃ الانعام مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سورۃ قولہ و ما قدر و اللہ سے تین آیتوں تک اور سورۃ قولہ قل تمنا لو اسے تین آیتوں تک اور اس سورۃ کی سب آیتیں ایک سو پینسٹھ ہیں اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ ہیں قال بن کثیر حم عوفی و عکرمہ عطا بن زین بن عباس سے روایت کی کہ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی۔ یوسف بن مهران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ میں رات میں پوری ایک بار نازل ہوئی اس کے گرد مقرر فرشتے تیسرے کرتے تھے۔ رواہ الطبرانی وابن مسعود سے بھی یہی تعداد فرشتوں کی کی ہونا مروی ہے۔ جابر نے کہا کہ جب وقت سورۃ الانعام اترتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے پہلے فرمایا کہ اس سورت کی مشابہت میں اس کثرت سے فرشتے ہیں کہ افق کو ڈھانپ لیا ہے رواہ الحاکم و قال صحیح علی شرط مسلم اور یہ اپنے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام نازل ہوئی اس کے ساتھ ایک ہو کہ ہلاکہ کا تھا جس نے مشرق و مغرب کا افق بھر لیا تھا ان کی تیسرے کی آواز سے زلزلہ تھا اور زمین کو بھی تھکی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم۔ رواہ ابن مردویہ اور ابوالشیخ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عباس سے قریب اس کے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اس کے فضائل میں ایک جماعت سے روایات ہیں قال القرطبی علماء نے فرمایا کہ مشرکین و غیرہ کے ساتھ جنت کرنے اور ان کو قائل کرنے میں اور مبتدعین وغیرہ پر تجت کرنے میں اور جہت و حشر سے منکرین ان کو حجت سے قائل کرنے میں یہ سورہ اصل ہے اور اسی پر تکمیل نے اصول میں کو مبنی کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۗ ثُمَّ

الذّٰی یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖمۡ یَعْدِلُوْنَ ۗ ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ۗ ثُمَّ قَضٰی اَجَلَکُمْ ۗ وَ اَنتُمْ

عندہم اَنتُمْ تَمُرُوْنَ ۗ وَ ہُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَ یَعْرِیْکُمْ ۗ مَا تَکْسِبُوْنَ

اسکے پاس پھر تم شکر لاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کاتے ہو۔

اُن کو بچایا اور بچر کا یہ تماشائے قدرت دیکھو اور شرک کفر سے بچو اور اپنی فکر کر کے خواب خرگوش میں ہو یہ سب فانی ہے اور آخر اپنے خالق معبود کے یہاں نوار ہو گئے۔ **هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ وَيُعِيدُكُمْ فِي طِينٍ** یعنی خالق معبود تمہارا پروردگار ہے جس نے تم کو مٹی گوندھی ہوئی سے پیدا کیا ہے یعنی تمہارے باپ آدم کو بدن کسی نسل کے بدون بان دبا کے اپنے دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ **لَقَدْ قَضَىٰ آدَمُ اَجَلًا** پھر تمہارے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے کہ اس کے پورے ہونے پر تم مرجاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ مرنا تو اسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر ناحی اُس نے چند روزہ زندگی میں بُت پرستی و شرک بد اعمالیوں نافرمانیوں سے اپنے آپ کو خوار کر کے اپنے خالق کا غضب سہیا کہ آخر وہاں جا کر خوار ہو گا اور یہ جو ہنر و لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لینا ہے یہ فقط شیطان نے گمراہ کر دیا تاکہ دلیر ہو کر جو چاہیں وہ کریں اور تعجب ہے کہ بلا دلیل اور بے ظہور اور بدون غور کے اُسکو مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مرنا تو اُسکی قیامت گویا آگئی کہ اسی وقت سے جو کچھ اُس نے کیا سب دبر ہو جاتا ہے اور اسی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں پس **رَوٰى اللّٰهُ تَعَالٰى** سے اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل یعنی کسی چیز کے گزرنے کا وقت معین۔ اور نیز یعنی مجموعہ مدت اور جازا جو چیز کو اس میں واقع ہو جیسے موت اور مراد یہاں دل یعنی ہن یا دوسرے معنی بنا بر اشارہ قول مفسر کے **وَاَجَلٌ مُّسَمًّى** عیند کا اور مدت باندھی ہوئی اسی کے نزدیک ہے کہ اُس نے تمہارے محسوس ہونے کی ایک مدت باندھی ہو اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت سے **لَقَدْ اَنْتُمْ مَخْتَرُونَ** پھر تم لوگ اے منکر و شاک کرنے ہونے کہ ہم قیامت میں کہاں سے اُٹھائے جاوین گے ہم تو خاک ہو گئے حالانکہ آنکھوں کی نظر پر اسکا در و مدار رکھتے ہو تم کو چاہیے کہ یوں دیکھو کہ جس معنی خالق برحق نے تم کو پہلے پیدا کر دیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ بدرجہ اولیٰ تم کو دوبارہ اُٹھانے پر قادر ہے پھر تمہارے ذرہ اور ذرہ کہیں جاوین اسکی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمہارا شک کیوں ہے **رَوٰى اللّٰهُ تَعَالٰى** سے اور شیطان کی پیروی چھوڑ دو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو۔ **وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ذٰلِكُمْ عِبَادَتُہٗ** یعنی حق عبادت ہے آسمانوں میں اور زمین میں **فَنَ كُوْنِيْ دُوْسِرًا مِّنْ ذٰلِكُمْ** عبادت نہیں ہے پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردید پیش آیا کہ فی السموات - جوار و مجرور کس سے متعلق ہے پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائن یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ حصول اولیٰ آسمان زمین میں نہیں بلکہ یہ اس کی مخلوق میں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی مانہ و مکان سے منترہ و پاک ہے تو مفسر نے کہا کہ قولہ **وہو اللّٰہ** اے وہو المستحق للعبادة ہے اور اسی معنی و صفت سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا۔ باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالیٰ کی واسطے ہر حال میں ہے کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اس واسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ بہتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرفت بلام ہے جس سے انحصار ثابت ہے پس وہو المستحق کہنے میں یہ جھڑپ ٹھیک ہا کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جائے تو خبر میں یہ تردید ہوتا ہے کہ کافروں نے غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہے مگر انکے لہجہ کا جادے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں زمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافروں نے جسکی عبادت نکالی وہ باطل و جھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہون گئے مگر انکے تو بہ کر لین اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور فی الارض لعلم سر کم و ہر کم سے ابتدا ہے یعنی لعلم سر کم و ہر کم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علمہ فی السموات والارض اور دلالت کرتا ہے اس پر قولہ **لَقَدْ اَنْتُمْ مَخْتَرُونَ** کہ جانتا ہے کھلا تمہارا اور چھپا تمہارا ہے یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علم خیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین ہو وہ زمین میں تمہارے سر و ہر کو جانتا ہے یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلے کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہ وہی سہی بافعال سر میں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال سہی بہر میں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا ہر میں

قولہ تعالیٰ وعلیم ما تسبون عطف شے کا نفس شے پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مراد مشرکوں سے احوال نفس ہیں اور کتب سے اعمال جو اس میں عطف الشی علی نفسہ لازم نہیں آتا۔ دیکھو مَا تَسْبُؤْنَ اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو وہ بھلا یا بُرا پس اسی پر تم کو ثواب عقاب ہو گا پس ڈرو اس سے اور تقویٰ اختیار کرو کہ غیب کی بندگی مت کرو اور اُس کی نافرمانی مت کرو۔ اور اس میں دلیل ہے کہ بندہ کا سب سے یعنی جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہیں اُن کو کسب کرنا اور ہی اُس کا عمل ہے اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالیٰ کی تائید قدرت سے ہر اور جو بد یعنی معتزلہ و روافض سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر کو پیدا کرتا ہے یہ محض غلط ہے۔ **فی العرائس فی اللہ تعالیٰ** الحمد للہ الذی خلق السموات والارض لہ تعالیٰ نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کی واسطے طریقہ بتلایا کہ اس طرح اُس کے جلال و جمال پاک کی شان و صفت بیان کیا کریں اور اللہ تعالیٰ نے علم قدم میں اپنی ذات پاک کی واسطے حمد و اجر فرمائی قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرمائے اور وہ عین ذات و صفات کے مقابلہ میں ہی پھر اُس حمد کا متعلق خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اُس نے اپنی حمد فرمائی وہی وحقیقت حمد ہے پھر مخلوقات سے حمد فرمائی کیونکہ جس کی حمد ہی اُس کو جب تک جانیے تو کوئی کیا حمد کرے گا اور مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اُس کی ذات و صفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین نے کیسے فرمایا۔ **وانت کما اثنت علی نفسک** یعنی اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ فرما کر ظاہر فرمایا کہ سوائے اس کی ذات پاک کے مخلوق سب سے حمد منقطع ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمع حمد ہے اور محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ اور نیز حمد قدیم راجع بقدم ہے اور حادث کو اس میں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے اس واسطے کہ اُس کی حمد ازلی ہے اور ازلی اسی کو لائق ہے جو ازلی ہو یعنی قدیم ہو بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اُس کی حمد اور کرنے سے اس کے علم قدیم میں ظاہر ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ الحمد للہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو بہ تمام الصفہ حمد فرمایا۔ اور اگر مخلوقات سب کے سب جمع ہو کر حمد کریں تو اُس کی صفت سے ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی درحقیقت ادا نہ ہو گا اگرچہ مخلوق کی طرف اُس کا ثواب جمیل راجع ہوئے۔ **قوله خلق السموات والارض** یعنی یہ حمد و حقیقت اُس پاک پروردگار کی واسطے ہے جس کی یہ صنع و قدرت ہے اور جب تک درجہ بدرجہ یوں قدر و مرتبہ نہ پہچان لو کہ اُس کی صفت و افعال سے اُس کی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور وہاں سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک ظانی نام سے اُس کی حمد و ثناء پر قدرت نہ پائو گے **قوله جعل الظلمات والنور** یعنی جس نے آسمان و زمین کو نظر آئے ہیں وہ پیدا کئے اور باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی ہے اُس نے روح میں نور عقل چاہا تاکہ اُس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ **قال المترجم** عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہے جس نام سے چاہو تعبیر کرو اور عقل جسکو عوام جانور عقل کہتے ہیں جس کی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا خیالی و جسم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزوی اور ہیج ہے اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا فا حفظہ اور قاب میں نفس امارہ کی تائیدی رکھی ہے تاکہ عمل امتحان سے ہنسی اور عبودیت ظاہر ہو۔ **قال المترجم** عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروفہ اللہ تعالیٰ نے ارجح کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نور سے چہرہ کا جویش کر لیا اور اُس سے اُنکو حصہ ملا اسنے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوا شیخ واسطی سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالیٰ کے علم میں منحصر ہے لیکن بشری معرفت کہاں تک ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جہان کی حاجت نہیں بلکہ جہان کا گم ہونا اُس کا ظہور ہے۔ **مترجم** کہتا ہے کہ بعض صوفی لاتے ہیں کہ کنت نمرًا خفیا فاجبت ان احرف خلقت الخلق۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہے اور حضرت واسطی کے کلام سے معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف و صوفی کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے بظاہر اس کے من عرف نفسه فقد عرف ربه کہ یہ کلام معرفت ہے اور صحیح ہے کہ حضرت ذوالنون مصری کا کلام ہے **قال الشيخ** بعض مشائخ جسے پوچھا گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ حقیقت صحیح میں ہے کہ شیطان اس سوسہ دلاویگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی

ہر ان تک کہ آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں سو سے لادیکا پس لاجل پڑھکر اس کو دفع کرنا چاہیے اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں
فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر مت کرو اور تمام سلف و خلف صالحین اسی پر گزرے ہیں کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات و
صفات میں غور و فکر نہیں کی پس اہل ایمان پر واجب ہے کہ کبھی اس امر سے اس میں غور و فکر نہ کریں ہر انسان میں جو اعضا و عجزہ موجود
ہیں ان کے فوائد پر نظر کریں اور بے انتہا فائدے دیکھکر اپنے خالق عزوجل کا شکر یہ ادا کریں کہ اس کی صنعت فعل اس قدر پاک و نضر ہے تاکہ فعل سے
جانب صفت صبح ہو۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ نے اپنی تصانیف میں ان فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم قولہ اللہ
خالق کلین طین تمام آسمان جسم میں اور اس جسم کا دل یہ زمین ہے اور اللہ تعالیٰ نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے میں مخصوص فرمایا۔ بقولہ
واشرقت الارض بنور بہا۔ اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہے کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسمی یعنی عالم کو
زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی حکمتوں کا خزانہ و دلچیت رکھا ہے اور اس
فطری لطائف رکھے ہیں کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہیں اور لفظ طین کو نگرہ بیان فرمایا جس میں تعین نہیں ہے
پس مجید یہ ہے کہ جنّت کی مٹی سے مومنوں کے اجسام پیدا کئے اور درگاہ خاص کی مٹی سے موقنین کے اجسام بنائے۔ قولہ لعلیم سرکم و جہکم
یعنی جو اشتیاق تمھارے ہمیں اسرار میں جمال قدیم کی طرف ہے اور جو خلوص اس راہ میں تمھارے باطن میں مضمر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔
اور تمھاری وحی میں جن حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہیں اور جو شجاعت میں درگاہ جبروت میں سجدہ کرنے میں تمھارے چہرہ پر
ہو آنسو بہتے ہیں اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہیں وہ سب تمھارے قال لشر جسم فی الحدیث اور وہ شخص جس نے تمنا کی میں اللہ تعالیٰ کو
یا دیکھا اور آنسو جاری ہوئے رداء البخاری وغیرہ یہ افضل و بہتر آدمی کا بیان ہے جس کا آپ سے سوال کیا گیا تھا یولوی روم نے کہا۔
این تضرع لابر حق قدر ہاست ہدان بہا کا بنجاست زاری را کجا است ہرے برابر می ہند شاہ مجید ہ اشک ادوزن باخون شہید ہ
قال شیخ او نیز اشارہ ہر کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہے اور جسمانی طلب میں کوشش کرنا سب علم الہی میں ہے۔ امین بطیف اشارہ ہر کہ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ
اسموات فی الارض لعلیم سرکم و جہکم آسمانوں میں ٹکڑا شاہدہ جبروت ہے اور زمین میں شاہدہ ملکوت ہے بعض نے کہا کہ دلی جو شج و زبانی دعائیں سب جانتا ہے ہ
وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِهِمْ إِلَّا كَانُوا فِيهَا مَعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا
اور نہیں پہنچتی ان کو کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں مگر کرتے ہیں اس سے تقابل سو جو ٹھلا چکے
بِالْحَقِّ لَمَجَاءَهُمْ فَسَوُّوا يَأْتِيهِمْ أَنْبُؤُهُمْ كَالْوَابِئِ يُسْرُونَ ۝ أَلَمْ يَدْرُوا
حق بات کو جب ان تک پہنچی اب آگے آدے گی ان پر حقیقت اس بات جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہیں
كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نَمَكِّنْ لَكُمْ وَإَرْسَلْنَا
کتنی ہلاک کیں ہم نے پہلے ان سے ننگیں ان کو جمایا تھا ہم نے ملک میں جتنا تم کو نہیں جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے
السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدَادًا رَامًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ
آسمان برساتا اور بنادین نہریں بہتی ان کے نیچے پھر ہلاک کیا ان کو
يَذُكُّونَهُمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝
ان کے گناہوں پر اور کھڑی کی ان کے نیچے اور سنت

وَمَا تَأْتِيهِمْ أُنْفُوسٌ لَّيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَلِمَةٌ وَمَنْ يَشْفَعْ لَهُمْ فَذَلِكُمْ فِي الْوَعْدِ لِمَنْ أَشَدُّ حَتْمًا مِمَّنْ لَمْ يَلْمِزْ أُمَّةً شَيْئًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدَّى النَّفْسَ الْكَافِرَةَ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ لِعَالَمٍ إِنَّ اللَّهَ لَهُ نُورٌ وَبُحْرَانٌ كَبِيرٌ وَمَنْ يَلْمِزْ أُمَّةً شَيْئًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدَّى النَّفْسَ الْكَافِرَةَ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ لِعَالَمٍ إِنَّ اللَّهَ لَهُ نُورٌ وَبُحْرَانٌ كَبِيرٌ

ان کے پروردگار کی آیتوں سے ہے یعنی قرآن سے لاکھوں آیتوں سے۔ مگر آنکہ اس آیت سے منہ موڑتے ہیں و من مراد آیت سے بنا بر قول مفسر کے آیات قرآن میں پس آنا اس کا یہ کہ نازل ہوئی اور ہو سکتا ہے کہ خلقت کی نشانیان مراد ہوں از انجیل معجزات و عجیب مخلوقات ہیں پس آنا یہ کہ ان پر ظاہر ہوں والادل انجیل اور معنی اعراض کے یہ کہ اس میں غور و نظر نہیں کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و معرفت حاصل کریں اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بوجہ جرم تھا سخت جرم تو یہ کہ فقہاء کہتے ہیں کہ آیات حق لہما آجاء ہم سو جھٹلا چکے حتی بات کو جب ان تک پہنچی۔ من یعنی قرآن جب یا تو اس کو جھٹلانے لگے۔ فَسُوفَ يَأْتِيهِمْ مِمَّا كَانُوا بِدِينِهِ لَئِيْلًا اب آگے آویگی ان پر حقیقت اس بات کی جس پر سنتے تھے انہیں جمع بناؤ کہ خبر جس کی وقت عظیم ہو۔ اور یہاں جیسے بولتے ہیں کہ عقرب تم خبردار ہو گئے یعنی کوئی بڑھاوہ تم پر پیش ہو گا۔ لہذا مفسر نے عوارض سے تفسیر کی جمع عاقبتہ بمعنی انجام کار کسی شے کا۔ اور چونکہ کافروں کا کام بد تھا لہذا عذاب بڑا بدلا ہو گا حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت ان کو اپنے گھٹھے کا حال معلوم ہو گا پس جو لوگ کفر پرے مانند ابو جہل وغیرہ کے ان پر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہو گا کہ ایسی سزا دیکھو گے جو انہوں نے نہ دیکھی اور بعض نے کہا کہ عذاب ان پر جاوید ہونا ہے اور بعض نے کہا کہ قطع ہے جس سے مارے بھوک کے آنکھوں میں اندھیرا آتا تھا۔ لَمْ يَبْرُوا لَيْسَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَصْرٌ مِنْ اللَّهِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

جانے میں کیا آنکھوں نہیں دیکھتے کہ کہ اھل کنتا بہتیرے ہلاک کر دیے ہم نے ف کہ خبر یہ یعنی کثیر ہے۔ میں قبلیہ میں قرآن ان سے پہلی سنستین قرن یہ کہ خبر یہ کی تیز ہے مانند قولہ و کم من ملک فی السموات حاصل آنکہ کم سن قرن کا سنین من قبلم اہل کنتا اور قرن کے معنی قوموں میں ہیں کہ دش یا قیام یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا ستتر یا اسی یا سو یا ایک سو تیس سال کی مدت اور سورس کے معنی صحیح ہیں کیونکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہ وہ ایک سو برس جیتے رہے اور قرن بمعنی ہر ایسی امت جو ہلاک ہوئی اس طرح کہ اس میں سے کوئی نہیں بچا مفسر نے ہی اخیر معنی لئے ہیں اور ہی مناسب ہیں اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیوں کا ہے جیسے قوم لوط کو ہلاک کر دیا اور قوم عاد کو مٹایا حاصل آنکہ کیا اہل کہ دیکھ کر عبرت نہیں لیتے کہ ہلاک کر دین ہم نے پہلے ان سے بہت سی امتیں جن کا حال تھا کہ مکتھم فی الاذنی ان کو جہا تھا زمین میں من یعنی ہم نے ان کو گھٹکانا دیا تھا زمین میں تو انائی و مالدار کی کے ساتھ۔ مَا لَكُمْ فَطِنًا لَكُمْ اسقدر کہ جو تم کو نہیں دیا تم کی ضمیر مخاطب ہیں اور پر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کر کے خطاب کی طرف رجوع ہے۔ حاصل آنکہ تم سے اگلوں کو ہلاک کیا حال آنکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالدار میں زیادہ تھے۔ وَرَأَسْنَا السَّمَاءَ فَجَعَلْنَاهُمْ قِوَامًا رَاسًا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا ان لوگوں پر آسمان یعنی بیٹھ پے در پے من کہ بارش خوب ہوتی تھی۔ وَجَعَلْنَا الْآسَمَاءَ سَجْدًا لِلَّذِينَ آمَنُوا وَرَوَاهُمْ فِي جَنَّاتٍ وَجُجَّالٍ غَابِقَةٍ

نہیں کہ جو جاری تھیں ان کے نیچے من یعنی ان کی بستوں کے نیچے حاصل آنکہ ایسی نعمتیں ہم نے ان کو دی تھیں۔ فَأَهْلَكْنَاهُمْ يَوْمَ قَوْمِ لُوطٍ

جدا کو بچھہ پھر ہلاک کیا ان کو ان کے گناہوں پر من یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے ان کو ان کے پروردگار کی توحید کی طرف بلایا اور انہوں نے انہیں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو سب ان کے گناہوں کے ہلاک کر دیا۔ وَأَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمًا آخَرِينَ

اور کھڑی کین ان کے پیچھے اور سنستین من حاصل وہ لوگ بھی اللہ عزوجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر و شرک سے باز نہ آئے تو غضبنا ان سے مٹ گئے اور نیست ہو گئے کہ ان کی بستیاں کھنڈان بران پڑی ہیں ان کو دیکھ کر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤ گے تو اسی طرح ہلاک ہو گئے من قال فی العرائس قولنا ہم من آتہ الخ یہ لوگ جو مشرکین مکہ میں سے کافروں سے ازل ہی میں محروم از نور ایمان تھے وہی الحدیث روین تاریکی میں اللہ تعالیٰ

نے پیدا کیں پھر ان پر نور پاشی کی جس کو پونچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا وہ گمراہ ہوا۔ پس جو کافر مرے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے آثار و آیات سے کیونکر اس کی وحدانیت کو مشاہدہ کر سکتا ہے؟ آیات آسمانی ہوں یا زمینی ہوں خواہ چہرہ ہائے انبیاء علیہم السلام سے ہوں یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ میں ہوں کیونکہ یہ چہرہ بھی تجلی الہی سے چمکتے ہیں لیکن جس نے جو اس سے دیکھا وہ اندھا ہے اور اس کی نابینائی اور بڑھ جانے کی کیونکہ جس کے قلب کی آنکھیں بند ہیں وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے اور شیخ زہرا بادی نے کہا کہ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی عمدہ آیات میں سے اس کے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہیں۔ بالجملة اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیات سے مراد قرآن مجید و نورسین ہر جسکی تجلیات سے چکا چوند ہوتی ہے و عرب اس کے روبرو تعجب و عاجز تھے۔ لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ابو جہل وغیرہ جو کافر ہر ان کو اس میں بھی شیطان نے دھوکے دیکھے۔ قال اللہ تعالیٰ -
وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قُرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا
 اور اگر آسمان ہم ان پر لکھا ہوا کاغذ میں پھر ٹٹول لیں اس کو اپنے ہاتھ سے البتہ کہیں گے منکر
إِنْ هَذَا إِلَّا أَسْحَابٌ مُّبِينٌ ۝ وَقَالُوا لَوْ لَمْ نَأْمُرْكَ بِهَذَا الْكُفْرِ الْبِغْضِ إِلَى اللَّهِ وَاللَّيْئِطِ الَّذِي يَكْفُرُ

یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے صریح اور کہتے ہیں کیوں نہ اُترا اُسپر کوئی فرشتہ۔ اور اگر ہم فرشتہ
مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ لَمْ لَا يُنظَرُونَ ۝ وَوَجَعَلْنَا لَهُ مَلَكًا مُجِيبًا
 اُتاریں تو فیصل ہو چکے کام پھر ان کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ
رَجُلًا وَكَلَّمْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْسُونُ ۝ وَلَقَدْ أَسْتَهْزِئُوا بِرَسُولِ اللَّهِ مِنْ قَبْلِكَ

تو وہ صورت میں ایک مرد کرتے اور ان پر شبہ ڈالتے وہی شبہ جلاتے ہیں اور ہنسی کرتے رہتے ہیں رسولوں سے ہر کچھ پہلے
فَمَا كَانَ مِنَ الَّذِينَ يَخْتَرُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَن كَانَ لَوَّابًا يَسْتَهْزِئُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظروا
 پھر اُلٹ پڑے ان ہی ہنسی والوں پر جن بات پر ہنسا کرتے تھے۔ تو کہ پھر ملک میں تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْفِرِينَ ۝

پھر کیا ہوا جھٹلانے والوں کا۔

سراج میں ہے کہ نصر بن حارث و عبد اللہ بن اسیب و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لاؤں گے نہایت کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپ کے رسالت کی شہادت دیں پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ **وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا** اور اگر اُتاریں ہم تجھ پر لکھا ہوا کتاب بھدر بمعنی مفعول ہو مکتوب ہر فرشتہ قرطاس کا غنم یعنی اگر ہم تجھ پر کتاب لکھی ہوئی قرطاس میں بھی ورق ورق میں اُتارتے جیسے کہ ان لوگوں نے معاندانہ سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیوں نہیں اُتری **فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ** پھر اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے۔ **وَلَقَدْ أَسْتَهْزِئُوا بِرَسُولِ اللَّهِ** یعنی تو بھی کافر اپنے جھگڑے سے باز نہ آتے اور کہتے کہ **إِنْ هَذَا إِلَّا أَسْحَابٌ مُّبِينٌ** نہیں ہر بیکر گھلا ہوا جادو ہے کافروں کی جن بات سے عناد و جھگڑے کا بیان ہوا اور یہ ایسا

سج

جیسے فرمایا۔ و لَوْ تَحْتَ عُلَمِہِمْ بَابِ السَّمَاوَاتِ فَنُقَلِّبُہُمْ لَیْرٍ حَیْرٍ لِّمَا لَآؤُا اِنَّمَا سَکِتَ الْبَصَارُ نَابِلِ عَن قَوْمٍ مَّحْجُوْرٍ۔ یعنی اگر ہم اُن پر آسمان کا دروازہ کھول دیتے اور برابر وہ اس میں چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھیں نظر بند بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اور فرمایا وان یروا کسفا من السماوات ساقطاً یقولوا سبحاً مکرہم۔ یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ یہ پرہ جادو ہوا ہوا ہے۔ وَ قَالُوْا لَوْلَا اَنْزِلْ عَلَیْکَ مَلٰئِکَةٌ اَوْ کُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ کیونکہ ہمیں ہمارا کیا فرشتہ جو اسکی تصدیق کرتا۔ یعنی اُس کے ساتھ میں فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہاں یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور وہ سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنا ہوا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیر الایۃ۔ یہ ان کافروں کی سخت بہت تھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہیں کہ کیوں نہ ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے رد کر دیا۔ اول آنکہ ہر بلا فرشتہ کا یوں نزول قدرت الہی میں کوئی چیز نہیں لیکن فرمایا وَ اَنْزَلْنَا ہُمْ لَمَّا کَفَرُوْا اَنْزَلْنَا ہُمْ لَمَّا کَفَرُوْا اَنْزَلْنَا ہُمْ لَمَّا کَفَرُوْا اور اگر اتارے ہم فرشتہ ف یعنی جیسے ہلکتے ہیں اگر ہم فرشتہ اتارتے اور یہ عناد کی باتیں بناتے تو کھڑکی اٹھ کر پورا کر دیا جاتا حکم ف اُن کے ہلاک ہو جانے کا۔ لَئِنْ کَفَرُوْا حَتّٰی یَکُوْنُوْا حِجْرًا مَّوَدَّعٍ لِّیَوْمَ یُنزَلُ اُھْلُ السَّمٰوٰتِ سَاقِطًا فَاُولٰٓئِکَ سَکِبَاتٌ لِّیَوْمَ یُنزَلُ اُھْلُ السَّمٰوٰتِ سَاقِطًا۔ کی عادت پاک اُن لوگوں سے پہلے والوں کے حق میں جاری ہو چکی ہے کہ جب خون نے کسی آیت پر ہٹ کی اور اُس کے پورے کئے جانے پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے غضب میں فوراً ہلاک ہوئے بالجملہ نزول ملا کہ اس شان سے تو عجیب آیت ہے کہ آنکھوں کو کھینک ایمان لانے سے بہت قریب ہے کہ بعد اسکے ایمان بالغیب یوں ہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد ان کو مہلت نہیں ہو سکتی و قد قال تعالیٰ۔ مَا نَزَّلْنَا الْمَلَائِکَةَ اِلَّا اَنْزِلُوْا اِذَا نَظَرْنَہُمْ نِہْنِ اُنَّ تَارَتْہُمْ ہُمْ مَلَائِکَہُ الْاِلٰہِیْنَ اور ایسے وقت قورح میں کفار مہلت نہ دیئے جاویں گے اور فرمایا۔ یَوْمَ یُروْنَ الْمَلَائِکَۃَ الْبَشَرِیَّۃَ یُوْسِفُ الْمُنٰجِیْنِ الْاٰیۃ۔ وَ لَوْ جَعَلْنَا ہُمْ مَلَکًا وَاٰرَکُمْ ہُوْلًا کَرْتُمْ فَرِشْتَهٗ ف یعنی اگر وہ شخص جو ان کی طرف اتار گیا ہم اُس کو فرشتہ کہتے۔ جیسے کہ فرشتہ کو مانگتے ہیں لَیْسَ عَلَیْہِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا رِجَالًا وَاِنْ کَانَ ہُوْلًا لَیْسَ عَلَیْہِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَرْوَاحًا لَیْسَ عَلَیْہِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا نَارًا لَیْسَ عَلَیْہِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا حِجْرًا مَّوَدَّعٍ لِّیَوْمَ یُنزَلُ اُھْلُ السَّمٰوٰتِ سَاقِطًا۔ اور اسکو ایک دی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے انہر جو پس رکھتے ہیں اپنے نفسوں پر بائیں طور کہ کھینے لگتے کہ پھر تمہارے مانند ایک آدمی ہے اور بعض نے قولہ لولا انزلنا ملکاً لقاضی الامر سے دونوں آیت کی یوں تقریر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتہ اتارتا کہ اسکو آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکروں کی طرف بھیجا جاتا تو لقاضی الامر فرم لائیں ان کے لئے قوائے بشری اسکو مشاہدہ کر کے زندہ باقی نہیں رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے اُن کی جا نہیں نکل جاتیں کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگوں کو معرفت و کمال حاصل ہو اور کتاب الہی پر ایمان لاؤں اور نیک کام کریں وہ سب جاتا بہت اور قولہ ولو جعلناہم لکابجلاً لولم یجعلناہم لکابجلاً الایۃ یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ زمین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ فرشتہ جس صوت پر مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہیں کر سکتے پس وہ آدمی کے کشیف جسم میں مشتمل کیا جاتا تاکہ اس سے بائیں کریں اور اُس کے نصائح کو سنیں اور جب اس صورت میں ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہے۔ پھر اگر اُن کو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی صورت پر اُن کے روبرو ہو جاتا تو سب فی الفور جاتے پھر بھجے گا کچھ فائدہ نہ ہوتا حاصل یہ کہ غیر جنس سے امور شریعت کی حکمت پوری نہیں ہے کیونکہ شریعت فقط ہا زو زوہ کا نام نہیں بلکہ زندگی دنیاوی کو دنیا میں الہی خوبی سے بسر کرنا ہے و ہم تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو اور یہ بدون اُس کے معلوم نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جس نے پیدا کیا اور نعمتیں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان اس کے رسول کے معلوم نہیں ہو سکتے ہیں لہذا رسول پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ بندے کے افعال و قوم کے بین ہی کے افعال و قوم افعال و جوارح

پس افعال قلب میں اعتقادات وغیرہ ہیں اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں اور اس کی شان میں کیا اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے اور خالق و رازق ہے اسی پر توکل ہے اور بغیر اس کی تاثیر قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہیں ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہو گا تو اپنی ہمت ارادہ و قصد پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہو گا تو اپنی بُری نیت ارادہ و قصد پر عذابِ ملامت پاویگا اور مانند اس کے بہت صفات باری تعالیٰ ہیں کہ بندہ بغیر رسول کے بتلائے نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہیں کہ مثلاً غرور و تکبر و کلمند حرام ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت میں محتاج جانے اور ہر دم اس کی طرف التجار رکھے کہ میرے پروردگار میں کون کرتا ہوں اور تیری قوت قدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہو گا تو اس کوشش کو بھلدار کرے اور مسلمانوں کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے اور ان کی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہیں ہے اُنکادل اپنا دل جانے اور اخلاص رکھے کھونٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغیر حسد و عداوت وغیرہ بد باتیں ہی میں کبھی نہ رکھے۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور قہر میں پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیکر اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہے اور پورا بیان حدیث و قرآن میں ہزاروں باتوں کا ہے۔ اور دوسری قسم جو افعال جوارج یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کے کام ہیں ان سب میں دل کی نیت شرط ہے۔ پھر ان کاموں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالیٰ کو پہنچانے ہیں جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ دونوں رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہیں ہو سکتے کہ کون کون اور کون کون چنانچہ عید کے دن ذرہ حرام ہو حالانکہ عید کے ایک دن پہلے فرض تھا اور دوسری قسم جو افعال ہیں ان کو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہو گا جیسے بان بچوں کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم ہیں ایک کہ دوسرے سے اپنا نفع لینا اور دوسرے کو خود نفع پہنچانا اور تیسرے دونوں کا آمین نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہیں کہ اپنی ذات کی اصلاح کرنا اور دوسرے اپنے گھر والوں کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ و شہر والوں و تمام جہان والوں کی اصلاح کرنا۔ پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب میں سچائی شرط ہے پس نوکری میں برے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے۔ اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے نیک نیتی سے پورا کرے تجارت میں جس کی خرید و فروخت میں جو طریقہ شرع میں بیان ہوا ہے اُس کو برتے۔ پس خرید و فروخت کے جملہ قانون جو شرع میں بیان ہیں اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہے اور عیب ارجح کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب میں بھول ہو جائے تو بڑھتی بھیر دے جو چیزیں دنیا میں فساد ڈالتی ہیں۔ تال۔ طینورہ۔ مٹھار۔ باجر وغیرہ نہ بیچے اور جن باتوں میں مانند گھون کو گھون سے بدلتے ہیں بڑھتی حرام ہے ان کو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرانی و کفالت و وکالت و مضاربت و اجارہ و صناعت و سلم و شفعہ وغیرہ جتنے معاملات ہیں ان کو پورے پورے شرعی قاعدوں سے برتے تاکہ دنیا میں اصلاح رہے اور اپنے مولیٰ کی لوگ عبادت کریں اور علی ہذا کھیتی باڑی و با و شاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب سول سے معلوم ہوتے ہیں پھر جو افعال نیک ہیں اس کے مقابلہ میں ہزاروں لاکھوں افعال بد ہیں جو پوری کرنا دھوکا بازی و ناکاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو راستہ کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندوں کی بھلائی میں کوشش کرے کبھی مال سے کبھی بان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور کبھی جھڑکی و ملامت سے اور کبھی بصورت سزا و چوٹ دینے سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں امن امان ہے گرا یا امن امان کہ سب بندے اپنے معبود خالق کی بندگی لئے جاوین اور امن و عافیت سے زندگی بسر کریں تاکہ جب مرین تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یہاں کی تکلیفات و مشقتوں کے بدلے جو ان کی چند روزہ عمر میں ان کو پہنچتی رہی ہے وہاں ہمیشہ ابدالاً باوراحت و آرام و محبت بھرتوں میں خوشحال رہیں اور اپنا

وہ عقلمند آدمی یقین کرے گا کہ ان افعال قلبیہ و افعال جوارح کے طریقے و معلومات کس اعتقاد سے اللہ عزوجل کی توحید و شان کے لائق ہیں اور کس برتاؤ سے اس کی مرضی کے موافق ہیں قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہیں معلوم ہو سکتا ہے اور ان سب میں بڑا عربہ کہ بندہ اپنے خالق کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد میں اور نہ اپنے افعال میں اور ان میں ہی جو اعتقاد میں برخلاف اعتقاد رکھے شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بد بخت و نا بخار ہے اسپر فرض ہے کہ جس نے پیدا کیا اسکا بندہ رہے اور اسپر خالق کا کمال احسان یہ ہے کہ رسول بھیج کر سب سکھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول بھی انھیں کے جنس کا اپنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق بسر کر کے مرے تو اس کی درگاہ میں جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہوگا تو یہ بات نہایت خوبی سے پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہوگا تو اسکے قدم بقدم چلنے میں کہنی نامناسبت پر اسٹی اسلے کہ کے شرک جو فرشتہ مانگتے تھے ان کو سمجھایا کہ غیر جنس سے تم فائدہ نہ پاؤ گے وحشت کھا گے اور فرشتہ ہوگا تو صورت ہی دیکھ کر جاؤ گے اور جب تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ یہ رسول تم کو بڑی اہ سے پھیرتا اور بالکل بھلا رہتا ہے اور ہمارے معبود برحق کی بندگی دہری سکھاتا ہے اور خود کچھ مانگتا نہیں ہے تو اسکی بات سنیں سمجھیں و غور کریں تم یہ تو کرتے نہیں بلکہ فرشتے کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اس کی شکل سے ڈر کر جاؤ گے پھر نیک اہ کیا سیکھو گے اور اگر وہ آدمی کی صورت بنکر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طبیعت و جبلت زالی ہوگی تم اسکے قدم بقدم کیا چلو گے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کو گے کہ ہم اسکی کیا پیروی کریں یہ فرشتہ نہیں بلکہ آدمی ہے پس تم نہایت احسان مانو کہ تم میں تمھاری جنس کا رسول بھیجا اور مجھ سے آیات سے اسکی تصدیق کر دی اور سب بڑا معجزہ تو قرآن ہے کہ جملہ ایک ٹھوکانی زبیدہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام میں جو بلاغت موجود ہے تم سے اسکا مثل نہیں آتا پس تم اپنی جنس کے رسول کو بڑا احسان انعام یقین کرو اور نہ سمجھا دیا بقولہ ولو کان فی الارض ملائکہ تمیشون بطین بشرنا علیہم من السماء لکارسولاً یعنی اگر زمین میں ملائکہ ہوتے تو ہم ان پر البتہ آسمان سے ان کی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے یعنی اگر فرشتوں میں بھی مادہ خیر و شرک ہو تاکہ ان کو آدمیوں کی طرح بڑائی کے افعال باوجود خواہش کے چھوڑ کر بھلائی کے طریقہ ہیچانے معرفت و توحید الہی کے جاننے اور اوہام و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت پڑتی تو ان کا رسول ان کی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیوں کا رسول اسی جنس کا آدمی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور افسح یہ ہے کہ ان کافروں کو خیر و خیال سو بھنا اور اسکی دلیل تھی کہ ان میں ہی میں گہرائی تھی جن میں تھوڑی تھوڑی نہ بشر جب تک اپنی قوت بلکہ قوت حیوانیہ سے خالص توحید عبادت کیساتھ تمیز و جدانہ کیے تب تک فرشتہ کو نہیں جنم کھ سکتا ہاں بعد خلوص و کمال کے البتہ دیکھ سکتا ہے اور قولہ تعالیٰ لقد راہ نزلاً من عند ربہ العنسی کی تفسیر میں صحیح ہے کہ آنحضرت صلعم نے جب ریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پہ دیکھا اور دنیا میں بارہا جس ریل وغیرہ دیکھا کہ علی نبینا و علیہم السلام آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلاں اور وہ فلاں فرشتہ ہے اور بصورت آدمی بعض صحابہ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی حدیث سوال سلام و ایمان احسان و آثار قیامت کے معروف ہے اور حضرت لوط علیہم السلام پر بصورت بے داوھی ہو چھ کے خوبصورت لڑکوں کے آنا اور پہلے اس پر علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا کھانا قرآن مجید میں مذکور ہے جبکہ انشاء اللہ مفصل قصہ آویگا۔ بالکل کفار کہ جب ایسی شیطانی باتیں جن کا قوسع ازراہ حکمت الہی منوع تھا مانگتے تھے جسے کوئی دن مطالبہ کرے کہ آسمان سجائے زمین کے اور زمین سجائے آسمان کے ہو جائے اور یہاں کے رہنے والے وہاں برعکس ہو جاویں تو یہ عارف مانگے نزدیک غلام شہیت و تقدیر و حکمت الہی ہے ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی اولعانی جل جلالہ و علم اولہ نے حکم کیساتھ فرمایا اور ان کو سمجھایا دیکھیں ان میں سے جن کی تقدیر میں کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے مگر آنحضرت صلعم جو پاک رسول در بندوں کے اور بہر بان ترس کھانے والے تھے ان کی ایسی جہالتوں سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے

نے جاہلین کے حال سے خبر دی کہ جب انھوں نے خاصانِ درگاہ کو نہ پہچانا اور انہیں آثارِ جلال الہی کو نہ دیکھا تو ان سے اعراض کیا اور ان کے حالات سے انکار کیا۔ قاسم نے کہا کہ جب انھوں نے رسولوں کے حقوق کو نہ پہچانا اور ان کی تکوین نہ کی اور حنیم حق اور عین بصیرت سے ان کو نہ دیکھا تو الوار و مشاہدات سے اندھے دھندے رہ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت محیط و رحمت عظیمہ اور کفار و کجبت ہر طرح پوری ہے۔ بقولہ تعالیٰ

قُلْ لَنْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ مَا كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ ط لِيَجْمَعَكُمْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین میں کہ اللہ کا ہے۔ اُس نے لکھی ہے اپنے ذمہ ہر باری البتہ تم کو جمع کریگا

إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ الَّذِينَ خَيْرُ مَا أَنفُسُكُمْ فَهُمْ لَكُمْ بَدَلٌ ۗ وَ

دن قیامت تک اس میں شک نہیں جھٹوں نے ہاری اپنی جان دی نہیں مانتے اور

لَهُ مَا سَكَنَ فِي الْبِلَادِ وَالنَّهَارِ ۗ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۗ قُلْ أَعْتَبُوا اللَّهَ اخْتِذُوا مِنَّا

اُسی کا ہے جو بنا ہے رات میں اور دن میں۔ اور وہی ہے سب سنا جانتا تو کہہ کیا اور کوئی پکڑوں اپنا بدگار

فَأَطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطَعَّمُهُ وَلَا يُطْعَمُهُ ۗ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ

اللہ کے سوا کسی کو نہ سنا اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسکو کوئی نہیں کھلاتا جو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم

أَوَّلَ مَنْ أَسْكَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۗ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ

ماؤن اور تو نہ ہو شریک پڑنے والا تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں

رَبِّي عَذَابَ بَعْثِهِ عَظِيمٍ ۗ مَنْ يُصِرْ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَجِعَهُ ۗ وَذَلِكَ الْقَوْلُ لِلْمَلَكِ

اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اُس دن اُس پر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

قُلْ كَمَا كَرِهَ لَكُمْ صَلُّوا لِمَنْ تَشَاءُونَ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوهُنَّ ۗ قُلْ لِلَّهِ الشُّعْبُ

محبوب بھی ملوک الہی ہوئے اور معنی یہ کہ آسمان زمین سے تمام اشیا کے جو ان میں ہیں یعنی تمام عالم سوائے ذات باری تعالیٰ کے کس کی ملک ہے۔ قُلْ لِلَّهِ كَرِهَ

اللہ تعالیٰ کے ہیں یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دیں تو خود تو یہ جواب دے کیونکہ اسکے سوا کسی کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اور

لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین نجاست سے منہ کیا کھولیں گے۔ حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہے خواہ باقرار صحیح یا کجبت۔ دھتوت ہٹ دھرمی کے انکار کے

لیکن مشرکین عرب سکا قرار کرتے تھے وقد ذکر تعالیٰ اولئین سألتم من خلق السموات والارض ليقولن اللہ یعنی تو اگر ان سے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا

آسمانوں و زمین کو تو ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور یہ مشرکوں و کافروں پر ایسی جنت فوسی ہے کہ جس سے ان کو مجال نہیں کہ کسی شریک و نافر کی طرف جاویں۔

باجملہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اسو سطر کہ قادر مختار خالق جامع کمال ہے جو پاک پروردگار ہے وہی ستمی عبادت ہو کر عبادت عبادت اظہار بندگی ہے پس جو اللہ نہ ہو وہ اسکا ستمی نہیں ہو سکتا کہ اسکی بندگی کی جاوے اور جب بندگی فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی متعین

ہوئی تو شریک سے توبہ کرنی چاہیے۔ اور جو گذرا اسکو وہ پاک معجز حق عنقریب مانیو لا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کتب علی نفسیہ الرحمۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر رحمت کا ہتھوڑا کیا ہے

فکتب معنی فرض نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر کوئی چیز فرض واجب نہیں ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے بلکہ کتب معنی قضی ہو یعنی مقدر کر دیا ہے اپنے اور رحمت کو بطور فضل احسان کے اور اس کلام پاک میں ایک طرح کی ہر باری شکی ہے کہ لطف سے مشرکوں کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار عنقریب رحیم ہے جو تم سے بھگت جلتے ہیں جو کہ ہو گئی اُس کو رحمت سے معاف

فرمادیکا اور یہ بھی اسکی رحمت ہے کہ رسول بھیجے و کتابین نازل فرمائیں راہ توحید پر و لائل صریح قائم کئے حالانکہ آفاق و انفس میں لاکھوں دلائل موجود ہیں جو
گو اسی سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ لائے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے خلق کو بقدر کیا تو ایک
کتاب لکھی اور عرش پر اپنے پاس رکھی کہ میری رحمت سبقت لیکھنی میرے غضب پر کیا فی الصبح البخاری و مسلم۔ اور مسلمان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کئے تو سوترتین پیدا فرمائیں اور ان میں سے ایک حصہ دنیا میں لوگوں کو ملا کہ جس سے آپس میں ایک
دوسرے پر رحم کرے تہن زمان باپے غیرہ سب اور ننانوے حصہ قیامت کیلئے ہیں پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو مومنوں کیلئے حصہ بھی ملا کہ سو
پورے کر کے دیدئے جائیں گے۔ یہ وہ مسلم و احمد وغیرہ اور شرح ان حدیثوں کی بہت طویل چاہتی ہے اور اولی یہ ہے کہ بندہ مومن ان باتوں کو
بلا تردد و غور کے مان لے کیونکہ یہ مقام صفات ہر اسمین عقل کو رسائی نہیں ورنہ علماء نے جاہلون کے ادہام دور کرنے کو معقول تاویلین بیان
فرمائی ہیں پھر اس جملہ ترغیب و وعدہ صادق کے بعد حمله ترہیب و وعید خوفناک کو بیان فرمایا تاکہ نادان بندے سے ترہ نہ ہو جاوین اور بات کو اپنے
موقع تک کہیں اور حد سے تجاوز نہ کریں بقولہ تعالیٰ۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الْقِيَامَةَ كَذَيْبٍ فِيهِ۔ اللہ تعالیٰ ضرورتاً کہ یوم قیامت میں
جمع فرمادیکا جس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ یہ تاکید باستعمال قسم ہے اور وجہ قسم بھی تقویت ترہیب ہے اور زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کے
یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں اپنی ذات پاک پر یہ مقرر کر دیا کہ رحمت فرمادے اور رحمت غالب ہے اسی واسطے تمہاری عمر و رزق کو بحال رکھا
اور تم کو ہمت تیری باوجودیکہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمت سے بدل فرمایا لہذا جمع کر کے یعنی تقدیر رحمت و وعدہ صادقہ رحمت کا یہ ہے کہ تم کو قیامت کے روز
جمع کر کے جزا و سزا دے اور قبل سے اس عذاب میں جو تمہارے گناہوں کے مقابلہ میں سزا دار ہے ماخوذ نہ فرمادے سنا بر قول زجاج کہ رحمت کہتو
کا وعدہ صادقہ تا روز قیامت ہے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اس کے اعمال کی سزا لیلی اور ہمت نہ ہوگی اور بنا بر تقدیر قسم کے
قسم کا مقدر کرنا اور حلالہ اس قدر ہوگا کہ فرمائے کہ ہر مشرکین کا جو روز قیامت و بعث و مشرکے سکر تھے اسی واسطے لاریب فیہ سے ناکیدی۔ اَلَّذِينَ خَسِرُوا
انفسہم و ہن لوگوں نے خوار و خست کیا اپنی جانوں کو ف باہن طور کہ سکو بہ عقائد شرک و عذاب کے رو برو کر دیا۔ فَهَهُمْ كَالْوُحْمِ اَوْ
تو ایسے بیبیٹ ایمان نہیں لانے ہیں اگرچہ یہ جانتے دانتے ہیں کہ بیشک ہم کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وَ اَن تَسْأَلُوهُ فِی الْاٰیَاتِ
وَالْاٰیَاتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہر چیز بستی ہر رات بین اور دن بین یعنی ہر چیز اسی کی ہے وہی اس کا خالق و مالک ہے اور مدارک وغیرہ
میں ہے کہ قولہ تاسکون ہے اسکن یا شکر یعنی جو چیز ساکن ہو یا شکر ہو سب اللہ تعالیٰ ہی کی واسطے ہے حرکت سکون باہم متضاد ہیں پس
سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کر کے دوسری ضد کو ذکر نہیں کیا اور ہا یہ کہ سکون کو واسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہے اور یہ کلام بھی
مشرکوں پر رحمت ہے جو اس میں پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر میں نہیں ہے اور اسی ہم پر بتوں کے انتظام پر ہر دہہ کرتے اور ان کی عبادت
کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مصرح رو کر دیا کہ رات دن میں جو مخلوق ہے طلب تردد کے ساکن پڑی ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق اور اسی
کی پرورش سے زرق پاتی ہے اور حضرت سیدی نے کہا کہ اسکن یعنی جو ثابت مستقر ہوئی۔ یہی دشمنی نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسی کو
منع قرار دیا اس جس پر رجم نے کہا کہ جس پر آفتاب طلوع و غروب ہوا وہ رات دن کے ساکن ہیں سے ہر پس مراد اس سے تمام وہ چیزیں ہیں جو
طلوع و غروب آفتاب کے درمیان میں خواہ کہیں ہوں اور اس کثیر نے کہا کہ ہر جاندار آسمان زمین کا سب کے سب اسی کی خلق و ملک میں۔ بالجملہ
اس میں اتفاق ہے کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہے اور اسی سے یہ تمام مخلوق کا پروردگار و خالق و مالک ہے یا اللہ تعالیٰ ہے اور مشرکوں و کافروں
و فلاسفہ و مجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہے کہ بعض اسکے مخلوق ہونے یا بر انتظام ہونے سے خارج ہے یا وہ قادر و مختار نہیں یا کوئی مخلوق

اسکے ساتھ شریک ہر سب غلط و کفر و جہالت ہر وہی قادر مختار خالق جامع صفات کمال ہے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی ہی خوب سنے والا ہے جو کچھ کوئی کہے اچھی بات توحید کی یا بری بات شرک کفر کی اور خوب جاننے والا ہے جو کچھ کوئی کرے عبادت و بندگی یا کفر و شرک وغیرہ اور اللہ شرم چاہیے اس مخلوق کو جو اپنے خالق کی جناب میں شرک کفر لے یا کرے۔ اور عجب کہ کافران مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی پرستش کرنے کی طرف بلایا تو حکم ہوا۔ قُلْ أَكْفَرُ بِاللَّهِ أَتَخْذُونَ لِي آدَاءً مِمَّنْ سِوَاكَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ اور یہ استفہام انکاری ہے اور معنی یہ کہ اگر کسی کو بتوں پر بناو گناہ کا لفظ اللہ تعالیٰ ہی کو بتوں پر بناو گناہ جسکی یہ نشان ہے قُلْ لِي الشُّعْرَاءُ كَمَا لَكُمْ مِنَ الْأَسْمَانِ لَنْ يَنْزِلَ عَلَيْكُمْ مِنْ سَمَاءٍ مَاءٌ مَذْجَبٌ وَلَا تَكُونُونَ مِنَ الْمُنذَرِينَ اور یہ اسلوب ہے فاعلی یعنی دونوں کو اپنا کرنے والا ہے۔ وَهُوَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ الْأُحْشَابِ حَرَامٌ عَلَيْهِمْ أَنْ يُصَلُّوا وَلَا يَسْأَلُوا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا يَمَسُّوهُمُ مِنْ شَيْءٍ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَكَبِّرُونَ اور یہ اسلوب ہے فاعلی یعنی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أكونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ كَمَا دَعَاكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أكونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ اور اولیت سے مراد یہ کہ اس امت میں سے پہلے ہی مسلمان ہوں۔ وَكَذَلِكَ نَقُتُّكَ - اے قبیلہ بنی۔ لاکون۔ مِنَ الْمَشْرُوقِينَ اور مجھے کہا گیا کہ تو پہر گزرت ہونا ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر نیو لے ہیں۔ یہ عطف ہر امت پر تقدیر لفظ قول اور بعض نے کہا کہ قل عطف ہے یعنی ایسا ایسا کہدے اور مشرکین میں سے مت ہو اور اس تقدیر پر صیغہ امر پر ہی کا عطف روا رکھا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آجہ مشرک ہو نہیں سکتے تھے کیونکہ آپ معصوم پیغمبر تھے لیکن یہ خطاب فرمایا کہ امت کے اہل اسلام اس خطاب سے مستفید ہوں۔ قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُعَذِّبَنِي اللَّهُ فَمَنْ يَعْذِِبْنِي اللَّهُ فَلَيْسَ بَأْسًا لِي بِشَيْءٍ مِمَّا كَفَرْتُ بِهِ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ كَفَرْتُ مِنْ قَبْلُ لَكُنْتُ مِنَ الْخَائِبِينَ اور روز قیامت ہر معنی یہ کہ تو کہدے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کر کے غیر کی عبادت کروں تو مجھے عذاب زقیامت کا خوف ہے۔ بعض نے کہا کہ خوف سے مراد یہاں علم ہے یعنی میں جانتا ہوں کہ اگر یہ روز نکال کی اس طرح نافرمانی کروں کہ غیر کی عبادت کروں تو عذاب روز قیامت میں گرفتار ہونگا۔ مستحکم کہتا ہے کہ ظاہر امر اس قائل کی یہ ہوگی کہ خوف مستلزم معرفت ہے پس معنی یہ کہ میں جانتا ہوں لہذا خوف کرتا ہوں کہ نافرمانی کروں تو عذاب ہوگا اور علم موت خوف ہر چنانچہ فرمایا۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ایسے بندوں میں سے وہی ہیں جو علم لائے ہیں اور حاصل یہ کہ مجھے خوف بطریق تردید نہیں بلکہ غیر کی عبادت میں قطعی عذاب جانتا ہوں۔ مَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَصْرِفْ عَنَّا كَبِيرَةً اور یہی ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا ہے یعنی اس کے واسطے بھلائی کا راہ کیا۔ اور جہرہ و کسائی والوں کی طرف سے صرف بصیغہ معروف یعنی مبنی للفاعل پڑھا اور معنی یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے اس روز عذاب کو تو اس پر رحم کیا۔ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ اور یہ نیت عظیمہ کھلی ہوئی فلاح ہے۔ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أكونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ اشارہ ہے کہ فطرت ذاتی میں سے اول میں تھا پس اس وقت جبکہ وجود میں کوئی نہ تھا مجھ کو حکم ہوا کہ عبودیت میں سے اول ہوں۔ بعض نے کہا کہ بلو حق میں اول منقاد ہوں۔ ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ سبادی قدرت میں پہلا حضور رکھنے والا میں ہوں۔

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُنَزِّلْ بِهِ سَقَطًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْغَمَّ ثَقِيلًا يَلْمِزُكَ فِيهِ مَا كُنْتَ تَكْفُرُ
اور اگر ہو سجدے اللہ بضر فلا کاشف له الا هو وان ينزل به سقاتا انزل الله الغم ثقیلا یلمزک فیہ ما کنت تکفر

كُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۝ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرٌ ۝

ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کا زور پہنچتا ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبر دہا

قُلْ آتَىٰ شَيْءٌ أَكْبَرَ شَهَادَةً ۚ قُلِ اللَّهُ قَدْ شَهِدَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَمْرِي إِلَيْكُمْ هَذَا

تو کہ کس چیز کی بڑی گواہی کہ اللہ گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور تمہارے جگہ پر

الْقُرْآنَ لَا يَذِكرُكُمْ بِهِ ۖ وَمَنْ يَكْفُرْ أَعْيَبَكُمْ لَشُهُودِكُمْ ۚ وَمَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ قُلْ لَوْلَا إِشْرَاقُ

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جو کچھ پہنچے کیا تم گواہی دینے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں۔

قُلْ لَوْلَا إِشْرَاقُ الْقُرْآنِ لَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ غَيْرِ مِمَّا تَشْتَبِهُونَ ۚ قُلْ لَوْلَا إِشْرَاقُ الْقُرْآنِ لَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ غَيْرِ مِمَّا تَشْتَبِهُونَ ۚ قُلْ لَوْلَا إِشْرَاقُ

تو کہ میں نے گواہی دوں گا تو کہ وہی ہے معبود ایک اور میں قبول نہیں رکھتا جو تم شریک کرنے ہو۔

الَّذِينَ انبأهم الكتاب يعرفون ذلک كما یعرفون انبأہم الذین خیر انفسہم جن کو ہم نے دی ہے کتاب اُس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جنہوں نے باری اپنی جان

ظلموا لظلمت وصر أظلم من افترى علی الله کذبا ۖ أولئك یأبئنا فیہم الضلوعون ۚ وہی نہیں مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ یا بد سے اللہ پر یا جو جھٹلائے اُسی آیتیں مقرر جھلا نہیں پائے گنہگار

وَالَّذِينَ انبأهم الكتاب یعرفون ذلک كما یعرفون انبأہم الذین خیر انفسہم جن کو ہم نے دی ہے کتاب اُس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جنہوں نے باری اپنی جان

ظلموا لظلمت وصر أظلم من افترى علی الله کذبا ۖ أولئك یأبئنا فیہم الضلوعون ۚ وہی نہیں مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ یا بد سے اللہ پر یا جو جھٹلائے اُسی آیتیں مقرر جھلا نہیں پائے گنہگار

والَّذِينَ انبأهم الكتاب یعرفون ذلک كما یعرفون انبأہم الذین خیر انفسہم جن کو ہم نے دی ہے کتاب اُس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جنہوں نے باری اپنی جان

ظلموا لظلمت وصر أظلم من افترى علی الله کذبا ۖ أولئك یأبئنا فیہم الضلوعون ۚ وہی نہیں مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ یا بد سے اللہ پر یا جو جھٹلائے اُسی آیتیں مقرر جھلا نہیں پائے گنہگار

ظلموا لظلمت وصر أظلم من افترى علی الله کذبا ۖ أولئك یأبئنا فیہم الضلوعون ۚ وہی نہیں مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ یا بد سے اللہ پر یا جو جھٹلائے اُسی آیتیں مقرر جھلا نہیں پائے گنہگار

اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہیں کہ اس سے نکل سکے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ۔ وہی حکیم خبر ہے۔ یعنی مخلوق میں جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اس کی حکمت ہی کے موافق ہے اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُن کی ماہیت سے وہی آگاہ ہے پس ہر ایک کو اس کے لائق دیا ہو سچ سیدوٹی نے کہا کہ کافران کہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آجکی نبوت کی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگلی کتابوں والے انکار کرتے ہیں تب یہ نازل ہوا اقل آجی شئی عذرا کبر و شہادۃ یعنی ان مشرکوں سے کہدے کہ گواہی میں کون چیز سب سے بڑی ہے۔ قُلِ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی یہی جواب ہے اور کوئی جواب نہیں صحیح ہے اگر وہ لوگ چاہیں تو تو ہی کہدے اور معنی یہ اللہ اکبر شہادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہزارا شاہد ہونے کے اور مراد ان کے سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ شہید گواہی و جب تک کہ وہ میرے و تمہارے درمیان شاہد ہے۔ پس مبتدا محذوف ہر کلام بیان سے شروع ہے۔ اور اس تقدیر پر مائی شئی کے جواب میں جب اللہ کہا تو دلالت ہو کہ شئی کا اطلاق ذات پاک پر درست ہے اور توجیہ کی گئی کہ شئی کا اطلاق واجب ممکن سب پر ہے اور اس سے مکملین علماء استدلال لاتے ہیں بعض نے کہا کہ جواب یوں ہے کہ قُلِ اللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ۔ تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمہارے درمیان شاہد ہے اس سے ثبوت نہیں ہوتا کہ شئی کا اطلاق حضرت باری تعالیٰ پر درست ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہو سکتا ہے یعنی تم نے شہادت میں کون چیز سب سے بڑی خیال کی ہے۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہو بلکہ تمہارے میرے درمیان اللہ تعالیٰ شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار کرتا ہے اور اگر اہمیت کرتا ہے کہ اللہ عزوجل پر شئی کا اطلاق کیا جائے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہیں آتا کہ قولہ واللہ علی کل شیء قدير میں سے ذات باری تعالیٰ کا استثنا کیا جائے یعنی منجملہ شئی کے ذات باری تعالیٰ عقلاً مستثنیٰ ہے جیسا کہ اول قول والون پر لازم ہے۔ اور جو مترجم نے اختیار کیا اسپر لازم نہیں ہے کیونکہ شئی میں ذات باری تعالیٰ عزوجل اخل ہی نہیں ہے اور ہا یہ کہ لفظ شئی موجود ممکن الفاظ مترادفہ ہیں تو یہ تعبیرات ہیں کہ ذات باری تعالیٰ عزوجل کے۔ میان میں ان الفاظ سے چارہ نہیں جیسے ماومن موصولات میں سے ذات باری تعالیٰ کو من سے تعبیر کرتے ہیں جیسے من خلق السموات والارض۔ اور جواب میں قُلِ اللّٰهُ رَاقِعٌ بِمَا تَدْعُوْنَ جو مخصوص بزوی العقول ہر اسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ عزوجل عقول کا خالق ہے اور عقل والون کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو زوی العقول میں سے نہیں کہہ سکتے ہیں ایسا ہی یہاں ہے فلیمائل پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے مشرکوں کے درمیان شاہد ٹھہرایا۔ تو اللہ تعالیٰ کی شہادت سے یہ مراد کہ اُس نے آنحضرت صلعم کے ہاتھوں پر حجرات ظاہر کر دیے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعویٰ پر گواہی لائے اور بالاجماع خالق اشیا اور تعالیٰ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ویسی ہی بفعیل بھی ہوتی ہے بلکہ بفعیل اقویٰ ہے کیونکہ قول کے الفاظ میں احتمالات پیدا ہوتے ہیں بخلاف فعل کے اور ہو سکتا ہے کہ شہادت الہی سے مراد یہ قرآن مجید ہے جو تبلیغ ہوا یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمہارے درمیان میں میری سچائی پر اپنے کلام مجرب پاک سے شاہد ہے۔ وَ اَوْحٰی اِلَیْکَ الْقُرْآنَ لَعَلَّکَ تَذَكَّرُ یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کیا چھ پر یہ قرآن تاکہ اس سے میں ڈر سادوں تم کو اسے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جس کو یہ قرآن پہنچا خواہ آدمی ہو یا جن ہو۔ اس میں صریح واللہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہیں ہے اور مجاہد نے کہا کہ قولہ لا نزلکم بہ۔ مراد عرب ہیں اور من بلغ یعنی سوائے عرب کے بلکہ ان کے لیے ہیں۔ اور انس نے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ روم و بادشاہ نجاشی اور ہر کس کو خط لکھا اور ان کو اللہ عزوجل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ نجاشی تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی۔

رواہ ابن مردودہ۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہے جسے کسریٰ قیصر اور نیزامین صریح دلیل ہے کہ جو اس وقت موجود تھے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے
 حق میں قرآن مجید کی پابندی یکساں ہے اور علماء رحمہم اس معنی میں متفق ہیں۔ عن ابن عباس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کو قرآن پورے پڑھا گیا گویا
 میں نے اس سے بالمشافہ انداز کیا پھر یہ آیت پڑھی۔ رواہ ابن الجارود اخطیب البغیم۔ محمد بن کعب نے کہا کہ جب کو قرآن پورے پڑھا گیا اس نے
 نبی صلعم کو دیکھا اور آپ سے باتیں کیں۔ اور ایک روایت میں گویا محمد صلعم نے اسکو اطلاع کر دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر عن قتادہ مسلاً آنحضرت
 صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو۔ اور جسکو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پڑھی اس کو حکم الہی پورے پڑھا گیا۔ رواہ عبد الرزاق
 اور ربیع بن انس نے کہا کہ جس نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اس پر حق واجب ہے کہ جس کی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اسکی طرف
 بلائے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اس سے ڈراوے۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف
 سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگوں کو پڑھاؤ۔ رواہ البخاری عن ابن مسعود بن نے نبی صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ترومازہ کرے
 اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ویسی پڑھاؤ کیونکہ سننے والے کے نسبت کبھی وہ زیادہ ماہر ہوتا ہے جسکو پڑھی۔ رواہ الترمذی
 وغیرہ۔ اور جیسی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اس شخص کو حاصل ہو جس کو پڑھا ہے۔ پھر اہل مکہ و مشرکوں
 کو فہمائش کی کہ اپنے خیالات و ادہام شرک ترک کریں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچی بات مانیں۔ آیت کہ لا تشہدوا لہ آت
 مع اللہ الہة الاخری بھلا کیا تم لوگ اعتقاد ہی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں دوسرے اللہ ہیں۔ قل لا آتھدکم
 کہ میں اسکی شہادت نہیں دیتا ہوں قل انما هو اللہ واحد تو امد سے کہ میں یہی گواہی دیتا ہوں کہ وہ ہوا واحد ہے۔ و انبی بیری مع انشیر کون
 اور امد سے کہ میں بری ہوں اس چیز سے جسکو تم شرک لانتے ہو یعنی بت و بداعتقاد و ایمان وغیرہ جن سے تم شرک کرتے ہو میں سب سے
 بیزار ہوں پھر موافق سبب دل مذکورہ بالا کے مشرکین مکہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ انکار کر کے انکار کرتے ہیں اسکا
 رد فرمایا اور حاصل ان کے فسق و فجور نے ان کو آمادہ کیا کہ ازراہ حسد و عناد کے جان بوجھ کر منکر ہوتے ہیں اور فرمایا۔ آذینت اللینہم
 الکتاب وہ لوگ جسکو ہم نے کتاب ہی ف یعنی جنکو تورات و انجیل دی بنا براہیکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہے حاصل انکہ
 علمائے یہود جو تورات جانتے ہیں اور علمائے نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہیں۔ یہی دونوں وہ سب مجھ کو ایسی طرح جانتے ہیں کہ گویا آنکھوں دیکھا
 یعنی محسوس پہچانتے ہیں پھر اس تعریف کے جو ان کی کتاب میں مذکور ہے ایسا قطعی پہچانا پہچانتے ہیں کہ مکا یعدون انبا عہم۔ جیسے اپنے
 بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ انکے پاس خبر اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود ہیں کہ ان سے قطعی علم حاصل تھا اور سب سولوں نے
 صحیحی اللہ علیہم سلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہونے کے اسکی پہچان اور جہان حجت کر نیکی اس کی شناخت اور آپکی امت
 مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی اسطے بعد اس کے فرمایا۔ الذین یسخرنوا انفسہم جن لوگوں نے ان علماء اہل کتاب
 میں سے اپنی جانوں کو خوار و خراب کیا ہے فہم لا یؤمنون و البتہ محمد صلعم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عداوت سے ایمان نہیں لاتے ہیں اور یہ
 بات نہیں کہ پہچانتے نہ ہوں بلکہ عمدہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول داس کے آیات کو جھٹلاتے ہیں اور فرمایا۔ و من اظلم
 من انی انی علی اللہ کذباً ان کذب بالایت ہ یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہیں ایسے شخص سے جس نے افرابا نہھا اللہ تعالیٰ پر بھڑوٹ
 باہین طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے مشرکین مکہ تھے یا نصاریٰ و یہود کہ ہندہ مسیح علیہ السلام کو معبود یا بیٹا یا عزیز علیہ السلام کو
 بیٹا کہتے ہیں۔ یا جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو۔ حاصل انکہ جس نے اللہ تعالیٰ پر افرابا نہھا آیات کو جھٹلایا اس سے

اظلم کوئی نہیں پھر اگر کوئی ان دونوں کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا ایتہ ضمیرشان ہر جگہ اللہ علیہ السلام نے اس طرح اپنے اوپر ظلم کیا ہو وہ فلاح نہیں پاویں گے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وان میسک لندرجہ فلا کاشف لہ الا ہو۔ اشارہ سے نکلا کہ اگر کسی بندہ مومن کو حضرت پیر کے تو اسکا کھولنے والا کوئی نہیں سوائے اسکے کہ او تعالیٰ اپنے کم سے اس گروہ کو کھولے جس نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہنچنے پر جو خطرہ اول تیرے دل میں خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجکو اس بلا میں کافی ہے اس مصیبت کے دور کرنے میں کفایت فرما دیگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجکو اور اسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے پھوڑے گا یعنی تو جان اور تیرا معبود علیہ جانے حالانکہ اس معبود علیہ سے کچھ نہیں ہو سکتا وہ خود مجبور ہے۔ اُس اور نے فرمایا کہ تجھ بلا سے وہ نجات دیگا جو تجکو بلا میں ڈالے کیونکہ اسجاد کر نیوالا ایک ہی پاک ات ہے اور اغیار تو سب افعال میں اور افعال میں سے کوئی یہ لیاقت نہیں رکھتا کہ اسجاد کرے۔ قولہ وہوالقاہر فوق عبادہ حسین نے کہا کہ قاہریت جو کرتی ہے ہر وجود کو اور بعض نے کہا کہ جیسے بندوں کو موت فنا ہے اور کیا کسی کو موت سے چارہ نہیں ویسے ہی ان کو اسجاد و انظہار میں مقہور کیا۔ قال المترجم و فی الحدیث و ما من نسمة کانت الی یوم القیامۃ الا و سو کائن فیہا یعنی جو آدمی وہ قیامت تک پیدا ہوا ہو نیوالا ہے وہ ضرور اس میں پیدا ہو جائیگا۔ قولہ اقل شیء الکر شہادۃ۔ اشارہ ہے کہ شہود آدمی سے بڑھ کر کسی چیز میں شہود نہیں کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور عظیم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور ہے اور یہ شہادت زلی ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہو چکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب ہے کہ امر کا جواب امر سے ہے بقولہ قل اللہ شہید نبی و نیکم۔ شیخ نے کہا کہ جب شہود آدمی سے قوم مشرک اندھی تھی تو انشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہوئے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی حالت و عبادت سے ان کو کچھ نہیں سوچا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل شیء الکر شہادۃ۔ پھر اسپر بھی نہ سمجھے تو تصریح کر دی بقولہ قل اللہ شہید نبی و نیکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبریٰ ہے اور شہادت معجزات اسکے تصدیق میں شہادت صغریٰ تھی۔ باجماع جس نے شہادت کبریٰ کو نہیں دیکھا وہ شہادت صغریٰ دیکھ لینی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل میں اندھا کر لیا گیا ہے وہ ہر شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبریٰ نظر آوے اور نہ شہادت صغریٰ۔ حسین نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہیں ہے جو ازل میں حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقولہ قل شیء الکر شہادۃ قل اللہ۔ قولہ الذین آتینم الکتب لعلیہم فیہ حضرت حق عزوجل نے فرمایا کہ نبی کا خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلعم کو ان علامات صحیحہ سے جو انھوں نے تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت و صفت و سچے معجزات سے مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہیں پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الہی سے محروم اور آپ کے چہرہ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بے نصیب نہ تھے اسی اسطے اپنی جبلت غضب میں گرفتار ہو کر دنیاوی محبت میں پڑے اور باپ ادون کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش نبی معرفت الہی پہچانتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدموں کی خاک سجاتے۔ قال المترجم۔ مشرکین یہود و نصاریٰ تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ کوئی امیر کے وزیر و صاحب کی ساتھی ایسے نہیں دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہیں کہ آنکھوں میں بھی بات ہے کہ اب ہن مبارک نکو عطر سے انھیں بہت رحیم

و کونہ و کھشترہم جمیعاً ثم نقول للذین اشرکوا ان شکر کا و کونہ الذین کفروا
 اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے شریک والوں کو۔ انان ہن شریک تمہارے جن کا تم

تذمبون ۵ ثم لکن فتنہم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین ۵

دعوے کرتے تھے پھر نہ رہے گی ان کی شرارت مگر یہی کہ کہیں گے قسم اللہ کی ب اپنے کی ہم شریک نہ کرتے تھے۔

اَنْظُرْ كَيْفَ كَذَّبُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ

دیکھ کر کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں ان سے جو باتیں بناتے تھے اور بعض ان میں

تَسْتَمِعُ اِلَيْكَ وَجَعَلْنَا اَهْلِي قُلُوْبِهِمْ كَلْبَةً اَنْ يَفْقَهُوْا وَاَوْفٰى اٰخَانِهِمْ وَقُرْ اٰطْوٰنُ

کان رکھتے ہیں تیری طرف اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف رکھے ہیں کہ اُس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں پر بوجھ اور اگر

يَسْرُوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَحَتٰى اِذَا جَاؤْكَ مُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا

دیکھیں ساری نشانیاں یقین نہ لادیں انہیں جب تک آدین تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہیں وہ منکر یہ کچھ نہیں

اَلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْوَنُ عَنْهُ ۝ وَاِنْ يَهْلِكُوْنَ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

اور وہ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے نہیں مگر آپ کو اور نہیں سمجھتے۔

مگر نقلیں ہیں اگلوں کی اور وہ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے نہیں مگر آپ کو اور نہیں سمجھتے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ذَكَرُوْا كَيْفَ كَذَّبُوْا كَيْفَ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّكُمْ مِّنْ عِبَادِيْ

سے فرما دینے والے یعنی جو مشرک رہیں۔ ایں شرکاء اور اللہ کے دشمنوں۔ تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کو تم زعم کرتے تھے

فَكَرِهْتُمُوْهُمْ وَتَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْهِمْ ۝ اِنَّ شَرَّكُمْ مِّنْ عِبَادِيْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ شَرَّكُمْ مِّنْ عِبَادِيْ

ترجموں کا مفعول محذوف کرنے میں اشارہ ہے کہ جلیزہ عم باطل اس من نکل جاویں گے۔ تم کہہ سکتے ہو تمہارے شرکاء کہاں ہیں لاؤ جن کو تم شریک بتلاتے تھے اور

وَمَا لَكُمْ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّكُمْ مِّنْ عِبَادِيْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ شَرَّكُمْ مِّنْ عِبَادِيْ

اور تم اسکا ان قالوا الخ ہے اور تمہارے فواقیہ پڑھنے والوں نے برف پڑھا بنا کر انہی اسم ہر اور خبر اسکی قولہ ان قالوا ہے الا ان قالوا الخ

مَا لَكُمْ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّكُمْ مِّنْ عِبَادِيْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ شَرَّكُمْ مِّنْ عِبَادِيْ

ان قالوا البقوت مصدر ہے اور تفسیر بنا بر قول مفسر کے یہ کہ تم تمکن معذرتہم الا قولہم والقدربنا ما كنا مشرکین یعنی جب ان سے شرک ہانگے

جاءتیکہ کہ لاؤ کہاں میں تو باطل کو کہاں سے لاویں گے پس گاہ فرمایا کہ پھر ان کی معذرت کچھ نہ ہوگی سوائے اس قول اور دروغ کے کہ واللہ ہم مشرک

نہ تھے یعنی ہم ان کو شریک نہیں بتاتے تھے فتنہ بمعنی معذرت قرار دیا اور یہی عطا خزاسانی وقتادہ واہن جریح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ معذرتہم ہے حتم۔ حاصل آنکہ مشرکوں کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھیں گے

وہ یہ دروغ ہوگا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ تم تمکن فہم عذر ففتنا ایامہم اعتزاز اعماسلف منہم من الشکر بالذلالان قالوا الخ یعنی جبکہ

ہم فتنہ میں ڈالیں گے ان کو تو ان کی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے کچھ نہ ہوگی سوائے اس کے کہ کہیں گے کہ واللہ ہم مشرک تھے

زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں ایک لطیف معنی یہ ہیں کہ آدمی جب محبوب چیز سے فتنہ میں پڑتا ہے پھر اسکو محنت و مشقت لاحق ہوتی ہے پھر بیزار

شُرک سے منکر ہو جائیں تاکہ عذاب سے چھوٹیں پس قسم کھا کر جھوٹ بولیں گے پس اللہ تعالیٰ ان کے سینوں پر مہر کر دیگا اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دینگے پس اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں چھپا سکیں گے۔ اب جہان تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا قصور جان اور قرآن مجید سب اپنے اپنے علم میں نازل ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ۔ چشم بصیرت وغور سے مائل کر کے دیکھ لے محمد کہ کیوں ان مشرکوں نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی۔ وَصَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا اِيْهَا تَرَوْنَ۔ اور غائب ہو گیا یعنی کم ہو گیا ان سے وہ جو اللہ تعالیٰ پر اقرار باندھا کرتے تھے ف کہ غیروں کو اللہ تعالیٰ عذوبل کا شریک بناتے تھے بیضاوی نے کہا کہ شدت عذاب ہول قیامت سے دہشت و حیرت میں ہو کر مشرک لوگ جھوٹی قسم کھا دینگے حالانکہ کچھ نفع نہ ہوگا اور ہمیں سے ظاہر ہوگا کہ مشرکوں کے قلب میں کس قدر کجی سمائی ہو کہ جناب باری تعالیٰ میں بھی جھوٹ سے باز نہ آئیں گے باوجودیکہ علم الہی ہر خفیہ و ظاہر پر محیط ہو اور یہ حالت ہو اگر توحید و اسلام سے اول تعالیٰ عذوبل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور معرفت الہی تو باسباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے ہر حالت و گمراہی شرک و کفر و بدعت سب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو۔ وَصِيْهُمُ قَوْمٌ قِيْسُ الْقِيْسِ یعنی بعض ان مشرکوں میں سے وہ ہیں جو تیری طرف کان لگا کر قرآن پڑھنے میں سنتے ہیں۔ مدارک میں ہے کہ روایت ہے کہ ابوسفیان و ولید بن المغیرہ و نصر بن الحارث وغیرہ چند نفر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سنا تو نضر نے کہا کہ محمد کیا کتاب ہے دوسرا بولا کہ اللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کیا کتاب ہے وہ زبان ہلاتا ہے اور اگلوں کے قصے ویسے بیان کرتا ہے جیسے میں نے تم سے ستم و اسفندیاری کی داستان بیان کی ہیں تو ابوسفیان نے کہا کہ میں تو اللہ اسکو حق سمجھتا ہوں تو ابوجہل نے کہا کہ ہرگز نہیں یہ غلط ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكْتٰةً۔ اکتاہ یعنی کمان۔ وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپے جیسے ترکش کے اندر تیر بن ہو جاتا ہے یا تھیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوتی ہے اسلئے اسلئے مفسر نے غلطی سے تفسیر کی اور وہ جمع غلط ہے یعنی ڈھانپ لینے والی۔ اَنْ كَيْفَ قُوْا یعنی ہم نے ان کے دلوں پر اکتاہ اسلئے کر دیئے تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں اور تیر کہ دیا ہم نے۔ وَذِيْ اِذَا هُمْ وَفَسَّرَا۔ اُن کے کانوں میں و فسر کو۔ یعنی کان میں بہاں کر دیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا نہیں سنتے۔ حاصل آنکہ ظاہر میں کانوں کے ہرے نہ تھے بلکہ باطنی حجاب دپر دے اُن کے دلوں کے مانند کانوں پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے وہ قبول نہیں کرتے تھے۔ اور اسکا بھید یہ ہے کہ جب اُس نے دنیا اختیار کی تو قلب پر مہر کر دی گئی پس حق کو سننے دیکھنے و دیکھنے سے ہرے و احوق و اندھے ہیں۔ اَنْ يَّزِيْرُوْا حٰثِلَ الْاَيَاتِ كَاَيُّوْمٍ مِّنْ اَيَّامِنَا اَوْ يَخْتَفُوْنَ اَوْ يَخْتَفُوْنَ اَوْ يَخْتَفُوْنَ اور اگر ہر آیت دیکھ لیں گے تو بھی سپر ایمان نہ لاویں گے حتیٰ کہ قیامت میں جب کہیں گے کہ ہم دنیا میں لوٹائے جاویں ہم اب کبھی شرک نہ کریں تو فرمادیا گیا کہ جھوٹے ہو پھر وہاں جا کر ہی کرو گے اور یہ اسوجہ سے کہ جنہوں نے ضلالت اختیار کی وہ مقہور و مجرم و تقدیر ہو۔ اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور حکمت اس تقدیر میں اللہ عذوبل کی حکمت غیر متناہی ہو بندہ عقل بھلا اس تمام حکمت کو کیوں محیط ہو سکتا ہے قرآن میں خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ اسی نسبت لیا اسلئے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس جلال و قدر و وسالت کے سمجھنے کی تاب نہ لائے۔ مولوی سوم نے خوب کہا ہے میں کہ موسیٰ باہرہ نو نظر شد از ان محبوب تو ہے پر سپرہ: حالانکہ ہر فعل خضر علیہ السلام کا جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے و در واقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشا اللہ تعالیٰ آویگا۔ باجملہ ان کافروں مشرکوں ابوجہل و اسکے مثل کو فرمایا کہ ہر آیت دیکھ لیں تو بھی سپر ایمان نہ لائیں گے۔ سِحْحٰی اِذَا جَاؤْکَ لِیُجَادُوْکَ لَوْ نَذَقْ بِہَا نَاکَ کَبِیْرٍ مِّنْ نَّاسِ اَوْ یَنْتَحِبُوْنَ مِّنْ جِبَالٍ مِّنْ جَبَلٍ۔ چنانچہ مجملہ جدال کے یہ ہے۔ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسْطٰطِیْرٌ اَوْ کَذٰبٌ۔ جو کافر ہوئے وہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ قرآن مگر اکاذیب گاؤں کے ف یعنی اگلے لوگوں کی جھوٹی بنائی ہوئی داستانیں ہیں۔ اور اساطیر بوزن اضمحیک اعاجیب کے جمع اسطورہ کی ہم اولیٰ

واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہے جس کا مفرد نہیں ہو مانند اہابیل کے۔ سخا نے کہا اسطور واحد ہے۔ اور مفسر نے قول خفش اختیار کیا کہ اساطیر جمع اسطورہ ہے اور جوہری نے کہا کہ اساطیر ابا طیل و تہات ہیں یعنی بھوئی اور بے سر پیر کی باتیں۔ اور ابن عباس نے کہا کہ اساطیر الاولین اسے احادیث الاولین۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بتیل بلوغ دیکھتے تھے۔ اور عاجز ہو کر التزام دروغ بکتے تھے اور آیت میں دلیل پر کہ یعنی اکھون کے قصہ میں بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے پھر جب کفر تقدیری جو ش کرتا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کرتے تھے۔ وَهُمْ يَكْفُرُونَ عَنَهُ۔ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہیں۔ ف لوگون کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہیں۔ قال فی الدررک۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن پر یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ وَ يَكْفُرُونَ عَنَهُ اور اس سے خود دور بچنے پھرتے ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے ہیں شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ وہم ہیون عنہ یعنی لوگون کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھرتے و مانع ہوتے ہیں و قولہ بناؤن عنہ یعنی پھوڑتے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ انکار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگون کو اس سے منع کرتے تھے اور یہی مجاہد و قتادہ و اکثرین کا قول ہے اور یہی اطہر ہے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہے قول وہم جو مفسر نے بیان کیا بصیغہ تکریر یعنی کہ کہا گیا کہ ابوطالب کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگون کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ قال ابن کثیر اور یہی قول قاسم بن خمیرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطار بن یسار و غیرہ کا ہے۔ قال فی الکما لین مفسر نے اسکو بصیغہ تکریر اسکا بیان کیا کہ قول ما بعد یعنی قولہ ان ایلکون الا انفسم۔ سے مناسب نہیں بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیوں ہوگا۔ اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہیں اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لئے ہے تو وہ فقط ضمیر متکلم میں ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو متکلم نہیں۔ قال مترجم جواب یون مکن ہر کہ ہلاکت اسوجہ سے رہتی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکو موجب ہر کیونکہ ہیون عنہ کے یہ معنی کہ لوگون کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ بناؤن عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع کی تعظیم مقام پر واحد کے واسطے اکثرائی ہے خواہ باعتبار اسکے کہ ابوطالب واسکے شریک ملکر جمع ہو گئے تھے کیونکہ یہاں تمام مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیر نے نقل کیا ہے اور یہاں کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص ضمیر متکلم نہیں کیونکہ قصہ حضرت ابراہیم میں حضرت جبریل نے فقط سارہ کو مخاطب کیا۔ کما فی قولہ۔ اجمعین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت الایۃ۔ اور نظائر اسکے اور بھی ہیں اگرچہ یہاں مقام تعظیم نہیں ہر مگر آنکہ یون کہا جائے کہ جمع باعتبار تعدد فعل کے ہے۔ کما فی قول امر القیس سے قفانیک من ذکر می جمید منزل بہ علاوہ برین حضرت عباس سے روایت ہے کہ اس کا نزول ابوطالب کے حق میں ہوا جو مشرکوں کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ عبد اللہ زاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن سمع ابن عباس بہ۔ وقد رواہ الحاكم موصولاً وصحہ۔ اسی واسطے مفسر نے ما بعد میں ہلاکت کو فقط نامے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ ہنار تفسیر اول کے لوگون کو روکتا و دوری اختیار کرنا دونوں موجب ہلاکت ہیں۔ وَإِنْ يَكْفُرُونَ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ۔ حالانکہ یہ لوگ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ف۔ کیونکہ اس کا ضرا نہیں پر پرتا ہو کیونکہ کافر مشرک مکرہم میں جا دینگے وَمَا يَشْعُرُونَ۔ ولیکن اسکا شعور نہیں رکھتے۔ ف باوجودیکہ کھلی بات ہے پس یہ لوگ جانوروں سے بدتر ہیں ف فی العصر کس قولہ وہم من یتبع الیکالی قولہ لا یؤمنوا بہا۔ ان لوگون کے دل بسبب عوارض بشری و نفسی بارہ کے تاریکی کے دیدار انوار غیبیہ اندھے تھے اور خطاب حق کو نہیں سمجھتے تھے اور ان کے اسرار باطنی کے کانون میں پھینٹتے تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور انکی ظاہری و باطنی آنکھوں پر عشا دت

نور و جہالت تھی جس سے آیات و برہان حق کو مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اور ابن عطار ہم نے کہا اسوجہ سے کہ ان کے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنا سکتے تھے۔ واسطی نے کہا کہ بعض ان میں سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں پس وہ اپنے نفس کی تار کیوں نہیں سمرو پھرتا ہے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے نام کی قوت سے تجھ سے سنتا ہے تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہے یعنی ایمان لانا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا أَيْدِيَنَا نُورٌ وَلَا نَكْذِبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنُكْرِبُ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت ان کو ٹھہرایا گیا کہ تو کہتے ہیں اے کاشکے ہم کو بھرتا ہے اور ہم نہ جھٹلاتے اپنے رب کی آیتیں اور وہ ہیں
 مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ بَلْ بَدَّلَهُمْ مَا كَانُوا يَحْفُونَ مِنْ قَبْلُ ط وَكُوْرَدُ وَالْعَادُوا
 ایمان والوں میں کوئی نہیں بلکہ گھل گیا جو چھپائے تھے پہلے اور اگر بھرتا ہے تو بھرتا ہے

لِيَأْتِيَهُمْ آيَاتُهُ وَانَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

دہی جو منع ہوا تھا انکو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور مسکھ

مَنْ يَصْبَعُونَ نَبِينَ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ط قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ط
 نہیں اٹھتا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ان کو کھڑا کیا ہے ان کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہیں

قَالُوا أَبَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

بولے کیوں نہیں قسم ہمارے رب کی فرمایا تو بکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا

قَالَ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ كَيْفَ يَكْفُرُونَ ۝ اذوقوا عذاب النار كذا

کھڑے کے جاوینگے بعض نے کہا کہ علی معنی فی ہے یعنی آگ کے اندر کھڑے کے جاوینگے اور منسٹر نے کہا کہ اے عرضوا علی النار آگ کے سامنے پیش کے جاوینگے فقوالی بسبب خوف عذاب کے کہیں گے ذلیلت سے اسے کاش و ہماری تمنائے محال پوری ہوتی کہ دسرت

ہم دنیا میں پھیرے جاتے۔ وَلَا تَكْذِبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنُكْرِبُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور ہم کہیں اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور مومنوں میں ہو جاتا

ف یعنی جب تو ان کو آگ پر کھڑے ہو کر یہ حسرت بیان کرتے سننے تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے۔ واضح ہو کہ لاکذب نکون میں تین ترانہ ہیں

اول دونوں کا رفع اور دوم و نون کا نصب و رسوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہے پس کسائی و اہل بدینہ نے دونوں کو منصوب پڑھا باین طور کہ یہ

جواب تہنی کا اور او کے بعد ان مقدر ہوا اور اکثر فرما کے نزدیک دونوں کو رفع ہے پس یہ اسیناف ہے اور اسی کو سیلو یہ نے اختیار کیا اور تقدیر یہ

کہ و نون لاکذب آنہ پس جھٹلا نا بھڑنے پر ثبات ہے خواہ پھیرے جاوین یا نہ پھیرے جاوین اور ابو عمرو رحمہ اللہ نے اسکے دخل تہنی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا

کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو فرمایا وانہم لکاذبون پس تہنی میں دخل نہیں کیونکہ تہنی میں جو جملہ انشائیہ ہر تکذیب میں ہوتی ہے اور ابن عامر نے پہلے دونوں فعلوں

یعنی نرو اور نكذب کو تہنی میں دخل کیا اور نکون کو نصب پڑھا۔ ہا بجز جواب لو کا مخذوف ہے کہما نذرا ایستما اعظیما کے یعنی تو ترا ہم اذوقوا علی النار

راست ما عظم اعظیما ہا لا اعظیما یعنی تو اگر دیکھتا کہ جب یہ لوگ قیامت میں موزن پر پیش کیے جاوینگے تو دیکھتا ان کے حال کو ایک اعظیما ہا ہا

نہایت کی منتظر۔ حاصل آنکہ اس حالت میں کہ ہر شاک و غائب معائنہ کرینگے تو ایمان لائوینگے اور سنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا میں نہیں بھیجے جاتے

۳۰۹

نہیں تھے۔ باین طور کہ زبان بند ہوگی اور ان کے جوارح نے گواہی دیدی کہ یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے۔ قال بن کثیر رحمہ اللہ اور احتمال ہے کہ دنیا میں جو نبیا علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جانے لگے بیابانی سے پرہیز نہیں کرتے اور وعید عذاب کو بیچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ بمقابلہ فرعون کے قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو کہا۔ لقد علمت انزل ہوا الارباب السموات والارض لہما الالات۔ یعنی تو خوب جان چکا کہ ان معجزات کو رب السموات والارض ہی بصریہ کیسے بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرعون واسکی قوم کی خبر دی کہ حجد و اہوا و سلیقتہما انفسہم ظلما و علوا الالات۔ یعنی جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اس سے منافق ہیں جو لوگوں پر ایمان ظاہر کرتے اور دل میں کفر چھپاتے تھے اور یہ وار و نہیں ہوتا کہ آیت تکبیر ہے اور منافقین مدینہ میں تھے کیونکہ وقوع کسی اقد نفاق کا اسوقت مذکور نہیں بلکہ قیامت میں ہوگا تو اس درمیان میں خود منافق ہو چکے اور خود سورہ عنکبوت میں جو مکلیہ ہر صاف فرمایا۔ ولعلمن اللہ الذین آمنوا و لعلمن المنافقین الالات۔ قال لست جسم یہ توضیح ہے لیکن یہاں انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ شمول میں مشرکین قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین کا بھی ہر بلکہ اس کتاب علماء یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ کہا قال فی الدرک کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جان کر منکر تھے۔ اور ہر ایک فرقہ کے حق میں اسی کے موافق صادق ہے کہ ظاہر ہوا اسکے واسطے جو پہلے چھپاتا تھا۔ اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس حسن سلیقے سے ایک آیت میں ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت شہرہ نہیں ہے۔ اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہے لہذا ان کے حق میں ایک گونہ اظہر ہے کہ پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چھپاتے و قسم کھاتے تھے اور وہ جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو انھوں نے دنیا میں لوٹ جانے و عدم تکذیب کی تمنا کی پس اللہ عزوجل نے رد کر دیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہیں کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہونا تاکہ رو برو کیا تو یہ مکر نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال میں بندہ کی شان ہے بلکہ اسکی ماہیت کا خاصہ لازم ہے لیکن کفار اس مطبوع نہ تھے وہ گویا ماہیت ہی ایسی ہے کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہیں ہے اور رد کر دیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ۔ لا تظن انکم لادعون۔ اور اگر بالفرض وہ دنیا میں لوٹائے جاتے تو۔ لا تظن انکم لادعون۔ بھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے۔ کذا تظن انکم لادعون۔ اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہیں و اس دعویٰ میں کہ ہم ایمان لائیں گے اور یہ علم الہی محیط اور صادق ہے۔ عن قتادہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو ایک دنیا میں پہنچا دیتا جو مثل دنیا ہے سابق کے ہوئی تب میں پہلے تھے تو بھی اپنے بد اعمال کی طرف عود کرنے جس سے منع کئے گئے تھے۔ قال بن عباس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھیرے جاویں گے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاویں گے قبل فی قولہ انہم کا ذلون۔ اے صفت دروغ کی ان کو لازم ہے کبھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ ازل میں بحارایت الہی عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا میں پیدا ہو کر منکر ہو گئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان سامنے ہوتا۔ و قالوا یعنی منکرین بعثت نے کہا۔ یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہیں کہ قیامت کو واسطے مردے اٹھائے جاویں گے انھوں نے کہا ان جھوٹے ماہی الحیوۃ۔ نہیں ہر یہ زندہ ہونا۔ لا حیات الدنیا سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے و ما تخرجون عنہم و یثبتون۔ اور ہم جھوٹے ہونے والے نہیں ہیں و انہیں ہر طرف اور شیخ ابن کثیر نے قالوا و عاودا پر عطف کیا یعنی اور دو الی الدنیا عاودا۔ الی الشکر لقاوا بعدم البعث۔ یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعثت و حشر کچھ نہیں ہے اور یہی مداکین مستحق ہیں نے اختیار کیا ہے۔ و کذا تظن انکم لادعون۔ اور اگر تو دیکھ جیکہ ہمیں کئے جائیں گے مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ ایک امر عظیم دیکھے۔ قال الیس ہذا الذی الحق فرمادینگا اللہ تعالیٰ خاص خطاب سے نہیں بلکہ ملائکہ کی زبان سے باین طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مشرکوں سے کہیں گے ان کو بلا مات کرنے و پھیرنے کو کہ کیا نہیں ہے یہ بعثت و حساب

جو تم نے آنکھوں پر لپی لیا برحق واقعی پس یہ استفہام تو بھی ہر اور مشرکین کا چارچوگ کہ روز حشر و مردے اٹھائے جانے سے منکر ہیں ہ اس تو بیخ کے جواب میں عرض کریں گے۔ قَالَ كَذَّبُوا بِالَّذِينَ عَابَا آلَهُمْ فَمَا لَهُم بَالِيهَا وَعَدُوا ثَمَامًا وَإِنَّ يَوْمًا لَكُنَّا لَهُم مَّحْرُومًا۔ حکم فرمایا گیا کہ پھر جلیو عذاب عموماً اپنے انکار کے ف یعنی دنیا میں جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اس میں تم نے کفر و انکار کیا اور جھٹلایا تھا اب اس کا بدلہ لایا کہ عذاب جلیو فی العرائس قولہ تعالیٰ بل بالہم ما كانوا یخفون من قبل ط مشرکوں نے دنیا میں کفر و شرک کی قبیح حالت کو نہیں پہچانا اور اگر پہچانتے تو وحید ایمان پر ہو جاتے اور عیب شان یہ کہ ایمان تو حید فقط اتنی بات ہے کہ اسے بند و تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہے جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کی سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عیب قدرت خالق عزوجل ہے کہ اس پر نہیں آتے اور اپنی حرکت کی بُرائی نہیں پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اس وقت کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اس میں تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے بھٹکے ہوئے تہمت میں سرگردان پھرے حالانکہ اگر ان نکرے کے مقامات کو حقیقت میں پہچانتے تو معارف میں پہنچ جاتے کیونکہ نکت سے سیرازی ہی معرفت ہے اور یہ مقام ان کے سینوں ہی میں تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیوں کی شہوت میں بغیر اختیار کے سبب بنا دانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہیں ہے کہ جس کو غیبی کھٹکا والا الہام الہی کا کھٹکا نہ دیوے جس سے رخصتے الہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہے اور وہ شخص خود اسکو پہچان جاتا ہے اور سن لیتا ہے لیکن اپنے دل میں خفیہ لے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے چاہ ضلالت میں زیادہ گرفتار رہنے سے قلب کو پر وہ ظلمت میں ڈھانپنے ہوتا ہے اسی قدر اسکو اس لہام پر اعتنا کم ہوتا ہے اور وہ اُسکے عین دل میں خفیہ رہ جاتا ہے کیونکہ وہ بال سے ہاریک ہر اور چوٹی سے زیادہ اس کی چال خفیہ ہے مگر باوجود اس کے وہ اپنے دل ہی دل میں اسکو جان ضرور جانتا ہے اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہے کہ پردا نہیں کرتا ہر پس اللہ تعالیٰ نے قیامت میں وہ اسرا خفیہ ان کو عار دلانے اور ان پر حجت الہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دئے بعض نے فرمایا کہ انکے علم کے قلب جو اسرار ان میں خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا۔ ابو العباس نیوری نے کہا کہ مکار صوفی و دعا باز عالم بھی اسکے اشارے میں شامل ہیں کہ لوگوں کو اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی اور باخدا دکھلاتے اور دل میں خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو انکے فریب کر بھی اُس دن ظاہر ہوگا پس نیک بزدن سپے مومنوں کے مقابلہ میں اپنے پیچ ہونے کو ظاہر کریں گے۔ قولہ ولوتری اذ وقفوا علی رہم دا بن عطارد نے فرمایا کہ یہاں وقت قہری مراد ہے اور انکو وقوف کرامت ہوتا اور استیجابی میں کھڑے ہوتے تو انوار کرامت سے وہ کچھ دیکھتے کہ ان کو نہایت ہی عجب ہوتا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا
 خراب ہوئے جنھوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہنچے ان پر قیامت میں خبر کہنے لگے

يَحْسَبُوا أَنَّهُم مُّجْرِمُونَ ۚ وَمَا يَسْتَفْتُونَ ۗ وَاللَّهُ يَخْتَصِمُ لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ
 اے افسوس کیا ہم نے تصور کیا اُس میں اور وہ اٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی بیٹھ پر سنتا ہے

بُورِئَةُ الْجَنَّةِ وَالَّذِينَ يَزُفُونَ لَهَا وَالَّذِينَ يُظَلِّلُونَ لَهَا وَالَّذِينَ يُظَلِّلُونَ لَهَا
 بڑے بوجھ میں جو اٹھاتے ہیں اور کچھ نہیں دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی ہلانا اور پھسلا گھر جو ہے سر بہتر ہے

يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۙ

ڈر والوں کو کیا تم کو سمجھ نہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا اور ان کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہیں اور بعثت و حشر سے منکر ہیں اور خسار خسران پانا۔ اور وہ تجارت
 و صفحہ بیع یعنی خرید و فروخت میں بہیمانہ۔ و قد قال فی شان المنافقین فما رحمت تجارتهم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت
 سے انکار کیا تو اس میں خسارہ سخت اٹھایا اور ادا ہوا خسارے سے تو اب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب مجیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقاء ملاقات اور
 اس میں دلالت ہے کہ قیامت میں بہیمانہ باری تعالیٰ و ممنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے مفروض قطعی ثابت ہوا اور مفسر نے کہا
 کہ لقاء الہی کی تائید اس طرح کہ بعثت و حشر سے منکر ہوئے اور یہ موجود ہے کہ جو بعثت سے منکر ہو وہ دیدار سے منکر ہے۔ قال تعالیٰ **قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَانُوا**
كُفْرًا بِإِلْقَاءِ اللَّهِ جن لوگوں نے لقاء الہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت میں پڑے۔ اور وہ خسارہ دائمی ہے انتہا ہے لیکن ان کے جھٹلانے کا
 ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا **وَإِذَا جَاءَهُمْ مَعَهُ الْمَوْتُ يُبْعَثُونَ**۔ یہاں تک کہ جب ان پر قیامت آجائے
 آجائے گی۔ **فَنفْسٌ باموت** آدگی کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر اس کی قیامت قائم ہوگی اور ادا ناموت میں جو چاہے ہو جائے میں پس
 مضائقہ عذوبت ہے اے مقدمات الساعة۔ حاصل نہ جھٹلاتے رہے لقاء الہی کو بطور انکار بعثت کے یہاں تک کہ جیہ موت آجائے گی جو مقدمہ
 قیامت ہو یا قیامت آگئی۔ **قَالَ الْبُحَّارِيُّ تَنَاغَى مَا شَرَّ طَنَّا فِيهَا**۔ تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا میں تقصیر کی وہ
 حسرت و حقیقت منادی نہیں مگر یہ غایت تحسیر اور قبول سبب یہ ایسی ندرت میں مجازاً حسرت کو پکارا یا نہیں مگر کہ اے حسرت پس یہ تیرے
 حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو۔ و التفریط کسی چیز میں باوجود قدرت کے تقصیر کرنا۔ اور فیہا فی ضمیر سبحانہ حیات و دنیا راجع ہے یا سبحانہ
 دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے۔ اور ابن جریر نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفیقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بچنے کے
 صفحہ میں جب خسارہ انکو بلاموت کے یا قیامت میں ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط میں سخت حسرت لکھائی کیونکہ خسارہ بدون صفحہ کے نہیں
 ہوتا پس گو یا وہ مذکور ہے۔ اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھ کر
 بہت غمگین ہوئے پس یہی حسرت ہے جو حکم اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ یا حسرتنا۔ میں مذکور ہے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویہ و
 الخطیب بسند صحیح۔ باہم یہ حسرت و غم سے اپنی تقصیر پر پالان ہونے کے اور حال یہ ہوگا کہ **وَهُمْ كَيْفَ لَوْ أَنَّ أَزْوَاجَهُمْ كَانَتْ أَطْفَالًا**
 وہ لوگ لاف بولتے اپنے گناہوں کو اپنی پھولوں پر فہم بائیں طور کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت ان کے یہ اعمال وینے
 ان کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت میں اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بوہیں پس ان پر سوار ہو جائینگے۔ اور یہ معنی جو مفسر نے
 ذکر کئے ہیں بعض تابعین مثل البورق و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کئے ہیں اور چونکہ اس میں قیاس کو دخل نہیں لہذا
 ہسموع ہونے کے اور معنی میں کوئی تردید نہیں ہے کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت غیبت و قبیح تھے اور سدی کی روایت میں ہے کہ اس
 بد شکل بدبو کے ساتھ قبر میں اس مشرک کے ساتھی رہیں گے اور وقت بعثت و حشر کے اس پر سوار ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
 سوار ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب مثل فراکے اور کوئی شک نہیں کہ ان عوارض کے واسطے دنیا میں ایک مہیا
 ہے اور کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت میں جہان بدلا ہوا ہے پس جس جہان صورت نظر نہیں آتی وہاں اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکمائے
 یونان اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتے بلکہ وہ توجو اپنی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اس میں ان کی حکمت کے قوانین میں ہیں اور شیخ ابوبکر
 قدس سرور نے اسی اہل پر حجت پیش کی ہے کہ قیامت تو آخرت میں نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور ان کا وزن ہوگا اور اہل عقل
 و اہل علم اس میں اتفاق رکھتے ہیں ہاں اس میں بعض لوگوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں بلکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے

ہماتے ہیں اور چونکہ خود بے ہرہ جاہل پر انکار کرتا ہے اور سورہ بقرہ کے اوائل میں اسکی کچھ بحث گزری ہے فقہاء اور بعض علمائے اہل علم نے کہا کہ قولہ وہم
 جملون اور انہم میں اور از جمع وزر معنی لٹا ہوا اور عرب بولتے ہیں کہ اصل زرک یعنی اپنا لوجھ لادے اور اسی سے وزر یا خود ہی کیونکہ وہ بار
 اوسلطن اٹھائے ہوتے ہیں پس حقیقہً وہ بارگناہ اٹھائے ہوں گے اور حاصل آنکہ ان کے گناہ ان کو لازم و چپے رہیں گے لیس
 دور نہ ہوں گے اور تخصیص علی ظہور ہم کی گناہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی پہلے پر نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اٹھاتا
 لیتا ہے پس ان کے شرک انکار بعث و حشر و اسپرینی دیگر گناہ ایسے شدید ہوں گے کہ بندہ موجود کے اگر گناہ ہوں تو ویسے نہیں ہو سکتا
 ہیں۔ اَلَا سَمِعْتُمْ رُودًا - آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اٹھائے ہوں گے یا جو دنیا میں اپنے اوپر لاد رہے ہیں۔ قسار وہ
 نے کہا کہ بس باطلوں اور ابن عباس نے کہا کہ بس حمل حملو۔ یعنی ہری لادھی کو اٹھوں نے لاداہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان
 مشرکوں کو فحاشی کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ ان ہی الا حیوٰنا الدنیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ
 الدُّنْيَا عِندَ رَبِّكَ إِلَّا كَسَآءٌ مَّا يَكْتُمُونَ۔ مگر اہل و عجب و فتن یعنی جو شخص کہ اس زندگی دنیا میں اس حیثیت سے
 مشغول ہو کہ یہی کچھ خبر ہے تو اسکا مشغل فقط اہل و عجب ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ باطل ہے بنیاد ہے اگر کہا جائے کہ حیات دنیا
 کا مشغل اگر اہل و عجب ہے تو ناز و زہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہیں ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت
 سے ہیں مشغل دنیاوی سے ہاں یہ کہ اگر جو لوگ ناز و زہ اپنی بزرگی و صلاحیت کھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہیں وہ البتہ مشغل دنیا
 ہو کر بیکار ہوا۔ اور اہل و عجب اور ہر وہ چیز جو جھگڑا دہی اور اسکے تعلقات آخرت سے ہرمانتک کہ اسکے تعلقات شرعی ہوں ان سے
 مشغول کرے وہ اہل و عجب۔ وَالَّذِي اُرْسِلْنَا بِهٖ لَمَّا تَاكِيْدِي اور مرا و جنت ہی اور ابن عامر نے و لدار الاخرة۔ باضافت پڑھا ہے
 و لدار الحیوة الاخرة بخبر یعنی البتہ دار آخرت ہر ہے زندگی دنیا سے۔ لَذٰلِكَ فَيَوْمَنُوْنَ۔ ان بندوں کے واسطے جو تھمیں
 رکھتے ہیں شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ذلک فیومنون۔ کیا سمجھتے نہیں شرک کرنے والے اس بات
 کو کہ ایمان لے آدین شرک چھوڑیں اور یہ بنا برآئکہ عقلموں بصیرت غائب موافق اکثر قاریوں کے قرآءت کے ہے اور نافع و ابن عامر نے عقلموں
 بصیرتہ خطاب پڑھا اور اس صورت میں یہ خطاب بیخ کیساتھ غضب کو بھی شریعت۔ فافہم۔

قَدْ عَلِمْنَاۤ اَنَّ لِيْجِزُكَ الَّذِي يَقُولُوْنَ فَاْتَهُمْ لَا يَكْفُرُوْنَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِيْنَ

ہم جانتے ہیں کہ تم کو غم دلانی ہیں ان کی باتیں سورہ تجکو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف
 بِاٰیٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۗ وَ لَقَدْ كَذَّبْتَ رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ فَصَبْرًا عَلٰی

اللہ کے حکموں سے منکر ہوئے جانتے ہیں اور جھٹلاتا ہے بہت رسولوں کو تجھ سے بچے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُنْ بِرُءُوۡا وَاُوۡذُوۡا حَتّٰی اَتٰہُمْ نَصْرُنَا وَاَلَمْ يَدَلِّ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہنچی ان کو درد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہیں اللہ کی باتیں

وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ ۗ وَاِنْ كَانَ كِبْرُ عَيْنِكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجھ کو پہنچ چکا ہے کچھ احوال رسولوں کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے ان کا تفاعل کرنا

یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر ادھر ہوا اور ان کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہیں اور لعنت و حشر سے منکر ہیں اور خسران خسارہ پانا۔ اور وہ تجارت و صفقہ سے یعنی خرید و فروخت میں ہونا ہے۔ وقد قال فی شان المنافقین ہمارے بت تجارت ہم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت سے انکار کیا تو اس میں خسارہ سخت اٹھایا اور ادیہاں خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب عظیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور تقارہ لاقات اور اس میں دلالت ہے کہ قیامت میں بد را باری تعالیٰ مومنوں کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہے اور مفسر نے کہا کہ تقارہ الہی کی تائید یہ اس طرح کہ لعنت و حشر سے منکر ہوئے اور یہ ہوجو سے کہ چوبلث سے منکر ہو وہ دیدار سے منکر ہے۔ قال تعالیٰ۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ جَٰئِئًا لَّهُمْ جَهَنَّمَ هَلِ احْتَسِبُوا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ اِنَّا نَحْنُ رَبُّهُمُ اَوَّلَ مَلٰٓئِكَةٍ اَنزَلْنٰهُ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَیْسَ بِحَدِیْثِ الْاِنسِیَّیْنَ اِنَّا نَحْنُ رَبُّهُمُ اَوَّلَ مَلٰٓئِكَةٍ اَنزَلْنٰهُ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَیْسَ بِحَدِیْثِ الْاِنسِیَّیْنَ اِنَّا نَحْنُ رَبُّهُمُ اَوَّلَ مَلٰٓئِكَةٍ اَنزَلْنٰهُ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَیْسَ بِحَدِیْثِ الْاِنسِیَّیْنَ اِنَّا نَحْنُ رَبُّهُمُ اَوَّلَ مَلٰٓئِكَةٍ اَنزَلْنٰهُ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَیْسَ بِحَدِیْثِ الْاِنسِیَّیْنَ اِنَّا نَحْنُ رَبُّهُمُ اَوَّلَ مَلٰٓئِكَةٍ اَنزَلْنٰهُ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَیْسَ بِحَدِیْثِ الْاِنسِیَّیْنَ

ایک وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حتیٰ اذا جاء اجمعکم مع النساء بنتہ۔ یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آجائیگی۔ یا موت آوے گی کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب امر اسکی قیامت قائم ہوگی اور مراد آثار موت ہیں جو اچانک طاری ہو جائے ہیں پس مضاف مجزوف ہر ہے مقدمات الساعۃ۔ حاصل آئے جھٹلاتے رہے تقارہ الہی کو بطور انکار لعنت کے یہاں تک کہ جب موت اچانک آئی ہو مقدمہ قیامت ہو یا قیامت آئی۔ قالوا یجسر تبتا علی ما اقترطنا فیہما۔ تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا میں تقصیر کی وف حسرت و حقیقت منادی نہیں مگر یہ غایت تحسیر ہو اور بقل بسبویہ ایسی اندر میں مجازاً حسرت کو پکارا یا میں معنی کہ اسے حسرت بس یہ تیرے حاضر ہونے کا وقت ہو تو حاضر ہو۔ والتفریط کسی چیز میں باوجود قدرت کے تقصیر کرنا۔ اور فیہاکی ضمیر سبحانہا حیات دنیا راجح ہے یا سبحانہ دنیا راجح ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے۔ اور ابن جریر نے کہا کہ فیہاکی ضمیر صفقہ کی طرف راجح ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو ترجیح کے صفقہ میں جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت میں ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط میں سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہیں ہوتا پس گو یادہ مذکور ہے۔ اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھ کر بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جو حکایت فی قولہ تعالیٰ یا حسرتنا۔ میں مذکور ہے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم والبطرانی وابن مردویہ و الخطیب بسند صحیح۔ بالجملہ یہ حسرت و غم سے اپنی تقصیر پانالان ہون کے اور حال یہ ہوگا کہ۔ دھم یجولون ان اوزارہم علی اظہر دھر و لوگ لاف ہوں گے اپنے گناہوں کو اپنی پٹیوں پر۔ بایں طور کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت ان کے یہ اعمال آئینگے ان کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت میں اور نہایت بدبودار چیز کے مانند لبوں میں پس ان پر سوار ہو جائیں گے۔ اور یہ معنی جو مفسر نے ذکر کئے ہیں بعض تابعین مثل البوریہ و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کئے ہیں اور چونکہ اس میں قیاس کو دخل نہیں لہذا مسموع ہون کے اور معنی میں کوئی تردد نہیں ہو کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدی کی روایت میں ہے کہ اس بد شکل بدبو کے ساتھ قبر میں اس مشرک کے سامنے رہیں گے اور وقت لعنت و حشر کے اسپر سوار ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر سوار ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب فرمائے اور کوئی شک نہیں کہ ان عوارض کی اسطرح دنیا میں ایک ہیات ہے اور کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت میں جہان بدلا ہوا ہے جسکی یہاں صورت نظر نہیں آتی وہاں اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکمائے یونان اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو جو اسکی صورت کا عرض ہونا قطعاً جہت سے اور اسپران کی حکمت کے قوانین میں ہیں اور شیخ ابراہیم قدس سرہ نے اسی مسئلے پر یہ حجت پیش کی ہے کہ قیامت تو دار آخرت میں نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور ان کا وزن ہوگا اور اس عقل و اہل علم اس میں اتفاق رکھتے ہیں ہاں سن مانا نہیں بعض ملحد و جاهل ایسے ہیں کہ تو امام کو جن کی سچائی معلوم نہ کیے بسبب لاپرواہی کے نہیں پہنچی ہر

ہمکاتے ہیں اور چونکہ خود بے ہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورہ بقرہ کے اوائل میں اسکی کچھ بحث گزری ہے فقہاء اور بعض علمائے کہا کہ قولہ وہ ہم
 بھلون اور انہم میں اور از جمع و ذر یعنی لٹا ہوا اور عرب بولتے ہیں کہ عمل ززرک یعنی اپنا بوجھ لادنے اور اسی سے وزیر یا خود ہے کیونکہ وہ بار
 امور سلطنت اٹھائے ہوتے ہیں معنی آنکہ وہ بارگناہ اٹھائے ہوں گے اور حاصل آنکہ ان کے گناہ ان کو لازم و چپے رہیں گے لیس
 دور نہ ہوں گے اور شخصیں علی ظہور ہم کی گناہ کثرت و شدت سے ہر کیونکہ آدمی پتھر پر نسبت سر دکنڈے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اٹھا
 لیتا ہے پس ان کے شرک انکار عبث و حشر و اسپرینی دیگر گناہ ایسے شدید ہوں گے کہ بندہ موجد کے اگر گناہ ہوں تو ویسے نہیں ہو سکتے
 ہوں۔ آلاء ساء ما یرزقون۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہی جو اٹھائے ہوں گے یا جو دنیا میں اپنے اوپر لاد رہے ہیں۔ قیادہ
 نے کہا کہ بس یا بھلون اور ابن عباس نے کہا کہ بس حمل حملوا یعنی برسی لادھی کو اٹھون نے لاداہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان
 مشرکوں کو فحاشی کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ ان ہی الا حیوتنا الدنیا چنانچہ فرمایا۔ قَمَا لِحَيَاتِهِ
 الدنیا یعنی نہیں ہوا اشتغال اس حیات دنیا میں بَلَا كَيْفَ وَ لَهْوًا۔ مگر ہوو لوب و ف یعنی جو شخص کہ اس زندگی دنیا میں اس حیثیت سے
 مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا مشغل فقط لوب ہے جسکا کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ وہ باطل ہے بنیاد ہے اگر کہا جائے کہ حیات دنیا
 کا مشغل اگر ہوو لوب ہے تو ناز و زہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہیں ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت
 سے ہیں مشغل دنیاوی سے ہاں یہ لاکھ جو لوگ ناز و زہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہیں وہ البتہ مشغل دنیا کا
 ہو کر بیکار ہوا۔ اور او معروف اور ہر وہ چیز جو بجاو باد آئی اور اسکے متعلقات آخرت سے جہاں تک کہ اسکے متعلقات شرعی ہوں ان سے
 مشغول کرے وہ لوب ہے۔ وَ لَذَآ اَرْحَمُكَ۔ لام تاکیدی ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامر نے ولذرا الآخرة۔ باضافت پڑھا ہے
 ولذرا الحیوة الآخرة یحییہ۔ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگی دنیا سے۔ لَذَیْنِ یَتَّقُونَ۔ ان بندوں کے واسطے جو تقویٰ
 رکھتے ہیں شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ ذلک فیونون۔ کیا سمجھتے نہیں شرک کرنے والے اس بات
 کو کہ ایمان لے آؤں شرک چھوڑیں اور یہ بنا بر آنکہ عقلمند ہونے غائب موافق اکثر قاریوں کے قرآء کے ہے اور نافع و ابن عامر نے تعقلون
 بصیغہ خطاب پڑھا اور اس صورت میں یہ خطاب بیخ کیساتھ غضب کو بھی شعرت۔ فافہم۔

قَدْ عَلِمْتُمْ لَیْسَ نَكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَاَهُمْ لَا یَكْفُرُونَ وَ لَكِنَّ الظَّالِمِیْنَ

ہم جانتے ہیں کہ تم کو غم دلانی ہیں ان کی ہاتھ سووہ تجکو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف
 بِآیَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُونَ وَ لَقَدْ كُنَّا بَرُّسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبْرًا عَلٰی

اللہ کے حکموں سے منکر ہوئے جاتے ہیں اور جھٹلاتے ہیں بہت رسولوں کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُنَّا بُوَاوَاؤُذًا وَ اَحْسٰی اَنَّهُمْ لَمْ یَرْنَا وَ لَا مَبْدَل لِّكَلِمَاتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہنچی ان کو درد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہیں اللہ کی باتیں

وَ لَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَاِیِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اِنْ كَانَ كِبْرَ عَیْكَ اَهْرَاضُهُمْ

اور تجکو پہنچ چکا ہے کچھ احوال رسولوں کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے ان کا نفاذ کرنا

فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سَلْمًا فِي السَّمَاءِ فَاتَّبِعْهُم
 بآيَةٍ ۚ وَكَوَسَّعَ اللَّهُ لِحَمْعِهِمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونُ مِنَ الْجَاهِلِينَ
 اَلْمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۚ وَالْمَوْتِ يَسْمَعُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝

تو اگر ہو سکے ڈھونڈھ نکالنی کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر ان کو لادے
 ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا ہے کہ لانا سب کو راہ پر سو نہ مت ہو تو ان میں
 مانتے وہ ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اٹھا دینگے اللہ پھر اس کی طرف جا دینگے
 قَدْ نَعَلَكُمْ - اس میں قد واسطے تحقیق کے ہے بمعنی قد علما۔ اس آیت میں آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گئی بائیں طور کہ ہم کو علم پریم سے
 معلوم تھا اور اس وقت بھی معلوم ہے کہ انھوں نے تیری تکذیب کی اور تجھ کو اس پر حزن و تاسف ہے۔ اِنَّهٗ لَيَعْرِضُكَ الَّذِي يَقُوْلُ لَوْ اِنِّي رَأَيْتُكُمْ لَعَرَفْتُمْ
 بات کہ تجھ کو حزن و ملال دیتی ہے وہ بات جو مشرکین کہتے ہیں یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہیں اور آنحضرت صلعم غایت شفقت سے
 نہیں چاہتے تھے کہ جھٹلا دیں اور ہلاک ہوں اور ہر ص کرتے تھے کہ مسلمان ہو جاؤں قد قال تعالیٰ لعلک بانع نفسک لایکونوا مؤمنین۔ اور
 فرمایا لعلک بانع نفسک علی آثارہم ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفا۔ اور نیز حکم دیا کہ فلا تذہب نفسک حسرات علیہم۔ حاصل نکتہ ہم جانتے ہیں
 کہ انکا جھٹلانا تجھ کو محزون کرنا ہے لیکن تو غم مت کھا۔ فَانھم لَیَعْرِضُكَ الَّذِي يَقُوْلُ لَوْ اِنِّي رَأَيْتُكُمْ لَعَرَفْتُمْ
 نہیں جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات الہی سے جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں و واضح ہو کہ لایکذوبونک بشدید از تکذیب
 پڑھا گیا اور تخفیف بھی پڑھا گیا ہے اور مفسر نے معنی یہ بیان کئے کہ باطن میں تجھے نہیں جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہیں کہتے ہیں
 پس آئندہ جو تکذیب کرے وہ زبانی تکذیب ہے پس دلوں میں منافات نہیں حاصل نکتہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہیں جھوٹا جانتے تھے اور
 شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہونے کے بچپن سے قائل تھے اور آپ کو اپنے درمیان میں بہت امانت
 دار جانتے تھے اور بعض انھیں سیرت میں یہ کہ قرآۃ بالتشدید کے معنی یہ کہ تجھ کو جھوٹ کی طرف نسبت نہیں کرنے اور جو لوگ تمہارا ہر اسکو دل سے رد
 نہیں کرتے کیونکہ انکو تیری سچائی معلوم ہے اور قرآۃ بالتخفیف کے معنی یہ کہ تجھ کو جھوٹا نہیں پاتے ہیں اور یہ مجاہد و عرب ہے کہ بولتے ہیں کہ
 الذبت فلانا یعنی میں نے اسکو جھوٹا پایا۔ اور اجلت فلانا میں نے اسکو سخیل پایا۔ پس لایکذوبونک تخفیف یعنی آنکے تجھ کو ذب نہیں پاتے جملہ
 معنی آیت کے یہ کہ انکا جھٹلانا تیری ذات کی طرف راجع نہیں بلکہ جو پیغام الہی تو لایا ہے اسکی طرف راجع ہے۔ قال شیخ ابن کثیر یعنی
 تجھ کو جھوٹ سے متہم نہیں کرتے نفس الامریں بلکہ ظالمین آیات الہی سے انکار کرتے ہیں یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینوں سے
 اسکو دفع کرتے ہیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن جو تو
 لایا ہے اسکو جھوٹ بتاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا فانہم لایکذوبونک و لکن الظالمین الایۃ۔ اس کو حاکم نے بھی روایت کیا اور کہا کہ
 صحیح ہے بشرط بخاری و مسلم۔ اور ابو یزید نے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو جہل ملا اور اس نے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک مرتبہ
 نے اس سے کہا کہ میں تجھے کیا دیکھتا ہوں کہ تو اس صابئی سے مصافحہ کرتا ہے تو ابو جہل نے کہا کہ وا اللہ میں جانتا ہوں کہ وہ نبی ہے و
 لیکن جھٹلاہم لوگ کب بعد منافات اولیٰ کے تابع ہو سکتے ہیں پھر ابو یزید نے یہ آیت پڑھی فانہم لایکذوبونک و لکن الظالمین الایۃ۔ رواہ ابن
 ابی حاتم۔ اور قتادہ و ابو صالح نے کہا کہ وہ تجھ کو رسول اللہ جانتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔ اور محمد بن اسحاق نے نہ ہری حمہ اللہ سے قصہ

وہ جھوٹا جانتے تھے
 اس میں قد واسطے تحقیق کے ہے
 اس آیت میں آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گئی
 انھوں نے تیری تکذیب کی اور تجھ کو اس پر حزن و تاسف ہے
 مشرکین کہتے ہیں یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہیں
 جھٹلاتے ہیں اور ہلاک ہوں اور ہر ص کرتے تھے
 فرمایا لعلک بانع نفسک علی آثارہم ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفا
 لایکذوبونک بشدید از تکذیب
 پڑھا گیا اور تخفیف بھی پڑھا گیا ہے
 ذب نہیں پاتے جملہ
 ابن کثیر یعنی
 جھوٹ سے متہم نہیں کرتے
 ظالمین آیات الہی سے انکار کرتے ہیں
 ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم
 جھوٹا نہیں جانتے لیکن جو تو لایا ہے اسکو
 جھوٹ بتاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا
 فانہم لایکذوبونک و لکن الظالمین الایۃ
 اس کو حاکم نے بھی روایت کیا اور کہا کہ
 صحیح ہے بشرط بخاری و مسلم
 ابو یزید نے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
 ابو جہل ملا اور اس نے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک
 مرتبہ نے اس سے کہا کہ میں تجھے کیا دیکھتا ہوں
 کہ تو اس صابئی سے مصافحہ کرتا ہے تو ابو جہل نے
 کہا کہ وا اللہ میں جانتا ہوں کہ وہ نبی ہے و
 لیکن جھٹلاہم لوگ کب بعد منافات اولیٰ کے تابع
 ہو سکتے ہیں پھر ابو یزید نے یہ آیت پڑھی
 فانہم لایکذوبونک و لکن الظالمین الایۃ
 رواہ ابن ابی حاتم۔ اور قتادہ و ابو صالح نے
 کہا کہ وہ تجھ کو رسول اللہ جانتے ہیں اور
 انکار کرتے ہیں۔ اور محمد بن اسحاق نے نہ ہری
 حمہ اللہ سے قصہ

ابوہبل بن یونان وایت کی کہ رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن سننے کو ابوہبل ابوہبلان و احنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے آئے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہاں سے چل دیے و لیکن وہ میں آپس میں ملے تو ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیوں آیا تھا اس نے بیان کر دیا کہ بات یہ تھی یعنی یہ کلام مجھ نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس میں سب نے حمد کیا کہ ایسا نہ کرینگے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جو انان فریضہ یہ بات سنیں اور جانیں تو فتنہ میں پڑھا دینگے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی ہر ایک یابین گمان کہ دوسرا تو بسبب حمد کے نہ آیا ہو گا پھر صبح کو راستہ نے پھر ان کو اکٹھا کر دیا تو آپس میں ایک دوسرے کو بلامت کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے پر حمد کر لیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی لے پھر صبح کو حتیٰ حمد باندھا اور متفرق ہو گئے پھر احنس بن شریق نے دن نکلی اپنا عصا اٹھایا اور ابوہبلان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوہبلان تو نے جو کچھ محمد سے سنا میں تیری کیا رائے ہے اس نے کہا کہ اے ابوہبلان میں نے واہل بیت ایسی ہی باتیں سنیں کہ میں نے ان کو پوچھا لیا اور جانتا ہوں کہ ان سے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتیں سنیں کہ ان کے معنی مراد نہیں پہچانتا ہوں پس احنس نے کہا کہ واہل میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اس کے پاس سے نکل کر ابوہبل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوہبل حکم تیری کیا رائے ہے اس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنو عبدمنان نے باہم شرف میں مقابلہ کیا پس انھوں نے مسافروں کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا اور انھوں نے بار اٹھایا ہم نے بار اٹھا یا حتیٰ کہ جب ہم برائے تو اب ہ کتے ہیں کہ ہم میں بنی بے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم اسکو کھان سے پاونینگے واللہ من تو اس پر بھی ایمان نہ لاؤنگا اور نہ ہر اسکی تصدیق کر ونگا پس احنس اسکو چھوڑ کر چلا آیا اور ابن جریر نے سدی سے روایت کی کہ جب بدر کی لڑائی کا دن ہوا تو احنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمد تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات میں زیادہ احن ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرو پس اگر وہ بنی ہو تو آج اس سے قتال نہ ہو گا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا تم بھی جلدی مت کرو ورنہ ابن ابوہبل سے جا کر ملاقات کرو اور اسی روز اسکا نام احنس مشہور ہوا اور نہ ابی بن شریق نام تھا۔ باجملہ وہ ابوہبل سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوائے یہاں کوئی نہیں ہے جھلا ہتا کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوہبل نے کہا کہ خرابی ہو تیری اسے محمد تو واہل سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب بنوقصی تمام اچھی باتیں اور وسعایت و خانہ کعبہ کی درباری لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت وہی بیجا دین پھر ماتی عرب کے واسطے رہ کیا جائے گا۔ قال المترجم اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتیٰ کہ ابوہبل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا نہیں جانتے تھے و لیکن آیات الہی سے انکار کرتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے جو آیت گزری یعنی قولہ ویدا ہم ما کالوا یحیون من قبل کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ و لَقَدْ كَذَّبَتْ رَبُّنَا لَمَّا كَانَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ۔ اور البتہ تجھ سے پہلے بھی رسول بھیجے گئے ہیں و ہاں یہ جملہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافروں کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگلے بہت رسولوں کو ان کی امت نے جھٹلایا اخصبہ و اخصبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان رسولوں نے بھی ان کے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَاَوْذُواْ اور ان کے ایذا دینے پر صابر رہے و حال آنکہ ہرگز ایذا پر صبر کرتے رہے۔ حَتَّىٰ اَنْشُرُوْهُم مِّنْ حَتِّہَا۔ یہاں تک کہ ان کو ہماری نصرت پہنچے و قوم مودھی ہلاک نہ ہوئی پس تو بھی صبر کر یہاں تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہوں اور سچا علیہ ہو۔ وَاَنْتَ مَبْدُؤُا لِّکُلِّ شَیْءٍ اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ یعنی وعدہ فتح و نصرت جو بنندگان مومنین کو واسطے عموماً موعود ہے اسکا بدل کوئی نہیں ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ و لَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَاتُنَا لِمَنْ اَلْمُرْسَلِیْنَ اَنَّهُمْ اَمُّ الْمُصَوِّرِیْنَ و ان جسدنا ہم الغالبون۔ یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کیلئے سابق ہے چکا کہ وہی تو منضوہ ہیں اور ہمارے ہی لشکر غالب ہیں اور فرمایا کتب اللہ علیہ اننا و سلی ان اللہ قوی

لے لوراکہ
اٹھا ہے
مخبرین میں
چہ اور جا
سورانی تیری
ہوئے

عزیز۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوں گے۔ پس اس میں خبر غیب وعدہ فتح و نصرت ہے۔ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ تَبَاعِ
 الْمَكِّيِّينَ۔ اور البتہ تیرے پاس رسولوں کے اخبار سے آچکا ہے۔ یعنی اخبار انبیاء دیگر تجھ کو پہنچ چکے کہ آپ کو وہ مظفر و منصور ہوئے
 پس ہی سنت آئی جاری ہر تجھ کو صبر و اطمینان رکھنا چاہیے اور میں تعضیض ہے کہ چونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہنچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح و
 نصرت مسلماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالیں پہنچ چکیں تو اطمینان کیواسطے کافی ہے کہ عجم نصرت مراد ہے۔ فانہم۔ دوران کان کذب علیک
 ایضاً اظہر ہے۔ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غناک و محزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ مانگتے جاوین ان کو
 دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہو کر ایمان لا دینگے اور وہ بھی کہتے کہ مکہ چڑھو اور وسیع ہو جاوے اور کہہ صفا سونے کا ہو جائے باجملہ عباد
 و بہت دھرمی کی سی باتیں مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے ان پر کتفا نہیں کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عزوجل نے فرمایا و ان کان
 کبر علیک اعراضہم۔ اگر تجھ پر ان کا منہ موڑنا گراں گزرتا ہے۔ فَاِنْ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَسْبِغَ نَفْسًا فِی الْاَرْضِ۔ الاستطاعت ہے تجھ کو کہ
 سرباب زمین میں ڈھونڈھے۔ تاکہ تحت الثریٰ کی طرف پہنچ کر کوئی آیت لاوے جو مانگیں اَوْ سَمِعَا نَجْمًا یَسْمَعُ یَا سِیْرُ حٰی اَسْمَانِ مِّنْ
 لِّگائے۔ خَتَا تَسْبِغُ حٰی اَسْمَانِ۔ پھر ان کے پاس معجزہ و آیت لاوے۔ جس کو مانگتے ہیں تو ایسا کر۔ اس سے تعلق مجال مقصود
 اور معلوم ہوا کہ یہ دونوں باتیں ازراہ عادت و قورع کے مجال میں اور اسی قدر کفایت ہے حال یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا
 یہ سابقہ علم اڑی ہے کہ ان میں سے بعض کے حق میں کفر مقدر ہے اور وہ ضرور ہونے والا ہے اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت میں اس کی
 اصلاح ممکن نہیں ہے بدون ارادہ الہی کے پس ایک مجال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس مجال کی قدرت ہو تو کہ اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے
 امکان میں نہیں ہے پس تو غناک مت ہو اور تقدیر الہی پر ثابت مہما رہو کیونکہ حکمت الہی اس سے برتر ہے کہ بندہ اسکو ادراک کرے۔ اور
 اس میں بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہے کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہیں سب
 مسلمان ہو جائیں گے یا نہ ہوں گے لیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہ ہونگے اور بدون وحی و غیب کی خبر کے کوئی نہیں ایسا کر سکتا کہ
 چند خبر دے جس میں کہے کہ یہ سب مسلمان نہ ہوں گے پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن امت والوں کو بھی
 اسپر عمل جب کہ کافروں کے کفر پر اور ان کے حج و اڑے رہنے پر تعجب سے نہ دیکھیں الا انکے قدرت الہی کا مشاہدہ کریں اور غم
 نہ کھاویں کیونکہ ایمان حکمت الہی ہے کہ سب کے سب مسلمان نہ ہوں اور اس حکمت کو بندہ کی عقل ناچیز اور انہیں کر سکتی ہے
 اور یہ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب سے آخری حالت میں متعلق نہ ہو ایسا واسطے فرمایا۔ وَکُوْشَاةَ اللّٰهِ لَمَجْعَةٍ عَلٰی اَرْضِ
 اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ ان کو ہدایت پر جمع کرے۔ تو وہ سب بات پر قادر ہو لیکن ان سے نہیں چاہا کیونکہ اس میں اسکی حکمت و مصلحت ہے
 اور یہی خوب نانا و حکمت الہی۔ فَلَا تَكُوْنُوْنَ مِنَ الْجٰہِلِیْنَ۔ سو تو جاہلون میں سے مت ہوں کیونکہ کافروں کے انکار و اعراض
 پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہو جاوین یہ جاہلون کی شان ہے اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا
 کہ تو جان بوجھ کر اس حرص میں مت پڑ اور ان والوں کو حضرت حج و جل عالم النبی و الشہادۃ کی حکمت پر چھوڑ دے اور چونکہ آنحضرت صلعم
 کافروں کے حال پر شفقت کر کے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آبیخ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلیں اور اسپر نہایت حریص
 تھے لہذا خطاب میں ایک گونہ سختی فرمائی ہے تاکہ آپ اس غم و رنج سے بالکل الگ ہوں اور حدیث شریف میں ایسے بہت بیانات آئے
 ہیں کہ آپ نے نفل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی اندھیری رات میں دران کپڑے پہن گونے نے اس میں گونا شروع کیا اور کتنے ہی روکے جاتے ہیں

نہیں مانتے ہیں جیسے ہی لوگوں کا حال ہے کہ میں انکو پکڑ کر گھسیٹتا ہوں اور یہ لوگ مجھ پر زبردستی کرتے اور چھوٹے چھوٹے آگ میں گھسے جاتے ہیں
 پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ کو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جس کا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اس قدر ہے کہ فرمایا۔ **اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ
 الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ**۔ یعنی تیری پکار و ڈراو سے کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ **وَالَّذِيْنَ يَبْغُضُ اللّٰهَ وَاٰلِهٖ
 مَرْضُوْنَ** یعنی کافروں کو تو اللہ تعالیٰ قبروں سے اٹھا دینگا۔ **لَقَدْ اٰتٰىكَ وَاٰلِهٖمُوهٗنَا**۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھرے جا دینگے وہ
 وہ ان کو ان کی بدکاریوں کی سزا دینگا۔ اور شاید کہ الہی کی ضمیر ہر دو فریق میں سے ہر ایک کی طرف اوج ہو یعنی ہر ایک کو اسکے لائق بدلہ
 دینگا پس زندوں یعنی مومنوں کو ثواب دینگا اور مردے کافروں کو عذاب دینگا اور کلام میں حسن بلاغت ہے کہ کافروں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھا
 دینگا حالانکہ وہ مردے ہو گئے جیسے اب ہیں۔ اس میں دلیل ہے کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو۔ اس کی شہادت نے ذکر فرمایا
 کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ لو شار اللہ لعلہم علی الہدیٰ میں ابن عباس رضی سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر جس کرتے تھے کہ سب لوگ
 ایمان لاویں اور ہدایت پر ہو جائیں پس حق تعالیٰ نے خبر دیدی کہ نہیں ایمان لا دینگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول میں
 سعادت سابق ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ ہدایت میں عبارت کو دخل نہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ لغت بچواں کلام و
 انا فصیح العرب والجم یعنی میں عربت ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہیں اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وجہ متعدد و امور متنوعہ ظاہر
 ہوجاتے ہیں۔ **قَالَ لَسْرَجْمٌ** اگر کہا جائے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی مخفی ہیں کما استدلل بقولہ تعالیٰ **مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحٰی
 لُوْحٰی**۔ اور یہی تحقیق ہے جو اب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات مردوں کے حقائق معرفت میں آپ فرماتے تھے وہ مضمون لہجہ خفی آپ کو
 القاء ہوتا تھا اور یہ صحیح ہے کہ کلام بیان اس مضمون کو عبارت میں ادا کرنے میں ہر پس آپ کمال علی نبوت میں تھے کہ اسکو اپنے کلام میں ادا
 کر سکتے تھے اور علماء اس بات میں متفق ہیں کہ وحی خفی کسی خاص عبارت میں نہ تھی پس اسکو ادا کرنے میں آنحضرت صلعم امین الہی تھے بخلاف
 وحی علی یعنی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع و معجز بتعلیم الہی عزوجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قرات مختلفہ خود مختلف زول
 ہیں اور اسلئے اسلئے جن قرات سے احکام مختلف نکلے ہیں ان کو علماء ربانی نے ہنز لہ دو آیت کے قرار دیا ہے اور یہ صحیح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں دیا گیا ہوں
 قرآن اسکے ساتھ اسکے مثل یعنی احادیث جو وحی مخفی ہیں اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ خود دلیل ہے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 وحی خفی ہیں تاکہ صادق ہو کہ آپ کو وہ عطا ہوئے ہیں گو نظم کلام میں اسکو ادا کرنے میں آپ امین الہی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والوں
 کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں صحیح ہوا کہ کان جلا بکار لایک عینیدہ اذ اقرار القرآن۔ یعنی
 جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھوں کو نہیں مٹھام سکتے تھے۔ بے اختیار بہت روتے تھے اور آنحضرت صلعم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپ کا سینہ مبارک
 مثل دیگے جوش کرتا تھا یعنی ایسی داڑھی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز
 مغرب میں آنحضرت صلعم نے سورہ و الطور پڑھی گویا میرا قلب اڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ ان کی شمار و صفت فہم الخطاب تھوڑے سے
 بیان میں نہیں آسکتی بلکہ بیان اسکو تحمل نہیں کیونکہ بیان حال ایک بت ہے کہ اسکو عارف باکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ
 ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفان سے ثابت ہوا کہ رات میں قرآن مجید تم کرتے اور ما بعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہیں
 اور ابو حنیفہ امام الفقہاء رح سے بھی رات میں ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہیں ہے کہ تمام کمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف و تصنع و تشع و تزہد
 نہیں تھا بلکہ انکشاف خاص تھا۔ اور وہ آنحضرت صلعم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلفہ آیات پر مختلف ہوں تو نہیں دیکھتا کہ

ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک ان تظفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ پر تمام رات گذردی حتی کہ صبح ہوگئی اور یہ بات اور دن کو حاصل تھی لیکن ان کو بعض میں بغض سے موافق نہم خطاب کے ایک دوسرے سے درپردہ انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ ان کو بڑھاتا لئے جانا تھا اور چونکہ ہم اصل ہی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا فہم تیزی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھیں اور خود مصرح کر دیا کہ جو نہ سمجھا اُسے کچھ نہ پڑھا اور جو گولہ ہے آپ میں قوت بیان کرتے تھے اُن کو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یوں ہر اسوہ مطہرہ کہ وہ لوگ عامل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت و حقیقت کو پہنچاتا ہے جبکہ عنایت الہی متعلق ہو اور **حجرت** اپنے زمانہ میں سوائے چشمہ حیران و دیدہ گریبان کے کچھ نہیں دیکھتا نہ ہم یہ معرفت ندول نہ سماع خطاب پس ہی نظر آتا ہے کہ یہود و نصاریٰ مشرک ہو کر بلا غنت کلام اللہ پڑھتے اور ٹولتے ہیں اور بہت سے لحد اُنکے پیچھے ہیں اور بچا پڑے سلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہیں کیونکہ توحید و تقویٰ اسرا سنت سے بچنے پڑے ہیں اللہم ایذا بالاید المتینین وقتنا وانت ارحم الراحمین اہل معرفت و علماء جو محض ظاہر یہ طریقہ نہیں رکھتے ہیں وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہیں کہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام نبی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد دونوں کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی وجہ ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سنتے کی نفی کی تو یہ معنی نہیں کہ جو اس کے کانون سے نہیں سنتے کیونکہ وہ بہرے نہیں تھے بلکہ یہی ہیں کہ مشاہدہ و معرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہیں سنتے تھے۔ ابن عطار نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خبر دی کہ سنتے والے ہی زندہ ہیں اور یہ اہل خطاب قبولیت ہیں اور قولہ والموئی یعنی ہم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مرنے ہیں۔ قال المترجم آگاہ رہنا چاہیے کہ حدیث شریفین صحیح ہو کہ مردے پر قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اسکو سوائے جن و انسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ و فزاری سنتی ہیں اور ان دونوں جن انسان پر پردہ امتحان ہے اگر یہ سنتے و دیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ طَقُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يَنْزِلَ
 اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتنی آہر کچھ نشانی اُسکے رب سے تو کہ اللہ کے قدرت ہے کہ اتارے کچھ
 آيَةٌ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ كِتٰبٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَيْرٍ
 نشانی و لیکن ان بہتوں کو سمجھ نہیں اور کوئی دینا نہیں زمین میں نہ جانور ہے کہ
 يَطِيْرُ بِحِجَابٍ اِلَّا اَمَّا مَثَلُكُمْ ط مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ
 اُتٰتَا بے دو پڑے مگر ایک ایک امت ہر تمہاری طرح بھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر اپنے پڑے کی
 اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا صُمُّوْا وَبِكُمْ فِي الظُّلُمٰتِ
 اٹھے ہون گے اور وہ جو بھٹلاتے ہیں جاری آئین بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں۔
 مَنْ يَشِا اللّٰهُ يُضِلِّهٖ ط وَمَنْ يَشِا يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرٰطٍ مُسْتَقِيْمٍ
 جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر
 وَقَالُوا اور کہا کفار مکہ بت پرستوں نے کہ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ۔ کیوں نہیں اتاری گئی محمد پر کوئی آیت
 یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے۔ یعنی مانند ناقہ صراح علیہ السلام و عصائے موسیٰ و ماڈہ علیسی

کے ان مشرکوں نے روحانی آیات پر کٹفا نہیں کیا مانند قرآن مجید مجز کے جس کے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور درخت و جانور و سنگریزوں نے آنحضرت صلعم کی صدق نبوت پر گواہی دی۔ بالجمہ مقصود فقط یہ کہ ہمانین اور نعمت سے ایسی باتیں مانگیں جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ - لن نؤمن لک حتی تعجزنا من الارض بینو عا الایۃ - قُلْ لَیْسَ اللّٰهُ قَدَّارٌ عَلٰی اَنْ یُنزِلَ اٰیٰتًا یَعْنٰی کہہ دے ان بہت دہریوں سے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ آمار دے آیت ف یعنی جیسے تم مانگتے ہو اسی کو نازل کر دے اسکی قدرت بہت بڑی ہے۔ بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی مراد ہے جو خواہ مخواہ اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرے لیکن اسوقت میں امتحان تکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا اور نیز اگر اسوقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لادیں گے جبکہ اُن کے حق میں کوئی مقدمہ ہی تو ضرور عذاب نازل ہوگا اور رحمت الہی سے اس اُمت سے یہ عذاب دنیا میں مرتفع فرمایا گیا ہے۔ وَلَکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ لیکن ان میں سے بہتیرے جانتے نہیں ہیں ف یعنی نہیں جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا رہی کیونکہ پھر ایمان نہ لائے تو ضرور ہلاک ہوں گے جیسا کہ طریقہ الہی جاری ہو چکا اور قوم صحابہ بعد ناقہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کے مادہ میں نافرمانی کر نیوالے ہلاک ہوئے اور واضح ہے کہ لعنت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کیواسطے تھی پس اُن کی مانگی آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان لانے سے عذاب آیا۔ آنحضرت صلعم کی لعنت عام ہے پس فقط مکہ والوں کی ایسی لعنت و عناد سے عام عذاب ہوگا لہذا اُن کی جہالت پر تنصیف فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان ینزل آیتہ - میں ابن کثیر نے سنبل از انزال پڑھا اور باقیوں نے سنبل سے پڑھا ہے۔ اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہے کہ ایک اُمت کے انکار سے عام اُمتیں ہلاک نہ ہوں اسپر آگے کے کلام میں اشارہ ہے۔ وَمَا هُوَ بِکَافٍ مِنْ زَادَہِہٖ لَیْسَ فِیْہِ اِسْتِغْرَاقٌ کَے۔ اور داتہ مذکورہ بحث دو نوں پر لولا جانا ہو وہ ہر جاہذا جو زمین پر چلتا ہو فی الارض متعلق بدایت ہے دراصل وہ بیتہ از دب ید ہے اور فی الارض بطریق توضیح ہے جیسے قولہ وَمَا هُوَ بِکَافٍ لَیْسَ فِیْہِ اِسْتِغْرَاقٌ جِنَاحٌ بَازُوہِہٖس طائر اُڑتا ہے اپنے بازو سے لیکن بطیر سبحانہ تو صیح ہے اور یہ دفع وہم ہے کہ شاید مجازاً آدمی تصور کرے کہ کیونکہ عرب طیران کو جلدی و سرعت کے معنی میں بولتے ہیں کہ طیرا یذا فی حاجتی۔ فلا نے میرے کام میں اُڑ چل یعنی جلدی کرے پس قولہ بطیر سبحانہ سے دفع کر دیا کہ مجاز امراد نہیں ہے معنی آنکہ نہیں کوئی جانور چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہے اور نہ کوئی پرند جو دونوں بازو سے اُڑتا ہے اِنَّ اُمَّةً مَّا تَا لَکُمْ مَّرَکَہٌ مَّگَر اَنَّہُ دَہُ بَہِی تَحَارَے مثل اُمتیں ہیں ف اور نزل ہونا اس بات میں کہ اُن کی پیدائش و ذوق و حالات بھی مقدر ہیں جیسے تمھارے مقدر ہیں عن مجاہد ہر صنف و قسم جدا جدا نام سے ہے عن قتادہ پرند ایک اُمت ہے اور انسان ایک اُمت اور جن ایک اُمت ہے۔ عرب اور مدی تمھارے مثل مخلوق ہیں عن ابن عبیر۔ نیز ان ہر ایک میں بھی انسان کی مماثلت موجود ہے جیسے شیر کہ عمد کرتا اور دوسروں کو مار ڈالنا ہے اور سوسر جو میں بخش کھاتا ہے اور کتا خود بخود بھونکتا ہے اور مانند اسکے پرندوں میں ہیں ذیل غیر لک۔ اور حدیث میں ہے کہ اگر کتا منجرا اُمتوں کے ایک اُمت نہ ہوتی تو میں اسکے قتل کا حکم دیتا مگر ان میں سے ایک ننگ گالے کو مار ڈالو۔ کافی روایت الترمذی وغیرہ مترجم آتا ہے کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کافروں کی بدکاری سے تمام اُمتوں بیچاروں پر عذاب نہیں آسکتا۔ اور اب تو معلوم ہوا کہ اُمت اسلامیہ صدا کو رہی ہوئی۔ پھر عام عذاب ان اذی کافروں کی ذمہ سے کیونکہ آتا کہ دنیا میں کوئی باقی نہ رہتا۔ امام راوی نے کبیر میں احدی سے نقل کیا کہ جبکا حاصل یہ کہ سلف میں سے ایک جماعت کے نزدیک جانور پرند و پرند و پائی خشکی کے اصناف اہم ہیں اور ہر ایک پر اسطرح جدا جدا تسبیح و ذکر کرے اور بعض سے نقل کیا کہ ان میں انکے پیغمبر بھی ہوتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی اُمت نہیں مگر

انکہ آئین ڈر سنانے والا گدرا ہے اور یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانو بھی امت میں پس ثابت ہوا کہ ان میں بھی سمیچ ہوئے ہیں اور قولہ ان من
 نشی الایح سجدہ و لکن لا تفقہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح لیلدا فی السموات مافی الارض - و دیگر آیات سے بھی ثابت ہے اور
 احادیث بھی کثرت سے ہیں - اور قولہ سحر ناعم داؤد الجبال سبحن والطیر - اور دیگر آیات و احادیث میں پتھرون وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت ہے اور
 اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جس میں ہر تھا ا کھو آگاہ کرنا اور دیگر تفصیلات اس منہر کے پوری تقویت کرتے ہیں و لیکن عموم
 اور بے معرفت لوگوں کی سمجھ سے باہر ہی لہذا تاویل کرنا چاہیے اور حدیث خمس فوسیقہ - لقیطن فی الحرم الحدیث حالت احرام میں اور مقام حرم
 میں پانچ جاؤں فاسق کا قتل ہونا اور پند کرنا ہو چکا - ہا جملہ تحقیق مقام ایک سبط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالیٰ وان منہا لما یسبط من خشیتہ
 اللہ الایہ - بارہ الم سورہ بقرہ کی تحت میں ایک جملہ صاحبہ مترجم نے ذکر کر دیا ہے جو غ کرنا چاہیے - بھاس مقام پر کہا گیا کہ قولہ ام امثالکم
 سے جملہ وجوہ جنین مانت ہر عموماً لینا چاہیے - ما فطرطنافی الکتاب میں ششی بن زائد لہذا فی تاکید استغراق ہے اسے مارتکتا
 فی اللوح المحفوظ شینا - ہم نے لوح محفوظ میں کوئی بات چھوڑی نہیں ف یعنی سب کو ہر اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید میں ہر چیز مذکور
 ہے لیکن علم سرف سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء - ہم نے تجھ پر کتاب نزل فرمائی ہر چیز کا واضح
 بیان ہر اور علم کے کہا کہ سب کو ہر لیکن معرفت ہم پر اسکا ظہور ہر چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب صرح تھا اسی واسطے آپ کی نسبت تبیان فرمایا
 اور وہ واضح بیان کو کہتے - اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہیں پس ہر ایک کی واسطے ہو گا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے انتہا ہیں - ثم
 الی آیتہم و محشورون - پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کئے جائیں گے - ف بعض نے کہا کہ ضمیر عقلا روہنی آدم کی دلالت
 کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہر اور بیچ میں جملہ معترضہ ہر اور نیز محشور ہونا دو اب ہا نام و جمادات کا اسلئے نہیں کہ وہ خطاب ثواب
 عقاب کی فہم نہیں رکھتے اور مکلف نہیں ہیں - وقال کچھ اور بلکہ یہ سب متعلق ہر یعنی جملہ ام مذکورہ انہی آدم و جن و طیور و دو اب سب
 محشور ہوں گے اور ضمیر عقلا اس اعتبار سے ام غیر عاقلہ کو بوجہ مثل ہونیکے کے ام عاقلہ کے مانند جاری کیا - اور اس سے معلوم ہوا کہ دو اب
 و طیور وغیرہ کا بھی حشر ہو گا مانند جن انسان کے - قال المفسر فی فیض بنیم یقین للہا من القرآن ثم یقال لہم کو نواتر ابا - پھر ان میں فیصلہ
 انصاف کر دیا جائے گا اور سینگون اے سے بے سینگون اے کا قصاص لیا جائے گا اگر اُس نے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک
 ہو جاؤ اور یہی ایک جماعت سلف سے جنین حضرت ابوہریرہؓ و ابوذر بھی ہیں مروی ہر اور ابن عباسؓ و صحابہؓ صحابہؓ مروی ہوا کہ ہا نام
 کا حشر ہو کہ مجاہدین - اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکر یون کو
 رٹے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات میں لڑتی ہیں میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے
 اور قیامت میں دونوں کے درمیان انصاف فرما دیکے اور عبد اللہ بن ابی اسکو ابوذر سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی
 آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کین لڑتی ہیں الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت میں اسقدر زیادہ ہے
 کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال میں چھوڑا کہ کوئی اڑھنیوالی چڑیا بھی ہر اسکا بھی ہم سے علم بیان
 فرمایا - اور عثمانؓ سے ہر کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگون والے سے بے سینگون والے کا بھی قصاص لیا جائے گا -
 رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ - اور حدیث صحیح مسلم میں وہ مضمون موجود ہے جو مفسر سیوطی نے بیان کیا اور عبد الرزاق نے ابوہریرہؓ
 سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا کہ قیامت کے روز دو اب ہا نام و پند دہر شے جملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اس دن اللہ تعالیٰ عزوجل

کا انصاف یہاں تک پہنچے گا کہ سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا قصاص لیکر پھر فرماویگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ اسی سے کافر تمنا کرینگے جیسا کہ فرمایا یقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا۔ یعنی اے کاش میں مٹی ہو جاتا۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ حدیث الطور میں یہی بات مرفوعہ آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہے جو فی المدراک۔ جب اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات و آثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر شاہد اور اسکی عظمت و جلال پر پکار پکار کر گواہی دیتا ہے تب پھر فرمایا۔ **وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا**۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی قرآن کو۔ **صَعِقُوا**۔ وہ ہرے ہیں۔ آیات یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے کانون سننے سے ہرے ہیں۔ **وَجُكُّوا حَقِّ** بات بولنے سے گونگے ہیں **ف** یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت پر قرآن و شہادت نہیں دیتے ہیں۔ **فِي الظُّلُمَاتِ** یعنی کفر کی تاریکیوں میں انکا یہ حال ہے کہ باوجود اس ظہور و وضوح آثار قدرت و عظمت کے ان کو کچھ نہیں سمجھتا ہے اور کیونکر سوچے کہ خالق حکیم تعالیٰ کی مشیت ہے **مَنْ يَشَاءُ اللهُ اضِلَالَهُ**۔ وہ مخلوق کہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو گمراہ کر دینا **لَوْ يُضِلُّهُ** اسکو گمراہ کر دیتا ہے یعنی مشیت ازلی میں جسکے حق میں گمراہی مقدر ہوئی وہ یہاں گمراہ ہوتا ہے۔ **وَمَنْ يَشَاءُ**۔ ہدایت۔ اور جس کی ہدایت چاہتا ہے **يَجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ**۔ اسکو راہ مستقیم یعنی توحید اسلام پر کر دیتا ہے **ف** وہی قادر مختار ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسپر کوئی اعتراض نہیں ہے اور ہمیں مزاج دلیل ہے کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جس کو اسے جو کچھ دیا وہ عدل ہے وہی قادر مختار ہے۔ **وقال تعالیٰ فی** مثال کفار فی سورۃ النور **او الظلمات فی بحر می فیضہ** سورۃ من فوقہ سورۃ من سبح **ظلمات بعضا** فون بعض اذا اخرج بدہ لم یبکیر باذن لم یجہل اللہ لوراً فمالہ من نور یعنی کافروں کے نفوس میں گمراہی کی یہ مثال ہے کہ جیسے تاریکیاں کسی موجد از مستند کے بھنور میں کہ اسکو سورج چھائی ہے پھر اسپر سورج ہے اسپر سحاب ہے تاریکیاں بعض پر بعض ہیں کہ ہاتھ نکالنے کو نظر آتا نہیں لگتا اور اللہ تعالیٰ نے جسکے لئے نور نہیں کیا اسکے لئے کچھ نور نہیں ہے۔ اور تفسیر اسکی لطیف و ہمین اشارات ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر میں آویں گے **ف** فی العرائس قولہ تعالیٰ **وامن ابۃ فی الارض و لا ظنر الا ابۃ**۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے جن آدمی کے ملائکہ و دیگر حیوانات کو پرندہ پرند کوئی ہون نطرت توحید اور حجت معرفت پر پیدا کیا ہے اور ان کو معرفت و ایمان ایقان کی واسطے حکم خطاب ہے اور ان جانوروں کی واسطے ان کے اسرار باطنہ میں راہیں منور با نوار عقل ہیں جو اسکی درگاہ ادنیٰ تک پہنچی ہوئی ہیں اور ان سے نور افعال و لطائف صنعت کو دیکھتے ہیں اور حالت ان کی مقصورہ اسی صورت پر نہیں جسکو ایک غافل وہی دیکھتا ہے اور ان کو بے عقل سمجھتا ہے۔ **قال لستہم حدیث صحیح میں فضائل جنہ میں آیا ہے کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی اور آیا ہے کہ سوائے جن انسان کے ہر جانور اسکے صحیح کے انتظار میں خوفناک ہوتا ہے کہ شاید وہی روز قیامت ہو۔** **قال لشیخ اور ان جانوروں کی زندگی اور حرکت و اوڑنا اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک فوت خاص سے ہے اور ان کی یہ آوازیں اور یہ خوش الحانیاں اور چیخ و پتیاہ حرکتیں ایک خاص نسیم شوق سے ہے جو ان کو عالم ملکوت سے پہنچی اور انوار جبروت سے ظاہر ہوتی ہے اور ان کو موافق اپنی قدر معرفت و توحید کے اللہ تعالیٰ کی طرف ذوق و شوق ہے اور میں نے سنا کہ تنون جب جملہ شہب محبت میں دسٹ فرماتا تو قندیلین بھٹ جاتی تھیں اور ہوا سے پرندہ گر پڑتے تھے۔ ایک زحیط میں کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا ان کے سامنے گری اور زمین میں اپنی چونچ دابھی اور نظر خون اس سے پکا اور جان دیدی۔ **اقوال ایسی ہی بہت سی حکایات آثار و اخبار میں تمام حیوانات از قسم درندے و چرندے و پرندہ و حشرات الارض سے مروی ہیں اور عرب کے اونٹ کا حدی پرست ہو جانا معروف و مشہور ہے اور آنحضرت صلعم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور درامی وغیرہ کی روایات میں آنحضرت صلعم کو درخت و چجر و سرکنگر و پتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہے اور گریہ مستند حنا نہ معرفت و مشہور ہے (م) اور****

لے بیچ
صورتیاست
کے بیان سے
جو حدیث آتی ہے
پتھر

کیوں نہیں کہ خود او تو الٰہی جل جلالہ نے فرمایا۔ ما من دابة فی الارض ولا طائر يطير بجناحه الا انا صانعها۔ یعنی تمہارے مثل میں اس بات میں کہ وہ مخلوق ہیں اور حق عود جل کے طلب میں سرگرم ہیں اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہیں اور اسکے قدیم ہونے کو یقین میں لاتے اور حدوث کے صفات سے اسکی باکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہیں اور اس کی صفت لطیف میں اعتبار کرتے ہیں جس سے انوار صفات کا عالم میں ظہور ہے۔ قال المرحوم و تحقیق ثابت ہو کہ ان میں بھی طبع و عاقلی ہیں اور مروی ہو کہ اگر گٹ بھی کافر دن کے ساتھ اس گٹ کو چھونکے میں شرمیکہ تھا جو غرور و مدد نے حضرت ابرہیم علیہ السلام کے جلانے کو چھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی جن کے ساتھ جملہ وجہ سے ثابت ہو لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی استعداد معرفت کی ایسی نہیں جو جن کو حاصل ہے تو انسان جو استعداد میں نہایت اعلیٰ معرفت پر اسکے برابر کمان سے ہوگی۔ پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانوروں وغیرہ کا مثل ہونا اس بات میں ہے کہ ان کی خلقت عالم ملک شہادت کر ہے جو منور بالانوار افعال میں اور آدمی ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال سے مخلوق ہیں لیکن ان کی روحیں عالم ملکوت سے پیدا ہیں اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی و ملائکہ کو فضیلت ہے۔ و قد قال تعالیٰ ولقد کرمنا نبی آدم الایۃ۔ مستحکم کتاب ہے کہ بعض علماء نے فرید تو صیغ سے انسانی استعداد معرفت کو اعلیٰ و اعلیٰ ثابت کیا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ و لا طائر یطیر بجناحہ۔ میں دونوں بار و سے میں یہ اشارہ سمجھتا ہوں کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو میں جو آدمیت کی واسطے لازم ہیں اور جن کی نسبت حدیث میں فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہیں کہ جنکے اخلاق اچھے ہوں اور انہیں کی درستی ابتدائی معرفت سے انہما معرفت پر ہو سجاتی ہے۔ مانند تو کل در رضا اور آئینہ بعض آیات میں آدینکا کہ کائن میں ابرہ لا تحفل ہذا قما اللہ یرزقہما و ایاکم الایۃ۔ یعنی بہتیرے دو اب ہیں کہ اپنا رزق اٹھاتے نہیں۔ یعنی لادے نہیں پھرتے اور اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو رزق دیتا ہے یعنی وہ تو کل در رضا میں ثابت قدم ہیں۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بار دوسے خوف و امید۔ اور فناء و بقا اور ایمان و تقویٰ اور نعمت و بلا اور عیبت و صفا اور عبودیت و ربوبیت۔ اور معرفت و محبت۔ ہیں ان باروں سے ان کو ہر طرف مشوق و طلب میں پرواز ہے۔ اور ظاہری اشارہ مشیبت میں یہ ہے کہ جملہ اہم کی جبلت چار عناصر سے ہے اور جبلت و حاکم و حیوانیہ کی ان اشارہ ہر اور کھلنے پینے و حرکت و جہل میں اور صفات نفسانیہ میں مانند حرص و غضب و نعمتوں کیساتھ چھوٹے ہونے میں مساوی ہیں اور مرجع اسکا اصلی فطرت پر جس سے پیدا ہونے میں یعنی زمین سے پیدا ہونے اور زمین میں مرکب مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ قیامت میں اٹھانے جادینگے یعنی ظاہر کے اماموں میں سے حضرت عطار رح کا قول ہے کہ انشا لکم کے معنی یہ کہ توحید و معرفت میں تمہارے مثل میں اور جن نے کہا کہ خلق میں تمہارے مثل میں کیونکہ تمام مخلوقات ان امتوں میں سے جب قدر ہو سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئی ہیں اور ہر ایک کیسا کھاسے خطاب آئی انبی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہیں پس توحید ملائکہ واضح ہے اور آدمیوں کی معرفت کی واسطے انبیاء و رسول علیہم السلام سے طریقہ ہر اور حیوانات و دیگر مانند چرند و پرند وغیرہ کی طبیعت مقبول بہ معرفت ہے کہ ان کو اپنے خالق و صانع کا علم فعلی حاصل ہے کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہے۔ قال المرحوم قول قویٰ جمید یہ ہے کہ رسول علیہم السلام اور ملائکہ انبی ان مخلوقات کے ہادی ہیں اور ان رسولوں علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہے اور وہی انکار رسول نبی ہوتا ہے اور میں سے کہا گیا کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ہر بیان تک کہ حیوانات و حشرات کو بھی شامل ہے و ہستال اس قول کا اسبق سے واضح ہر فافہم۔ قولہ فافرطانی الکتاب من شیء یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج در بارہ عبودیت و معرفت ربوبیت کے ہے وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک میں بیان کر دی۔ کوئی حال و کوئی مقام و کوئی وجہ ان اور کوئی اور اک اور کوئی معرفت و کوئی دیدار و مشاہدہ نہیں جس کا طریقہ ہم نے بیان نہ کیا ہو۔ کلام حضرت باری تعالیٰ اسکی صفت خاصہ ہے جس نے جمیع صفات کا عرفان اور صفات

ذات کا عرفان بوضوح بیان کر دیا۔ اس سے اول تعالیٰ نے انکوں کو پھیلون حملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا۔ بعض نے فرمایا کہ نہیں چھوڑا ہم نے کتاب میں کسی مخلوق کا ذکر۔ لیکن کتاب میں اسکے ذکر کو دیکھتا نہیں کوئی شخص سوائے ان بندوں کے جن کو انوار معرفت سے ارادت حاصل ہے قولہ والذین کذبوا بآیاتنا صم وبکم فی الظلمات۔ آمین اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جنکو غیب سے ان کے دلوں پر الہام حق ہوتا ہے مگر وہ اسکے مقابلہ میں اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہیں اور باطل خطرات سے بچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہیں کیونکہ ان کو حق و باطل میں تمیز نہیں ہے اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھیکہ ٹھکان کے کانٹن میں بھرے ہیں کہ مقام شہود میں انھوں نے اپنے کاذبوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لگایا اور ہیبت و محبت کے ساتھ ان کے اسرار باطن کی زبان پر کبھی نام آئی نہیں آیا اور سبب سکا یہ ہے کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خواہشوں کے اندھیرے میں ٹاپا پھرتے ہیں اور جہاں تک جس شخص نے جو اصرار کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت آئے تھے کہ توحید و مخصوص ایمان کا الہام بروقت دیدار اجزات انبیاء و کرامات اولیاء راہبہ الہام سے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھوں کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیبی نہ سنے اور برقی انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالیٰ کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس مارہ کی تار کیوں و شیطان کا فرنگی گمراہیوں میں پھینسا پڑا ہے اسکو یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اسکی معرفت میں پہنچے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خالص بندوں پر جو معجزات و کرامات فرمائے اسکو سچا نہ جانا اور اندھے ہرے انوار و خطایا اپنے نفس کی ظلمات و اجسام کی صورتوں میں پڑے رہے۔ قولہ من یشاء اللہ یصلہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم مشیت و مطرح پر واقع ہوتی ہے مقبول بندوں پر قبول کی اور مردود بندوں پر دور کرنے کی اور اول سے رضا مندی کی اور دوم سے نارضا مندی و خشم و غضب کی۔ موافق اسکے ازل میں سعادت و شقاوت جاری ہو چکی ہے پس جو شخص کہ اپنے ابتداء ارادہ میں صادق نہ ہو اس کو حق تعالیٰ ظلمات قبر میں گمراہ کر دیتا ہے اور یہ غیرت و صلہ ہر تاکہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں صادق نہیں ہے اس کو وصول نہ ہو اور جو بندہ کہ ابتداء ارادت میں صادق تھا اور اس نے دنیا میں اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہیں توڑا اور تصمیم اسکو نہیں ہوئی اگرچہ مقام لتباس میں خواب غفلت میں چندے پڑا رہا ہوگا پس الہام و انداز سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہو گیا اور ہادی خیر کی متابعت کر لی تو حق تعالیٰ خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے اور معرفت و طاعت میں اسکو مستقیم کر دیتا ہے۔ پھر عقول و دجانی کی واسطے طریق مستقیم یوں حاصل ہوتا ہے کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے اور قلوب کی واسطے محبت کیساتھ صفات کی راہیں ہیں اور معرفت کیساتھ روحان کے لئے ذات کی طرف راہیں ہیں۔ قال المشربہم اور بہت سے اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جا بجا تصریح کر دی ہے کہ معرفت صفات و ذات سے مشاہدہ و کشف تحقیقی مراد ہے نہ کشف جھتی اور فرق یہ ہے کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہے کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہر جہان تک کہ کشف ہوا اور کشف تحقیقی وہ دیدار عینی ہے مثلاً جنت کا علم جہان تک حاصل ہوا اور آنحضرت صلعم نے بیان کیا اس سے ایک علم حاصل ہوا اور اگر پردہ سے اسکے فی الجملہ حالت ظاہر ہو تو کشف ہوا اور حقیقت اس وقت حاصل واضح ہوگی کہ جب جنت میں بندہ داخل ہوگا اسی طرح حقیقت صفات و ذات قیامت پر مدعو ہو وہ دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا ہے مگر بعد کشف تحقیقی یہاں ہوگا اسقدر قیامت میں فضل آئی سے حقیقی دیدار ہونے پر مطابق ہوگا۔ اور جہاں تک کشف ہونے کی تیسرا واسطہ ہے کہ اور اس ذات و صفات باری تعالیٰ باین طرکہ احاطہ ہو جائے مگر نہیں ہے اور یہ فی الجملہ دیدار ہے بعض محققین نے اس بحث کو سکوت کیا کیونکہ علم قطعی شرعی میں احاطہ و عدم احاطہ سے سکوت ہے پس ہم اسکو قطعاً الیقین کرتے ہیں کہ دیدار حاصل ہوگا اور یہ کہ احاطہ ہو گا یا نہ ہوگا اس سے کوئی بحث نہیں کرتے اور یہ طریقہ اسلم ہر فہم۔ قال الشيخ ابو بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص کے حق میں اللہ تعالیٰ

کا ارادہ بھلائی و ہدایت کیساتھ نہیں مقدر ہوا وہ اپنی بری تدبیر کے پیچھے چھوڑا جاتا ہے تاکہ گمراہی و ضلالت میں پڑا رہے اور جس کے حق میں ہدایت کا ارادہ متعلق ہوا ہے اسکو اپنے اختیار میں کھینچ لیتا ہے۔ پس وہ صراطِ مستقیم پر اس طرح ثابت رہتا ہے کہ جو قدرت و تقدیر میں جاری ہوا ہے اس پر راضی و بہر حال میں شکر گزار رہتا ہے۔ فافہم۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغْبِرَ اللَّهُ تَدْعُونَ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوائے کسی کو بچا رو گے

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ آيَاتُ اللَّهِ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَ

بتاؤ اگر تم سچے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر بچا رہتے تھے اگر چاہتا ہے اور

تَنْسُونَ مَا أَنْشُرْكُمْ مِنْهُ ۚ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَآخَذْنَا مِنْهُمُ بِالْبَأْسَاءِ وَ

بھول جاتے ہو جنکو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت اُمتوں پر پھر سے پہلے پھر اُن کو بچا سستی میں اور

الضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ۚ فَلَوْ لَا إِذْجَاءُهُمْ بِأَسَاءَتِهِمْ لَأَنْزَلْنَا لَهُمْ

تکلیف میں شاید وہ گڑا گڑا دین پھر کیوں جب نہ ہو سچا اُن پر عذاب ہمارا گڑا گڑا ہے ہوتے اور لیکن سخت ہو گئے

قُلُوبَهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا

دل اُن کے اور اُن کو بھلے دکھائے شیطان نے جو کام کر رہے تھے پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی اُن کو کھول دے ہم نے

عَلَيْهِمُ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۚ إِذَا فَرِحُوا بِأَيْمَانِهِمْ لَوُوا أَخَذْنَاهُمْ بَعْتَةً ۚ فِإِذَا هُمْ

اُن پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے بچا ہم نے اُن کو پیچھے بھرتا ہی وہ رہ گئے

مُبْلِسُونَ ۚ فَقُطِعَ رَأْسُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيمِ ۝

نا امید پھرت گئی جڑ اُن ظالموں کی اور سراجے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا

قُلْ كَذَبْتُمْ لِي وَعَصَيْتُمْ أَمْرًا ۚ فَلَمَّا نَسُوا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ فَلَمَّا نَسُوا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ فَلَمَّا نَسُوا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ

جگہ رویت یعنی علم سے استفہام اسوا سے رکھا اور یہ نہیں فرمایا کہ خبر دینی کہ کسی بات کی خبر وہی دے سکتا ہے جو اسکو جانتا ہو

المشربم اگر خبر دینی نتیجہ قرار دیا جائے نہ تفسیر تو اولیٰ ہو گا اور معنی یہ کہ بھلا تم جانتے ہو مجھے بتاؤ کہ - اِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ -

دنیا میں اگر عذاب آئی تم پر کہے - اَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ بعتہ دیا اچانک تم پر قیامت ہی آ جاوے ف صہین بھلا کے حق میں عذاب

آئی ہو تو ایسی حالت میں - اَغْبِرَ اللَّهُ تَدْعُونَ کیا غیر خدا کو پکارو گے - یعنی جن کو شریک بناتے ہو ان میں سے کسی کو

پکارو گے ہرگز نہیں پکارو گے - اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - اگر تم سچے ہو ف اس بات میں کہ بت تم کو نفع پہنچاؤ نیگے تو کیوں اسوقت

نہیں پکارو گے حاصل معنی یہ کہ تم بتوں کو اپنے حق میں نفع پہنچانے والا اور ضرر دور کرنے والا کہتے ہو تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ بھلا

بتاؤ اگر تم پر دنیا میں عذاب آئی آ جاوے یا قیامت ہی قائم ہو جاوے صہین ایسا عذاب ہے تم مان لو تو ایسی حالت میں بتوں کو پکارو گے

اور اس بلا کے دور ہونے کیلئے بتوں کی طرف التجا الہی کے اگر سچے ہو تو بتلا دو گے کہ نہیں تو - پھر آگے مصرح کر دیا یعنی آیاتہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ

ہی کو تَدْعُونَ - پکارو گے سختیوں میں فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ - پس دور کرو سیکام سے ضرر وغیرہ اِنْ شَاءَ اللَّهُ اگر دور کرنا

۴

کرنا چاہیے۔ یعنی وہ ہر حال میں ہر بات پر قادر ہو لیکن بعض صورتوں میں خلاف اسکے مشیت و حکمت کے دفع ضرر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص
 موذی ہو کر لوگوں کو سخت دکھ پہنچاتا ہے ڈاکا ڈالتا ہے جاہلین تباہ کرتا ہے لوگوں کے ہال بچے و مال تلف کرتا ہے تو صیبت کیسے
 عذاب میں اسکا تباہ ہونا بہتر ہے تاکہ بہت لوگ امن میں رہیں اور مشرکوں کا فعل اس سے زیادہ سخت ہو۔ لہذا ایمان شرط لگا دی کہ اس وقت
 اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگو گے اور وہ سب بات پر قادر ہے تمہاری مصیبت کو مٹا دے بشرطیکہ چاہے۔ وَتَسْوُونَ مَا تَشْرُونَ كُونَ اور
 اس حال میں ہر سب بھول جاؤ گے جن کو شریک لائے ہو۔ کسی کو نہ بچاؤ گے تم کو خود یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہے گا تو یہ عذاب دور ہوگا
 پھر بھلائی کو حالت امن میں کیوں شریک بناتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہر حال میں کیوں التجا نہیں کرتے ہو۔ اور اس آیت میں کھلبلیاں
 حق ہوا اور آگے آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر سنت الہی کا بیان فرمایا۔ وَتَقَدَّرَ أَنْ سَلَّمَ إِلَيْنَا مِنْ رَبِّكَ مِنْ زَمَانٍ هُوَ أَوْفَىٰ أَرْسِلْنَا
 محذوف ہر بسبب ظہور کے یعنی ارسالاً۔ البتہ ہم نے بھیجے بہت رسول تجھ سے پہلے زمانہ میں اگلی امتوں کی طرف و نہ پس تجسیر ہوا کہ
 ان لوگوں نے اپنے رسول کو بھیلایا۔ فَآخَذْنَا عَهْدًا بِأَلْسِنَتِهِمْ لَمَّا بَلَغُوا الْحُلُمَ لَقَدْ سَأَلْنَا عَنْهُمْ كَيْفَ تَصِفُونَ
 اور مضمون یا عام مضرت میں ف۔ مانند جاہلین تلف ہونے و مال جانے اور ہا پھیلنے وغیرہ میں پھر اور یہ ان کو تبلیہ تھی۔ لَقَدْ سَأَلْنَا عَنْهُمْ كَيْفَ تَصِفُونَ
 کہ اب بھی گڑبڑ اورین ف۔ ایمان لا دین کیونکہ مجبوری کے وقت نفس کی سرکشی فرود ہوجاتی ہے لیکن ان بد بختوں کو اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ فَأَنْتَ عَلَىٰ أَعْيُنِ رَبِّكَ مُتَبَيِّنٌ ۚ لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُهُمْ فِيهَا سُنُّوا كَيْفَ تَصِفُونَ
 باوجود اس مقصدی موجود ہونے کے کیوں ایسا نہ کیا اگر نیک بخت ہوتے تو ضرور تضرع کرتے۔ وَلَكِنْ فَسَقْتُمْ فَأَنْتُمْ فِي أَعْيُنِ رَبِّكُمْ
 قاسی اور سخت ہو گئے ف۔ اور ایمان کے لئے نرم نہ ہوئے۔ وَذَرَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ اور شیطان نے ان گناہوں کو
 ان کی آنکھ میں مزین دکھلایا جو کیا کرتے تھے۔ پس انھیں پر اڑے رہے اور نہ پھوڑا اور رسول کا لہنا نہ مانا۔ فَلَمَّا نَسُوا مَا كَانُوا يَدْعُونَ
 لے فلما تر کو انا و عطا و خوف اور بن الہاسا و الضرا فلم تعظوا۔ یعنی پھر جب ترک کیا اور بے پروائی سے پیٹھ پیچھے ڈال دیا اسکو جس سے نصیحت
 و خوف دلانے گئے تھے یعنی باسا و ضرا کو پس اس سے نصیحت حاصل نہ کی۔ حاصل نلکہ جب یہ گرفت ان کو سود مند نہ ہوئی اور نہ مانے تو
 عجیب ہیج سے عذاب میں ڈالے گئے وہ یوں کہ۔ فَتَحْنَاهُمْ فِيهَا أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ اکثر قاریوں کے نزدیک فتحنا از فتح ہے اور ابو عامر جکی
 قرآن میں تشدید فتح سے از باب تفتح ہے۔ اور معنی میں بھی تخفیف و تسخیر کا فرق ہے کہ اول کے معنی ہم نے کشادہ کر دئے اور دوم قرآن پر معنی
 یہ کہ پھر ہم نے خوب فراخی کیساتھ کھول دئے ان لوگوں پر دروازے ہر چیز کے ف۔ یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے ان پر خوب فراخ کر دی اور
 یہ وحقیقت ان کے حق میں استدراج تھا کہ خوار کرنے کو ان کی سنی ڈھیلی کر دی جتنی اذاعہ تھی اذاعہ تھی۔ یہاں تک کہ جب لڑائے اس
 چیز پر جو دئے گئے ف۔ ہر چیز کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت یہ چیزیں ان کو دین و لیکن وہ جہالت سے اپنے بد اعمال و بد اعتقاد ریت
 وغیرہ شریک سے سمجھے۔ آخَذْنَا عَهْدًا بِأَلْسِنَتِهِمْ لَمَّا بَلَغُوا الْحُلُمَ لَقَدْ سَأَلْنَا عَنْهُمْ كَيْفَ تَصِفُونَ۔ پس انہاں وہ ہر بھلائی
 سے مایوس ہو گئے۔ فَقَطَّعَ دَابِرَ آخِرِ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا۔ پس کٹ دی گئی دابراے آخر اس قوم کے جس نے ظلم کیا و یعنی
 جڑ سے نیست کر دیئے گئے اور رسول و مومنوں کو سخت و فتح ملی۔ وَالْحَسْبُ لِلَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْغَيْبِ۔ علی نصر الرسل و ہلاک الکافرن۔ یعنی حمد
 ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ف۔ اس بات پر کہ رسولوں کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کئے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی
 پاک پروردگار و عوجل نے ایسا کروایا۔ قال ابو الی عن ابن عباس مفسر معنی نا امید یعنی ہر بھلائی سے مایوس۔ قال الحسن البصری ۲

جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق و اموال وغیرہ میں فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ بکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یوں نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہو وہ مجھے دیکھتا ہے کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر یہ نہیں سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم الآتۃ پھر حسن نے کہا کہ قسم ہے رب الکتب کی کہ لکیر میں ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے ان کو دیا گیا پھر بکر کر سٹا دیئے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ قال المترجم اس میں حکمت عجیب ہے کہ سختی و مصیبت میں خالق موجود عزوجل کو نہ یاد کیا اور فراخی میں بھی یاد نہ کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا میں ان کو بھردیا اور شہوت جن سے دوزخ محفوظ ہے انھوں نے جلدی کر لیں پس استدراج و کفر میں اور شرک و بد اعتقادی میں خوب قدم جما لیا پس میعاد مقدر پر چڑھے اٹھا پھینکے گئے۔ فافہم۔ قال قتادہ ہم اس قوم نے امر الہی سے تجاوز و کسری کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب میں گرفتار کیا اسکو ایسی مستی و غرور اترا نے میں پکڑا پس سے لوگوں کبھی اللہ تعالیٰ پر معزز مت ہو اور وہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و عظمت سے مغرور ہوئے ہیں جو فاسق و کافر ہیں۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد میں فرار پایا کہ ایمان در میان خوف و امید کے ہے جو بخوف ہو اوہ کافر اور جو نا امید ہو اوہ کافر اور یہ قطعی دو آیتوں سے ثابت اور محروف ہے۔ قال الزہری قولہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء۔ کہا کہ دنیا کی چیزوں میں سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی بعقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہوں پر دنیا کی نعمتیں جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء الآتۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق میں عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے واسطے بدکاریوں کا دروازہ کھول دیتا ہے مع شہوات کے یہاں تک کہ جب بیٹھے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ ان کو مانو ذکر لیتا ہے پس اچانک وہ مالوس ہو جاتا ہیں رواہ ابن ابی حاتم و الامام احمد وغیرہ۔ عالس میں کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تعالیٰ ان کنتم صادقین بل یاہ تدعون۔ جاہل مخلوق وقت نزول بلا کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہیں اور یہ امتحان ہے پس عار دلایا کہ دعویٰ معرفت میں اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیوں رجوع کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اس کی عظمت و جلال میں فنا ہے پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہے اگرچہ جمہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اُسے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت پائی ہے۔ اور نیز اس میں تو بیخ ہے کہ حالت عیش میں درگاہ خالق سے رجوع کر کے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہیں اور سختی و مصیبت میں او تعالیٰ کی طرف دعاؤں کے ہاتھ بڑھاتے ہیں مگر عیش میں تو حلاوت یا دلکی سے مخلوق نفس کی طرف دڑے تھے اور مصیبت میں جو پھر آئے تو قربت مشاہدہ کے واسطے نہیں بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی مکالمہ اور صوفیہ کا حال ہے بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مقام صادقین میں رکھا ہے۔ قال البہریری نیک غیبتا بندے تو ابتدا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال میں رجوع رکھتے ہیں اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہیں۔ قال جنید جو حق تعالیٰ کو یاد کرے وہ پکارے تو اسی سے اسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اس میں اسکو کوئی فرق ہو یا نفس کو اس پکار میں دخل ہو۔ قال المترجم یہ قول کمال عرفان سے ہے اور تو بیخ اسکی سابق میں گذری ہے کہ تذکرہ بعض نے کہا کہ غافل از خطاب کا مرجع پس اسی کی درگاہ ہے۔ قولہ فاخذنا تم بالبا سارح۔ یہ حال نفس قوم کا ہے کہ حق تعالیٰ نے تمہارے کوڑے سے اپنی محبت سے تو نگر کرنے کو پھیرا اور نہ محبت والا ایک دم غافل نہیں ہے۔ او تعالیٰ جس قوم کو حفظ میں لیتا ہے ان کو بلا و محنت میں ڈالکر اپنی ہی طرف اڑاتا رہتا ہے کہ غیر کی طرف مشغول نہ ہوں۔ اور یہ

اللہ
یعنی درجہ بدرجہ
بلکہ ابتدا سے کفر
عذاب میں لیتا
جہ ۱۱

جو مرید کہ ذکر کے مرتے میں پڑتے ہیں ان کو مضر توں بلوائوں سے اس مرتے سے چھڑا کر پھر خاص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہیں ابن عطار نے کہا کہ سب میں ان کی رو کی گئیں کہ اس کی طرف رجوع لاوین قولہ فلما نسوا ما ذکرنا بہ۔ اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیے جو بزرگوں کے نصائح سے غفلت کرتے ہیں حتیٰ کہ بہتوں کو ظہور کرامات سے اپنے نفوس کی طرف سیلان ہوتا ہے پس ان پر دروازے مفتوح ہوتے ہیں اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے پس ان اس طرف بھگے تو خوب سوخ پیدا کرتے ہیں اور آخر میں وہ نصیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہو جاتے ہیں اور آخر حسرت و مذمت پر مرتے ہیں یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہیں پاتے ہیں کیونکہ انھوں نے طریقہ ہدایت و توحید اسلام میں خیانت کی پھر نیک بندوں سے جو انکی حضرت و ایذا اسلام سے دور ہوئے اور انکے عدم وجود سے کوئی پروا نہ ہوئی تو او تعالیٰ نے نیک بندوں کی طرف سے اور اپنی صہیت کے اظہار میں اللہ شہید عالمین کو حمد ثنا فرمائی ہے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَ أَبْصَارَكُمْ وَ خَلَقَ لَكُمْ قُلُوبًا مِّنْ دُونِ ذَٰلِكَ لَأَسْفَحْتُمْ ۚ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ أَخْبَرْتُمْ بِهِ خُبْرًا لَّيْسَ بِبَشَرٍ مِّثْلِي ۚ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ

تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمھارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے تمھارے دل پر کون اللہ غیر اللہ یا تیکہ بہ ط انظر کیف نصرت الایات ثم هم یصدون وہ ب ہے اللہ کے سوائے جو تم کو یہ لادوے دیکھ س کہے پھرتے ہیں بائیں پھر وہ کنوارہ کرتے ہیں

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَنزَلْنَا مِنْ سَمَاءٍ مَّاءً مَّطُورًا ۖ ثُمَّ أَصْبَحْنَا بِكُمْ سَحَابًا مَّغْبُورًا ۖ فَنَزَّلْنَا مِنْ سَمَاءٍ مَّاءً مَّطُورًا ۖ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا بخیگر یا درود کوئی ہلاک ہو گا مگر القوم الظالمون و ما نرسل المرسلین الا مبشیرین و منذرین وہی لوگ جو گنہگار ہیں اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں نہیں مگر خوشی اور ڈرسانے کو

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَ أَبْصَارَكُمْ وَ خَلَقَ لَكُمْ قُلُوبًا مِّنْ دُونِ ذَٰلِكَ لَأَسْفَحْتُمْ ۚ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ أَخْبَرْتُمْ بِهِ خُبْرًا لَّيْسَ بِبَشَرٍ مِّثْلِي ۚ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ قُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُبْعَثَنِي رَسُولًا مِّثْلَ نَسْرَةَ ۚ

اور جنھوں نے جھٹلائی ہماری آیتیں ان کو لیکھا عذاب اسپر کہ بے حکمی کرتے تھے۔ قُلْ اہل مکہ سے کہدے۔ اے عیبائے خیر و فی جہلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ۔ اِن اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ اَرَأَيْتُمْ اَللّٰهُ تَعَالٰی تَعَالٰی سَمَوٰتِیْ لے لے ف یعنی ہر اکروے یعنی جو قوت کان میں رکھی ہے اسکو گرفتہ کرے یا خود کان نامید کر دے و ابصارکم اور تمھاری بنائی لے لے و خلتہ علی انکوبکم تمھارے دلوں پر مرکوز ہے کہ کچھ تمہیں کسی چیز میں نہ رہے۔ مِّنْ اَللّٰهُ تَعَالٰی اَللّٰهُ تَعَالٰی یَا تَیْکُم بِہَا

تو جہلا اللہ تعالیٰ کے سوائے وہ کون کہ ہے کہ تم کو یہ چیزیں لادے ف یعنی جو تم سے اللہ تعالیٰ نے چھین لیں یعنی تمھارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لادے یعنی تم کو پھر دیدے اور یہ شکر یہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ ہنیرے تم میں سے ہرے اندھے پاگل میں حالانکہ کسی بت سے نہ ہوا کہ وہ تندرست ہو جاتے اور یہ تقدیر خلقت آبی عزوجل ہے پس انکو تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا

طاری ہو تو جہلا کون ہے جو اسکو پھیر لادے پس معبود خالق عزوجل کا شکر یہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر یہ ایمان طاری ہو تو جہلا کون ہے جو اسکو پھیر لادے پس معبود خالق عزوجل کا شکر یہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر یہ ایمان

کو توجہ دلا اور جن کی نظر میں وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے ان کو یقین دلا یا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا۔

أَنْظُرْ كَيْفَ نُصَوِّفُ بَنِينَ - کلابیت یعنی دیکھ کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہیں آیات اپنی وحدانیت کی ف بعض نے کہا کہ نصف یعنی
 نیکو طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلین اُن کو دیتے ہیں - كَذَّبُوا بِصِدْقِیْ فَاَنْجَلْنَا مِنْهُمْ اَعْرَاضًا كَرِهَتْ
 فَن كہ ایمان نہیں لاتے ہیں قُلْ اَتْرَعَبْتُمْ كَمَا اَعْتَدْنَا لَشُرَكَوٰنِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ لَعْنَةً
 اَوْ جَهَنَّمَ - لیلۃ او ہمارا - اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب جاوے دن میں یا رات میں تو بھلا اس عذاب میں کون تباہ ہوگا ف لغتہ یعنی اچانک
 سے مراد رات کو سوتے میں اور ہجرہ سے مراد دن کو جاگتے میں - بقرہ قولہ تعالیٰ سِیِّئًا اَوْ نَهَارًا مَا فَاسِدًا یَجْعَلُ لَآئِمَّةً - اور یہی حسن بھری نے کہا اور مریضوں
 میں ہر کہفستہ یعنی اچانک میں پہلے کچھ ایسے آثار ظاہر ہونگے جو عذاب آئے پر دلالت کریں اور ہجرہ بعد ظہور مقدمات عذاب کے باجملہ اگر
 اس طرح تم پر عذاب جاوے تو بتاؤ کون مرے - هَلْ یُجَدِّدُ اِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ یعنی اگر اس طرح عذاب آوے تو بھلا کونئی ہلاک
 ہوگا سوائے ان لوگوں کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہیں ف کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہو کہ انھیں سے اس امر کی خبر مانگی
 یعنی متفکر کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت اظہر و کھلی بات ہو اور حدیث میں آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے جھلی باتوں کی نصیحت اور بری
 باتوں سے منع نہ کریں گے تو اُمید رکھیں کہ بدکاروں کے ساتھ منع نہ کریں گے عموماً اللہ تعالیٰ عذاب میں پکڑے تو اس میں منع نہ کرنے
 والوں کی بھی خطا و گناہ ہے لیکن دیگر احادیث میں ثابت ہے کہ بعض عذاب آنے پر نیک بد سب ہلاک ہو جاتے ہیں اور قیامت میں اپنی
 اپنی نیت پر اٹھائے جاویں گے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ وقت اُن نیکو کاروں کے حق میں باعثِ فتنہ و مصیبت تھا پس اُنکا ہلاک ہونا
 اُن کے حق میں رحمت ہے اور بدکاروں پر عذاب ہے اور یہ بعض آیات میں خود مصرح ہے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس اگر
 ظالموں سے ہر وہ شخص مراد ہو جس نے خلاف حکم الہی ایسا کام کیا جس پر عذاب آتا تو ہلاک سے مراد عذاب کی طور کی ہلاکت ہے یعنی عذاب کی
 موت وہی مریتے جو ظالم ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور کافروں کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا - وَمَا نُرْسِلُ اِلَّا الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا الْمُبَشِّرِیْنَ
 وَنَذِرِیْنَ دِیْنًا - اور ہم تو بھیجتے نہیں رسولوں کو مگر خوشی سنانے و ڈر سنانے والے ف یعنی ایمان لانے والے کو جنت و رضائے الہی کی
 خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد نذر حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہیں اور کفر کرنے والوں کو دوزخ سے انذار کرنے والے
 کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت میں کافر خوب جان لیتے ہیں اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہ ہو - پس نیک نیت ہی ہیں جو اس بشارت
 و ڈر دے پر سمجھ جاویں عرفہ رسول کا کام تو یہی ہے کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سناوے کافر کو فَمَنْ اٰمَنَ پھر جو ایمان لے آیا
 وَاٰمَنَ اَوْ صَلِحَ اَوْ اٰمَنَ اَوْ صَلِحَ اَوْ اٰمَنَ اَوْ صَلِحَ اور اپنے ظاہر و باطن افعال و اخلاق کی صلاح کی موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت ہے - فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ
 وَكَانَہُمْ یَسْمَعُونَ - تو پھر اُن کو نہ کوئی خوف ہو اور نہ کچھ غم ہو بعد موت کے دائمی رحمت ہے - وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوا بِآیٰتِنَا اَوْ جَحْفُونِ نے ہماری
 آیات کو جھٹلایا ف اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہے پس - یَسْمَعُونَ الْعَذَابَ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ - اُن کو عذاب جاگے گا بسبب
 ان کے فسق اور حد سے بڑھ چلنے کے - قال بن یزید - یعنی بسبب جھٹلانے و کفر کرنے کے - باجملہ رسول سوا سطر نہیں ہوتے ہیں کہ حق
 بات ظاہر ہونے پر وہ بات تو نہ مانو اور اُن سے جہالت سے آئیں مانگو بلکہ خود تمہارا ذلی عمدہ پر حضرت خالق عزوجل کی بندگی فرض ہے
 لیکن بھول گئے تو حضرت پروردگار تعالیٰ کا احسان ہے کہ رسول بھیج دئے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھلا - یہ احسان بہت
 بڑا ہے عجب ہے کہ کھلی نصیحتیں و تنبیہ ہو اور پھر منظر موڑے جاتے ہو - اللہ تعالیٰ عزوجل پاک ہے پر وہ ہر ماں نوور نہ اپنے آپ کو خوار کر دے
 فی العرائس شیخ ترمذی یعنی حکیم نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے سمع کو فہم خطاب سے گرفتہ کر لیا اور بینائیوں کو صنائع قدرت سے عبرت

حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دلون سے معرفت نیست کردی تو بھلا کوئی شخص ہو کہ ان ابواب میں سے کوئی دروازہ کھولے سوائے
 اسی پاک پروردگار ذوالجلال الاکرام کے۔ کلاہرگز کوئی نہیں ہو بلکہ وہی پاک تعالیٰ افضل سے ابتدا میں نعمت تیار اور وہی انتہا میں
 فضل سے اسکو تمام کردیتا ہے۔ قولہ من آمن واصلح الآتیه جس نے تباہ رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کیساتھ ہر دم اپنے قلب کو
 درگاہ آبی میں پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھ کر جان بکھرا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اس کی یاد و توفیق
 سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہوا جس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الہی حاصل ہونے کے بعد پھر
 عجوبت منقطع ہونے کا درد و غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہیں ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کر کے بیان کیا کہ
 جس نے ظاہر کو امور شرعی کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی سے احکام سے خالص کیا ان کو کچھ خوف
 و ملال نہیں ہوگا نہ خوف القطار بعد موت کے اور نہ ملال حجاب۔ فافہم قال المرجم پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مکابرات و ہود ہ

نواہشوں کا دروازہ بند کر دیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لوگ کہہ دے۔
قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ رَائِي

تو کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں
مَلَائِكَةٍ إِنِّي نَسِيتُ الْآيَاتِ لِي طَقُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ أَلَّا تَتَفَكَّرُونَ
 فرشتہ ہوں اسی پر چلتا ہوں جو جگہ حکم آتا ہے تو کہ کب برابر ہو سکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دعویٰ نہیں کرنے
وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخْفَوْنَ أَنَّ يُخْشِرُوا إِلَّا لِي عَدُوًّا لَّيْسَ لَهُمْ قُوَّةٌ
 اور خبردار کر دے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہونے اپنے رب کے پاس ان کا کوئی نہیں اس سے سوائے
وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّهُمْ يَتَّقُونَ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَكَ لِمُنَافَاةٍ

حاجتی نہ سفارش والا شاید وہ پتھے رہیں اور نہ ہانک ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو
بِالْفُتَاٰ وَتَوَالِغِ سِيْرِ يَدُونَ وَجْهًا مَّا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

صبح اور شام چاہتے ہیں اس کا منہ تجھ پر نہیں ان کے حساب میں سے کچھ
وَمَا مِنْ حِسَابِكُمْ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ

اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر سے کچھ کہ تو ان کو ایک دے پھر ہوسے بے الصافوں میں سے
وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِن مِّن

اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہ کہیں کیا ہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب
بَيْنَاهُمُ الْبَيْنَ اللَّهُ يَأْكُلُ مِمَّا الشَّاكِرِينَ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

میں کیا اللہ کو معلوم نہیں ہے حق ماننے والے اور جب آدین تیرے پاس ہمارے
بِأَيْتِنَا قُلْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ إِنَّهَا مِن
 آمینین اپنے دے تو کہ سلام ہے تم پر کھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر ہر کوئی کہ جو کوئی

صحیح

فَعَمَلٌ مِنْكُمْ مَسْئُورٌ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحَ فَتِلْكَ أَمْثَلُ حَسْبِمْ
 کرے تم میں برائی نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پڑی تو یوں ہو کر وہ ہم بخشنے والا مہربان
 وَكَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ وَالنَّبَاتَيْنِ سَبِيلَ الْبُرْجَانِ
 اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتیں اور کھل جاوے راہ گنہگاروں کی

۱۱۰

اور وہی روح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کر فی مشروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتیں مانگیں جو خواہ مخواہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کریں حتیٰ کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہیں تو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات ان سے کہے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں کہ جو کچھ میں چاہوں اسکو لے آؤں چنانچہ فرمایا۔ **قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عَنَّا شَيْءٌ إِنْ كُنْتُمْ تَحِبُّونَ اللَّهُ**۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے وہ خزانے جن سے رزق دیتا ہے۔ خزانے جمع خزانہ بکسر اول وہ جگہ جسمیں کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پونچھے اور یہاں استعارہ ہے خزانے قدرت سے جس میں ہر چیز موجود ہے یعنی آنکہ مقدور تحت قدرت ہر اور مفسر نے جو خزانے رزق مراد لئے تو مجھے اسکی وجہ ظاہر نہیں ہوئی اور جو میں نے ذکر کیا وہ اظہر ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ فرمایا کہ مشرکین سے کہہ دے کہ میرے پاس خزانے الٰہی نہیں۔ **وَلَا اِنِّي اَعْلَمُ الْغَيْبِ**۔ اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ **فَاِنَّ مَا غَابَ عَنِ الْبَصَرِ اِلٰی عِنْدِ رَبِّي** یعنی غیب مہد سے مراد آنکہ جو مجھ سے غائب ہے اور مجھ پر وہی سے ظاہر نہیں کیا گیا اور اجماع ہو کہ عالم الغیب والاشہادۃ علی الاطلاق سوائے حق تعالیٰ جل جلالہ کے کوئی نہیں اور جبکہ آنحضرت صلعم سے تصریح آئی تو پھر اور کون ہو کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثوں سے یہ مضمون ثابت ہے اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبرئیل بصورت آدمی از اسلام و ایمان احسان وغیرہ میں صرح ہے کہ قیامت کے آنیکے وقت کو جاننے سے اپنے انکار کیا اور عوام میں جو سوسورہ پورہا ہے کہ تیرہ صدی یا چودہ صدی میں ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہے اور کہیں شرع میں کسی حدیث و آیت میں اسکا ذکر ہی نہیں ہوا لہذا مسلمان اس سے پرہیز کریں اور یہی یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ انا تر ہے کہ کب آدگی ہاں اسکے علامات بہت حدیثوں میں آئے ہیں چنانچہ اس مانہ میں ان علامات میں سے بہت سے ظاہر ہو چکے حتیٰ کہ گمان کیا جاتا ہے کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہیں اور آثار ایسے موجود ہیں کہ جن سے گمان ہوتا ہے کہ وہ بھی جلد ظاہر ہو جائیں اور حقیقی علم فقط اللہ عزوجل کو ہوا ہونے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو جو عالم الغیب کہتے ہیں حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے غائب نہیں تاکہ وہ اسکا عالم امدادے تو معنی اسکے یہ ہیں کہ مخلوقات سے جو چیزیں غائب ہیں ان سب کو وہی جانتا ہے اور تفصیل یہ ہے کہ علم مخلوقات کا ہاتھ مختلف ہے کوئی زیادہ جانتا ہے کوئی کم جانتا ہے حتیٰ کہ جبرئیل کو جنت و دوزخ کا آنکھوں دیکھا ہوا علم ہے حالانکہ ہم اسپر ایمان بالغیب رکھتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے بھی دوزخ و بہشت اور جبرئیل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ و بہشت وغیرہ جن کو اپنے دیکھ لیا اسپر آپکا ایمان بالغیب نہیں رہا بلکہ مشاہدہ ہو چکا لہذا اگر کسی نے کہا کہ مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الٰہی سے حاصل ہوا ہے تو وہ اس سے غیب ان نہیں ہو گیا جیسے عوام کا حال ہے کہ اگر کسی نے کرامت سے کوئی ایسی بات بتلا دی جو عوام کی نظر سے مخفی ہے تو لوگوں کو غیب ان کہنے لگے حالانکہ وہی مذکور اسی قدر جان سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسکو اپنے کرم سے کشف فرماوے اسی اسطے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کفان کے باہر ایک کنوین میں پڑے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد ہصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوئے کہ اب یعقوب علیہ السلام ہیں پڑے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد ہصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوئے کہ اب یعقوب علیہ السلام

کو دیدار نصیب ہوا اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس لیا کہ اس کو باپ کی آنکھوں پر چاکر ڈالوان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی تو سیکڑوں کو سح کے
 فاصلہ سے اس سپراہن کی خوشبو ناک میں پونج گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیمِ رحمت سے خبردار کر دیا اس میں سعادی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا
 کہ کسے پر سید زان گم کردہ فرزند کہہ کر اسے روشن گہر پیر خرید مسند: زمخشری نے پیراہن شنیدی پیرا اور چاد کنعانش ندیدی پچھت
 احوال بابر قہمان بہت ہوشی پیرا و دیگر دم نہان ست ہمشہ جسم کو کہ گفتگو تو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگوں
 نے افراط و تفریط کرنی شروع کر دی ہے اور بدتر جہالت یہ ہے کہ بعضے جوگی اور گوشائین اور رندے فقیروں سے جن کو نماز روزہ کیسا ایمان
 سے بھی نصیب نہیں ہوا ان سے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو ان کو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور
 غیبے ان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہے کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب آئی اس رندے جوگی میں ہے
 وہی اُس کے دل پر بھی پیدا ہوگا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہے اور یہ یاد ہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہ ہوگا سوائے اسکے کہ ایمان بر باد ہو
 اور خاتمہ بخیر ہو لیکن اتنی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل میں یہ کیا بات ہے جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہو کر اپنے کو خراب کرتے ہیں تو پیش
 رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یوں ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتوں سے بعضی بات چوری سے سن بھاگتا ہے اور وہ
 بات درحقیقت سچی ہوتی ہے پس وہ جوگی یا گوشائین یا رندے فقیر یا رمال وغیرہ کو وہ بات القا کرتا ہے اور یہ لوگ اپنے معتقد کو تیار دیتے
 ہیں کہ ایسا ہوگا پھر جہان ہر بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اسکو غیبے ان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہے
 جو سن بھاگا اور سیکڑا بھرا بائیں چھوٹی شکل کی ہوتی ہیں اس میں کوئی سچی پڑ جاتی ہے اور کوئی بھوٹی پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ
 سے یہاں ایک بھید ضرورت ظاہر کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہیں خواہ وہ حق طور پر یعنی
 شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگ وغیرہ ہو ہر حال جب جسم کیفیت اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہے تو روح جو
 جو اس جسم کے متعلق ہے وہ اٹھل جاتی ہے اور بہا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکوں کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہے اور یہ
 کچھ ایمان بزرگ امت و کمال نہیں ہے بلکہ ایک عمل ہے جسکی کہ انگریزوں میں سمرنیزم کا عمل مشہور ہے پس اسی عمل سے یہ لوگ دوسری باتیں اور
 لوگوں کی نظر سے پوشیدہ باتیں بتا دیتے ہیں لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمادے کہ یہ جانوروں کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر
 معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ فقط استدراج ہے جو کبھی ایمان بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے بلکہ بزرگان وین اسکو بہت بُرا جانتے
 ہیں کیونکہ جسم کے متعلق ہے اور صرح قدسی کے مخالف ہے اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل تمام لاہوت کی منزلوں میں سے ہے گزر جاتا
 ہے تاکہ ناسوت کی طرف توجہ نہ ہو جائے اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال میں نہ پڑ جاوین اور یہ بات شیخ شہداء اللہ قدس سرہ پانی پتی
 نے رسالہ تصوف میں اور دیگر بزرگوں نے صرح بیان کر دی ہے اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا میں رُنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان
 گراہ استدراج و الوان کی نقل کر دی ہیں تاکہ عوام جاہل متنبہ ہو کر اپنا ایمان برباد نہ کریں اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والے ہے اور اسی کی
 ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہیں اور اسکی توحید نہ ہو تو کچھ ایمان نہیں ہے۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس مفسر جمعہ اللہ کو اللہ تعالیٰ
 جزا سے خبر دے کہ قولہ تعالیٰ اعلم الغیب کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عوجل نے اپنے بندہ رسول محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہے کہ میں غیب کو نہیں جانتا یعنی جہاں تک مجھے مشاہدہ ہو وہ تو معلوم ہے پھر جو مجھ سے غائب ہے اگر
 وحی آتی ہے تبلا یا گیا تو میں جانتا ہوں اگرچہ آسمانوں و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے تبلا یا نہیں گیا تو وہ میں نہیں جانتا ہوں

اور سن اسی وسند احمد بن حنبل ترمذی وغیرہ کی اس حدیث میں جس میں آنحضرت صلعم نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے مذکور ہے کہ نعلت مافی السموات مافی الارض یعنی پھر جو کچھ آسمانوں زمین میں ہر سب مجھے انکشاف ہو کہ معلوم ہو گیا اور پڑھی آنحضرت صلعم نے آیت وکذالک زمری ابراہیم ملکوت السموات الایہ۔ اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل میں نقل کیا اور بعد کلام طویل کے سند احمد ج سے روایت نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ میں حسن صحیح لکھا ہے اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اور پیکر گذر چکی ہے اور بعد اس تو صنیع کے اہل فراط و تفریط و جہالت و طرازی اپنی حرکتوں سے باز رہیں اور راہ راست سے تجاوز نہ کریں اللہ الموفق۔ حاصل تفسیر یہ کہ آمد سے اسے محمد مشرکوں سے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانہ آہی میں تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ میں تمہیں دیدن حالانکہ جو کوئی دنیا کے لئے ایمان لایا وہ خود خوار ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے یا تم سے غائب ہے اور مجھے بھی اس کی بابت نہیں کہی اس کو میں جانتا ہوں وکذا قول لکھنا آئی ملاحظہ اور یہ بھی میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ہوں۔ جسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح میں مجبور ہوں اور عالم کی خدمت پر آماد ہوں کہ آسمانوں کو چڑھتا اترتا ہوں۔ ان آیتیں لکھنا بھیجی آئی۔ تم کو میں نہیں آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے ظہیر نازل کی گئی ہے یعنی میں تو فقط تم کو وحی سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ لہذا فی الدررک۔ بالکلہ ان امور مذکورہ کے متعلق باتیں میں نہیں کہتا مثلاً کہ صفا کو سونے کا نہ کروں یا لکھ کو چوڑا نہ کروں یا اس میں ہرگز چشمہ نہ جاری کروں یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤں اور کتاب لکھی لکھائی نہ لاؤں جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی میں کیوں فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتوں کو عدم صحت رسالت سے کیا تعلق ہے اس لئے کہ رسالت تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بزرگیدہ خالص بندے کو مقرر کر کے اس پر وحی بھیجی اور اس کو اس استعداد سے سرفراز کیا اس نے وحی لیکر سبازوں کو پونچا دی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہاں سے جو بعض لوگوں نے یہ نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتہ افضل ہیں تو یہ غرض ہے بنیاد بات ہوا آیت سے یہ کچھ بھی نہیں نکلتا ہے بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ کہہ دو کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اس سے بطلب نہیں کہ میں ایسا بزرگ نہیں ہوں جسے فرشتہ ہوتا ہے بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ اسے مشرک تو م جو مجھ سے آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کاموں کے کرنے کی استعداد فرشتوں میں رکھی گئی ہو تو میں فرشتہ نہیں جو ایسے کام کروں پس میں ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہیں ہے ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صورت بناتے ہیں اور پھر ہوا کے مانند نظر نہیں آتے یہ تو آدمی سے افضل ہو جاویں جو ایسا نہیں کر سکتا ہے فافہم۔ اور تم جسم نے پارہ اول میں فی الجملہ بیان کر دیا ہے اور زیادہ اسکی حاجت نہیں کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ در واقع انبیاء افضل ہیں ملائکہ سے کیونکہ میں میں اسکا کوئی فائدہ متعلق نہیں ہے پس اس بحث میں پڑنا مفید ہے۔ قل مھل لیسئوی الاکملی اندھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہے۔ والیسئوی یعنی مومن۔ اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی کہہ دے کہ جہلا کہیں اندھا اور بنیابر ہوتے ہیں و نون کیسان نہیں۔ اذلا کتھکروں کیا تم اس میں فکر و غور نہیں کرتے تاکہ سمجھ کر تم بھی مومن ہو جاؤ۔ پھر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ واذن فیہ ڈر سناے اس قرآن سے۔ ف اور انداز ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں جسکے ساتھ ڈرانا بھی ہر دے۔ الذین یبغون ان یشکروا الی ربہم۔ ان لوگوں کو جو خوف کرتے ہیں کہ حضور کے جہاد میں اپنے پروردگار کی طرف ایسے حاز ہیں کہ لیس لہم مبین حدیث۔ نہیں ہوا ان کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ قل یتقوا اللہ لعلکم تفرحون۔ کوئی ولی جو ان کی یاری کرے اور نہ سفارشی کہ ان کی شفاعت کرے لعلکم تفرحون۔ تاکہ تقویٰ کریں یعنی اس ڈر سنانے سے ان کے

حق میں امید کر کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کر لین باہن طور کہ جس حال معاصی میں بہن ان گناہوں سے الگ ہو جاویں اور فرمانبرداری کرنے لگیں
 مفسر نے لکھا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہیں جو گنہگار ہوں حاصل آنکہ ابتدائی حالت میں بسبب اس کے کہ خیالات افعال مانہ
 جاہلیت سے نفوس کو مشتق ہو گئی تھی تو دل میں ایمان آجانے کے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتوں کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب
 و مفلس مسلمانوں سے پرہیز کرنا اور ان کو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقویٰ ہیں پس ان کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتوں سے
 تقویٰ کریں اور اس صورت میں سچائیوں کے معنی یہ ہیں کہ حشر کا یقین کر کے خوفناک ہیں پس انذار کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ عموماً ہے
 لیکن ان لوگوں کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار ان کو نافع ہی بخلاف ان لوگوں کے جو حشر کے منکر و کافر ہیں کہ ان کو واقعات حشر
 سے کچھ خوف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ علی ہذا انذار میں بعضے وہ مشرک بھی داخل ہوں گے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ
 اسلام و توحید پر کامل ایمان نہیں لائے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اعلام عام ہے یعنی آپکا انذار ان لوگوں کے واسطے نافع ہے جو جہالتی فہم سے
 سرفراز ہوئے ہیں کہ کفرہ سمجھ جاویں گے جیسے کہتے ہیں کہ تم ان کو یہ نصیحت کرو جو نیکیت اپنا انجام دیکھنے والے ہیں۔ قال فی الدارک جب غیر
 متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہو جاویں تو پھر متقیوں کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیک
 سے دور نہ کیا جائے بقولہ۔ **وَمَا تَطْرُقُ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ**۔ دعا معنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز
 پر سخی فطرت۔ قال بن عباس مجاہد حسن قتادہ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہد ر سے ہے کہ مراد نماز صبح اور عصر ہے شاید بقرہ میں قولہ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ اتَّقَاةِ۔ کیونکہ غداۃ طلوع فجر سے ہر اور عشی تیسرے پہر سے۔ سفیان سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی
 ایمانی سمجھدار ہیں اور قرب آنکہ دوام ذکر و یاد الہی کو شامل ہو جاوے ان کے ضعف و مناجی کے محض تقار و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ
 مت ہانکیوں ان بندوں کو جو اپنے رب عزوجل کی یاد کرتے ہیں صبح و شام۔ **يُذِيعُونَ وَنَجَّيْتَهُ** اسی کے وجہ پاک کو چاہتے ہیں و
 یعنی اس عبادت دعا سے مراد ان کی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی خالص اسی کے واسطے بندگی بجا لاتے ہیں اور تمام مراد ان کی رضا رالہی
 ہے اور دنیا اور اسکے متاع کی پرواہ نہیں رکھتے ہیں۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہیں ان کو اپنے پاس سے دور
 مت کہ بلکہ اپنا خالص ساتھی و ہم نشین بنائے بہانہ قولہ **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَزَقُوا مِنْهُ** مع الذین یہ دعوت رہم بالغداۃ والعشی پر بدوں ہر دو لا تعد عیناک
 عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیاء لا تطع من اعفنا قلبہ عن ذکرنا و اشج ہواہ و کان امرہ فرطاً۔ یعنی روک کہ اپنے نفس کو ان بندوں کیساتھ
 میں جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہیں اسی کی پالنائے کہ اور مت تجاوز کرنے کے اپنی آنکھوں کو
 ان بندوں سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور مت پیروی کر ایسے آدمی کی جس کا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی
 خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہے اور اسکا کام تفریط ہے۔ قال المفسر۔ یہ لوگ مسلمانوں میں سے محتاج فقیر تھے اور مشرکوں نے ان کے
 حق میں ظلم کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ ان کو اپنی مجلس سے دور رکھیں تاکہ بدمشترکین آپکے ساتھ بیٹھیں اور حضرت صلعم نے ان مشرکوں
 کے مسلمان ہو جانے کی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکوں کے آئینے وقت میں ان کو مٹا دیا کریں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا **مَنْ حَسَمَ** کہتا ہے
 کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اجمال کے ساتھ بڑن توبہ تکلف کے انجام کر دینا لازم ہے لہذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر اڑے ہیں
 تو ایسا کر دیا جائے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبوں کو جو مخلص اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان چہرہ
 مشرکوں کی خاطر کہو اسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کر دیا کہ ان کو مت طرد کرو۔ **مَا تَكْفُرُ مِنْ حَسَمٍ** یعنی تجھ پر ان کے حساب میں سے

کچھ بھی نہیں ہوتی اگرچہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ ان کے باطن میں پسندیدگی نہیں ہو۔ وَمَا مِنْ حَسَابَةٍ عَلَيْهِمْ مِنْ
 شَيْءٍ تَبْرَأَ حَسَابَتَيْنِ سَوِيَّاتٍ بَعْضُهُمَا لِيَوْمٍ يَكْفُرُونَ فَتَطْرُقُ لَهُمْ مِنْهُمُ فَتَنَةٌ كَمَا يَكْفُرُونَ لِيَوْمٍ يَكْفُرُونَ سَوِيَّاتٍ سَوِيَّاتٍ سَوِيَّاتٍ سَوِيَّاتٍ
 ف اگر ایسا کرے وہی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعود سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گدڑی اور آپ کے پاس صیب
 و بلال و عمار و خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج و کمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکور نے ان میں طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم میں سے
 ان لوگوں سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بیچ میں سے اور ہم انھیں کے پیچھے ہو جائیں
 تم ان کو دودھ کرو تو شاید ہم تمھاری پیروی کریں پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ وَاذَرِبِ الَّذِينَ سَخَّانُوا فُلُوقَ الَّذِينَ انبَغَضُوا رَأْسَهُمْ
 رواہ ابن جریر احمد اور روایت احمد بن حنبلہ ہے اور روایت ابن جریر میں نزول آیت۔ وَاذَرِبِ الَّذِينَ سَخَّانُوا فُلُوقَ الَّذِينَ انبَغَضُوا رَأْسَهُمْ
 ابی حاتم کی روایت خباب بن ارقم بن جابس تمیمی و عیسیٰ بن جھنم نزاری کا بعد دونوں کے مسلمان ہونے کے انھیں صیب و بلال وغیرہ رضی اللہ
 عنہم کے طرف کی درخواست کرنا مذکور ہے اور شیخ حافظ نے اسکی تفسیر کی کہ سورہ مکیہ ہے اور یہ دونوں ہجرت کے ایک ت بعد مسلمان ہوئے
 پھر شیخ نے کہا کہ سفیان ثوری نے بواسطہ مقدم بن شریح عن اسبہ روایت کی کہ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ
 صلعم کے حق میں نازل ہوئے جن میں ابن مسعود بھی ہیں کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں سبقت کرتے اور آپ کے قریب ہو کر آپ کا
 ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والوں نے کہا کہ تم ان لوگوں کو نزدیک دیتے ہو نہ ہم کو پس نازل ہوا وَاذَرِبِ الَّذِينَ سَخَّانُوا فُلُوقَ الَّذِينَ انبَغَضُوا رَأْسَهُمْ
 الحاکم و قال صحیح علی شرط الشیخین رواہ ابن حبان فی صحیحہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں نے یہ بات جاہلی تھی مگر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت صلعم
 کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکوں مغروروں کو انذار فرما دین اور ان پاک غریبوں کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نام
 ہوں اور حضرت صلعم کو جھڑو سمجھیں فانہم و اللہ اعلم بھروا صیح ہے کہ حدیث عائشہ میں صحیح ہوا کہ ہم کو حکم ہوا کہ ہر آدمی کو اسکے درجہ پر رکھیں
 اور جہی یہ ہیں کہ شرع میں جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہے ویسا ہی اسکا اکرام کریں اور اس زمانہ میں لوگوں نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری
 تکویم و تنظیم سب دنیا کے لحاظ سے ہے۔ جیسے خادموں کے دونوں میں خدو من کی اور اولیاء و نیک بندوں کی تعظیم میں بعض تو افراط کرتے
 ہیں اور بعض تفریط کرتے ہیں در یہ سب باتیں مشعر ہیں کہ نور ایمان سے بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ادب و صلاحیت تو فقیح عطا فرماوے اور شیخ
 ہے کہ اسلام جو کمال بزرگی و سزاوارت میں غریبوں کو نصیب آیا اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ آخر زمانہ میں پھر غریبوں ہی میں رہ جاوے گا لہذا غریب مسلمانوں
 کو مہار کب دہرا اور غریب ہیں جو فساد و بگاڑ کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہوں چنانچہ حدیث میں خود تفسیر آئی ہے واضح
 ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور کوش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبوں کو پاس نہ بٹھلاوے جیسے ہمارے زمانہ میں مغرور مالداروں کو یہ
 عار ہے کہ غریب قوموں پریشادوں کے برابر کھڑے ہو کر مسجد میں نماز پڑھیں اور نہ وعظ سنیں۔ حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ جس کے دل میں رانی برابر
 غرور و تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا علماء نے کہا کہ یہ معنی ہیں کہ بدوں و دوزخ میں خود می عذاب پائے ہوئے جنت میں داخل نہ ہوگا
 بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہے پس یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور تمام عظمت و کبریائی فقط جناب
 باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین چانو۔ فرمایا۔ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ۔ اور یوں ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ میں ڈالا ہوتی
 یعنی جیسے یہاں یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان میں ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے ان کو ذلیل قوم کہلائیوالوں
 سے اور جن کو تو نکر کیا انکو فقیر لوگوں سے مقابلہ کر کے امتحان کیا اس طرح ہم نے گم سے قوم کہلانے والوں اور فقیروں کو ایمان لانے کی

لہذا سب سے بڑی بات

ہدایت میں مقدم کرنا۔ ۱۰۰ لانا ۲۰۔ اللہ علیہ وسلم کئی بار آگے منی سے آگے آئے ہیں کہ ہمارے پیچ میں سے اللہ تعالیٰ نے انھیں پراہن
کیا ہر فن یعنی اسکا پیغمبر یہ کہ جو شریف اہل تے تو نگہ میں ہو کفر و انکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و ذلیل ہے جنہاں اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان میں
سے احسان کیا ہاں یہ طور کہ اس بیان کی جو بڑی بزرگ چیز کی انکو ہدایت دینے اور طلب اس قول کفار کا یہ کہ یہ بات جسکو یہ فقیر و ذلیل لوگ پانگے
ہیں اگر عمدہ بات وہ ہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگوں کو سبقت نہ ہوتی یعنی ہم اسکے مستحق تھے ہمکو ملتی اور ہمارے مقابلہ میں انکی اس کچھ نہیں ہر پہلے ہم اسکو
اختیار کرتے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ ایمان ہدایت کچھ دنیائے تکبر و غرور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان جابلوں کو قوفوں کو رد کرنا بقولہ اَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ
بِالشَّاكِرِينَ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان بنوں کو جو شکر گزار ہیں انکو ہدایت نیدی اور استفہام کے معنی یہ کہ ہاں
اور تعالیٰ جل جلالہ ہاں ایسا ہی علم جو چیز ہے اسے شکر گزار بندے کو ہدایت ہی اور ہر مغرور و متکبر کفر کے کندے کو پونج کے اندر خوار ہونے کے واسطے
چھوڑ دیا وغیرہ باندہ من الکرہ والفضلال و نساء الہدایۃ وہو العلی المتعال۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں رنگ کو نہیں
دیکھتا ہے لیکن تمہارے دلوں کو اور تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ رواہ مسلم۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمیہ سے رسول وایت کی کہ عنب بن
یعبقہ و شبیب بن سعید و مطعم بن عدی و عارت بن لوفل و قرظہ بن عمرو بن لوفل اور چند اشراک بنی عبدمناف کا فزون کے ساتھ ابوطالب کے
ہاں آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا محمد اپنی صحبت سے ایسے لوگوں کو جو ہمارے آزاد کے ہوئے اور ہم سے قسم سے عہد و پیمانہ بندھے
ہوئے ہیں تو کر کے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کے ہوا ہے میں تو البتہ ہمارے دلوں میں وقت ہو اور شاید ہم اسکی تصدیق و اتباع
کریں پس ابوطالب نے اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ کاش آپ
ایسا کریں دیکھیں تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور اپنے قول میں کہ ہر جاتے ہیں تو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ وانذر بہ الذین
یسیخفون ان جمیعہ والی رہم تا قولہ ہاں شا کریں اور کہا کہ یہ کفر و جھٹساح مسلمان بلال و عمار بن یاسر و سالم بنی و حذیفہ و صبح مولائے اسیر اور
حلفائے بن مسعود و مقداد بن عمرو و مسعود و واقد بن عبداللہ و عمرو بن عبداللہ و اور و الشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ حلفا رچھے
پھر قریش کے مذہکافزون و موالی و حلفا ر کے حق میں نازل ہوا قولہ وکذلک فتنا بعضہم بعض الا تیر پھر جب یہ آیت اتری تو عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَ اِذَا
جَاءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ جَاہِلْتًا۔ اور جب آوین تیرے پاس ہوں لوگ جو ایمان لائے ہیں ہمارسی آیات ہر۔ فَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ
تو کہدے ان سے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ہر تم پر ہے یعنی سلام سے انکا اگام کہ اور ان کو یہ خبر دے کہ کتبہ رَحْمَةً عَلَیْ نَفْسِکَ بِالرَّحْمَةِ
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو مقدر کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آتے ہیں تمکو سُنَّۃٌ حَسَنَةٌ لِّیَسِّرَ لَکُمُ الْوَجْهَ لَئِیْ یُخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ اُولَٰئِکَ
میں نہ باکسر ہے یعنی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے تم میں سے کوئی رہی بات کی بسبب آنگہ اسوقت اسکو نہ جانتا تھا کہ کتاب میں بعد سے پھر جمع کیا
اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے۔ وَ اَصَلَمَ۔ اور تمک کام کے۔ فَاتَّخَذُوا عَفْوَیْ رَحْمَتِ اللہِ تعالیٰ اسکے واسطے عفو و رحیم ہے
ف ایک قرآنہ میں فائدہ بیعت ان کے یعنی تو اسکے واسطے مغفرت آہی ہے یعنی وہ مغفور و معاف ہے۔ اجمالیہ بیعت اول قرآنہ مشہور ہے اور بعض سلف
نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے اور حکم نہ کرے کہ انیا سب کی سب ہمالت ہے۔ اور
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اس میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے وہ
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اس میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے وہ
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اس میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے وہ

اسی اسکا کہ
جو کچھ اللہ تعالیٰ نے
اس کے لیے فرمایا ہے

مفصل بیان کرتے ہیں آیات کوف یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جائے کہ اسپر عمل کیا جاوے۔ وَكَلَّمَ رَبِّيَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ۔ اور تاکہ کھل جاوے راہ مجرموں کی ف جس سے اجتناب کیا جاوے۔ پس تبتین کے اول تار فوقانیہ اور سبیل کو رفع ہے بنا بر آنگہ مونت معنوی ہے اور جرہ و کسائی کی قرآءة میں تبتین بیائے تسمائیہ ہر بنا بر آنگہ سبیل مذکور ہے اور دونوں طرح مستعمل ہیں اور نافع کی قرآءة میں تبتین بالتار الفوقیہ اور سبیل کو نصب ہے پس خطاب حضرت صلعم کہ ہے معنی آنگہ کھلا جان لے تو مجرموں کی راہ کو ف فی المرأس قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ تشریح نبوت ہے کہ علم غیب کھلنے میں تکلف نہیں کیا۔ قولہ۔ ولا اعلم الغیب۔ اس میں اظہار تواضع ہے کہ میں انسان ہوں اگرچہ تمام مخلوق الہی سے خواہ فرشتہ ہوں یا کوئی اور ہو سب سے اشرف و افضل محمد صلعم ہیں لیکن ہر گاہ الہی کی عظمت و جبروت کے سامنے ہوں ہی متسور و خشوع میں ہوں قولہ ولا اقول لکم انی ملک۔ اور مجھ کو اپنے نبوت میں اختیار نہیں ہے۔ قولہ ان اشیء الاموالی الی۔ جو حکم ہو اسی کا عامل ہوں۔ قولہ قل بل یستوی الاعمی والبصیر الخ جو میری طرف نظر سے اندھا ہے اور مجھ میں فانی ہو کر میری ہی آنکھوں سے دنیا ہے دونوں برابر نہیں ہو سکتے تم کو کچھ عذر و فکر نہیں ہے اور میں مصطفیٰ علیہ السلام کا وصف کمال ہے کہ میں تجرید و تفرید میں انانیت سے کچھ بھی نہ تھی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہے کہ عرش سے اتنا مخلوق تک ہر ذرہ کے بنیاد کے اور کیا اشارہ ہے کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ۔ باجملہ جو نور قدم سے بنیاد پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کے مانند نہیں مگر بقا قدم سے انانیت کا وجود نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہے جس کو راہ ہدایت نہ سوسکے اور بنیاد وہ ہے جو خالق عزوجل کی صفت دیکھے اور عبادت میں قائم ہو پھر ملامت کی کہ اندھے ان دونوں باتوں کے فرق کو نہیں دیکھتے۔ استناد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور و تاریکی یکساں نہیں اور کفر و توحید ہرگز یکساں نہیں ہیں قولہ۔ وانذر بہ الذین یخافون الخ اس کی معرفت کی راہ نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہے اور راہ شرع کمال لطافت و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی کہ معرفت تک پہنچا ہے اور باریکی راہ معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہے اور مسامت کہ باری پر خیمہ عورت سے حجاب ہے پس یہ تو ممکن نہیں کہ حدیث کو اسکے کہ نہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدیث کو اس سے وصول ہی نہیں جب تک کہ راہ قدیم میں حدیث کو فنا نہ ہو اور یہ اپنے کلام قدیم میں بیان کر دیا اور اشارہ ہے کہ میں نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کوئی مطالعہ کی مجال نہیں کھتی اور نہ فضل ہے کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب خطاب سے حاصل کریں اگرچہ وجود کی حقیقت و مجید کو نہیں پہنچ سکتے ہیں مگر انھیں کو کار آمد ہے جو اس امر سے خوف کریں کہ قطع کر کے مطرود نہ کئے جاویں اور میری تشریح جلال کو یقین کرتے ہیں کہ کوئی اپنی طاعت سے وصل نہیں ہو سکتا جبکہ علل انسانیت اور صفات نفوس سے مشغور ہو رہے جانتے ہیں کہ امر نہایت عظیم ہے خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہے کیونکہ تشریح کی انتہا نہیں اگر تمام مخلصوں کو بعد اقباب ہو سکے دو کر دے تو پاک بے پروا ہے اور اگر وہ روئے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لادین تو بھی محاسبہ سے پاک ہوں گے کہ حساب میں دقائق ہیں اور نظر ہائے اسرار کمان تک غیر پر پڑی ہیں اور قولہ لیس لهم من دین منی ولا شفیع۔ اگر میں انکو اپنی درگاہ سے روکوں تو واپس لے گا کوئی تم کو نہیں ہو سکتا۔ قولہ لعلم یقون۔ اپنے نفس سے پاک ہوں باہم طور کہ میری یاد و ذکر سے ان کو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کریں۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ اس بارہ میں ارباب معاملات و صحاب صدق سب کا خوف ہوتا ہے اس چیز سے جو ان کو ایمان و توکل و یقین و غیرہ الازاع عبارات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف ان کو مشغول کر لیتا ہے جس سے وہ اپنے افعال کو نہیں دیکھتے اور نہ ان سے لذت اٹھاتے اور نہ اپنی اعتماد کرتے ہیں اور اسکا اشارہ ظاہر ہے قولہ وانذر بہ الذین یخافون الخ حشر والی اربہم الایۃ سے ابو سعید خدری نے فرمایا کہ ان کو خوف ہے کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لادین قال المترجم

توجہ اشارہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہیں کہ محذور ہوں اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ اسکا کوئی ولی و شفیع
انہیں ہو اور ظاہر ہے کہ من ذالذی لشفیع عنده الا آتہ سے کوئی شفاعت انہیں کر سکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص اکابر بندگان
حق عزوجل کا یہ حال کہ لایحکمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق میں سفارش کرینگے پس
ناچار رضائے حق عزوجل کے سوائے کوئی وسیلہ نہیں ہو سکتا اسی واسطے دعائے اذان میں آخر میں کہتے ہیں کہ وارزنا شفاعتہ یوم القیامت
یعنی پیغمبر کی شفاعت ہر روز قیامت ہم کو روزی کر دے۔ شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ میں نے استاد ابو سہل محمد بن سلیمان سے سنا کہ
آیت تھے کہ ہم لوگ مخاطب سبحان قرآن انہیں ہیں اور اس سے مخاطب ہی لوگ تھے جن کے وصف میں اوتعالیٰ نے فرمایا و انذرب الذین
یسخفون الآتہ ماور فرمایا۔ ان فی ذلک لذکر لکن کان لہ قلب لایتہ۔ واسطی نے قول لیس ہم من ذن من فی الآتہ کے اشارہ میں کہا کہ حکم
بادشاہت نے قطع کر دیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہیں ہو اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عزوجل کی طرف
راہ پاتا ہے اور قولہ العلم یقون۔ کے اشارہ میں کہا کہ اس سے تقویٰ رہیں کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بناوین۔ اور کہا گیا کہ خوف یہاں
علم ہے اور قولہ انما نعشی اللہ من عبادہ العلماء۔ وہی خوف کرتا ہے جو علم جانتا ہو اور جو قلب کہ جہل میں لپٹے ہوئے غافل ہیں وہ خوف
انہیں کرتے ہیں تو لہ ولا تظرو الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشیٰ بنوت رسالت کی تخصیص کے بعد سمین ولایت کی تخصیص ہے اور تصریح
فرمائی کہ جیسے بنوت رسالت محض اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہے ویسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہے کہ بندہ کو برگزیدہ کر لیا کسی سبب سے اسکا تعلق
انہیں ہے اور جیسے اوتعالیٰ کے محبوب بنیا رسول علیہم السلام ہیں ایسے ہی اولیا رحمہم اللہ بھی محبوب ہیں اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہے۔ اور
جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مطلقے رسول کر لیا بدون اسکے کہ آپکے اصحاب یا جن انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ
دخل ہو اسی طرح آپکے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس صفتا نیت میں کوئی
علت ہو کہما یدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شیء و ما من حسابک علیہم من شیء۔ جیسے اہل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سبقت اخصاص
بنوت رسالت ہو اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سبقت عنایت ولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ ان کو یہ الہیت و صلاحیت
حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے رکھیں اور
اگر یہ عنایت ازلی نہ ہوتی تو ان لوگوں کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا۔ لیکن فضل فقط اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں
ہے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا۔ کہا قال تعالیٰ۔ ہواذی ایدک بنصرہ
وبالمونین اور جب مومنوں کا شرف اس مرتبہ کو پہنچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی مراعات رکھیں
اور ان کے حال و تربیت کی رعایت کریں اور انھیں کے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تظرو الذین یدعون ربہم الا آتہ
اسے مت سن کر ان لوگوں کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی سبب اپنی حرص کے یہودوں ناکاروں کے مسلمان ہوجانے کی طرف کیونکہ
ہدایت تو میری مشیت پر ہے اور تو نہیں یہ کہہ سکتا کہ حکم چاہے اپنے رشتہ داروں میں سے ہدایت کر دے اتک لا اتمدی من اجبت
ولکن اللہ یریدی من یشاء۔ ہدایت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے از انجملہ یہ عثمان فقیر مانند بلال وصہیب سلیمان عمار وحذیفہ و مقداد وغیرہ
کے ہیں جو پہر صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کے شوق جمال اور شوق تقارین اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہیں اور یہی معنی قولہ پریدون وہم کے
ہیں۔ اور صبح و شام کی تخصیص اسوجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہو کر ظہور نور روز ہوتا ہے اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہو

اور وہ ان ظہور تجلی قدرت و جلال عظمت پر اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جو حسین دعا قبول ہوتی ہے اور نیز صبح صفات کی تجلی ان کے قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال میں فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہیں اور یہ تجلی ہر سانس کے وقت عارف کو ہوتی ہے کہ ہر سانس پر صبح مشاہدہ و ظہور برکت ہے اور دعا سے زیادت محبت و شوق و قرب مشاہدہ چاہتے ہیں اور قلب پر ہر شام احوال بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہے تو دعا کرتے ہیں کیونکہ ظہور عظمت و کبریا میں فنا ہے اور ہر نفس عارف میں ایک حال ایسا اور شبہ حال ہے۔ گویا ہر دم میں وہ لوگ بقا و دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد ان کی یہ تھی کہ وجہ ذوالجلال الاکرام میں فنا ہو جائیں اور نیز ان دونوں مقنون میں دعا کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات و حالات سے ان کو ان دونوں مقنون میں سکون ہوتا ہے پس اس سے ان کے سینہ تنگ ہوتے ہیں اور اس بیداری سے جو غیبت ہی چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اسی استغراق کی طرف جو حضوری ہے پھرے جاویں۔ تو نہیں دیکھتا کہ پریدون وجہ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہے کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہیں اس واسطے کہ کامل تو ہر نفس میں مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہے کیونکہ وہ ان ظہور انوار آفاق قدم اور برق بطون ازل سے اور کشف غیوب ہر ایک مقام نکتہ کا ہے جس کے محل سے وہ عاجز ہیں پس حقیقت وہ نکتہ سے معرفت کی طرف فرار کرتے ہیں اور سطوات و مسجات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہیں کیونکہ دیدار انوار ذات مقام نکتہ ہی تو نہیں دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہر وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں لی سوائے اسکے کہ اس کی معرفت سے عاجزی بیان کی جائے اور بعض عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہے اس نے کہا یہی کہ ہدایت کی طرف ہوجا گیا جاوے پھر او تعالیٰ سبحانہ نے مخصوص کر دیا کہ ان لوگوں کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہے اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی منجلا اسکے خواص صفات کے ہے جن میں نشانیہ ہے اور وہ اسکے جلال و جمال کا معدن ہے اور نور وجہ کریم سے عاشقون و مشتاقون و محبون کیواسطے تجلی فرماتا ہے اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہے مگر ہم کہتا ہے کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہے جو ان کے طے مراتب صفات سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے اور جو اولیاء کہ مرتبہ عشق میں ہیں وہ عارفین و موحدین کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سندر میں چند قطرات ہوتے ہیں۔ قال المرحوم آداب اذکار بوصول معرفت کے حقیقی بحیثیت بہت ہیں کیونکہ کتبہ کی عبادت کرتا ہے سکا عارف نہیں پس حقیقت اب پاک کی عبادت نہیں واقع ہوتی مگر اس وقت کہ توبہ بہت بقرے نفل حاصل ہوئے بعد عبادت کرے تہہ صفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہے اگرچہ معرفت توحید حاصل ہو کیونکہ نکتہ سے خلاص بیان گویا محال ہے اور اللہ تعالیٰ سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی پریدون چہ فرمایا یعنی پریدون اللہ کیونکہ اسم اللہ عن کل دین باجمع ہے اور نیز ان کو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا اور وجہ او تعالیٰ پاک ہے اشارہ تشبیہ و تعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہیں اور نہ معنی اس کے خلاف زبان ہیں بلکہ صفت خاصہ ہے اور اسم پاک کے تحت میں سمع و لہو و کلام و جملہ صفات مندرج ہیں اور جمیع صفات کا اس سے تعلق ہے پس مراد وجہ سے عین الکل ہے یعنی اس کی ذات پاک صفات پاکیزہ سب مراد ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ قولہ کل شیء ہالک لا وجہ کے معنی یہ کہ سوائے اس کے نفس پاک کے یعنی اسکے عین کے اور نیز فرمایا۔ ویسقی وجہ ربک فی الجلال الاکرام۔ یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات و صفات باقی ہیں جیسی ہیں ویسی ہی رہیں گی اور یہی قول ظاہری تفسیر و اون کا ہے پس جب یہ بات ہے تو یہ لوگ جن کا آیت میں ذکر ہے پریدون چہ سے وہ جمیع ذات صفات کو بوجہ محبت و شوق چاہتے و ارادہ کرتے تھے پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ او تعالیٰ ان کو اپنی ذات پاک کی معرفت اس طرح عطا کرے کہ ان کے دلوں کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہے کہ او تعالیٰ نے فقط اپنے خالص ہی بندوں کو عطا کیا ہے۔ بیان مرید کا ارادت

کیونکہ ہے پس ابو یعقوب نے جو یہی اسے پوچھا گیا کہ میری کون ہے فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائی۔ بقولہ۔
 ولا تطروا الذين يبدعون ربهم - یعنی ہمیشہ یاد میں رہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کریں ایسے مبدعون کے حق میں مشائخ کو
 چاہیے کہ ان پر مہربانی رکھیں اور جو لغزش ان سے سرزد ہوا اسکو عفو کریں بعض نے کہا کہ قولہ یبدعون ربہم - اللہ تعالیٰ ہی کے اوپر اعتماد
 کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز ان کو مشغول نہیں کرتی ہے کوئی روکنے والا نہیں۔ وگناہ ہر حال میں اس کی خدمت کے
 دروازہ پر بندگی سے قائم ہیں اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہیں۔ ثم قال الشيخ اور مجھے یہاں ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح و شام سے یہ اشارہ
 کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہیں یعنی ہر وقت یاد میں بدون فتور ہیں اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت ان کو حضور ہے
 تو دلالۃ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا میں کبھی مشغول نہیں۔ کما قال رجال لا تلہم تجارتہ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوۃ الآیہ مترجم
 کہتا ہے یعنی تجارت وغیرہ امور و معاش و کسب حلال سجالا ہے ہیں مگر سب تجارت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشيخ اور اس میں ایک
 اور لطیفہ ہے کہ ان کو دو امی حضور سے وصف کیا مگر صبح و شام کا ذکر کیا تاکہ جواز و کفایت اٹھیں احکام شرعی ظاہری پر ہے کہ فی الجملہ
 راحت نفس حاصل کریں اور یہ کماں شفقت ہے تاکہ ارادہ محبت میں حل نہ جاویں اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ ہو جاویں۔ بعض نے
 کہا کہ ایسی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عفتی کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی تو جب ہ لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کی واسطے
 تخرید و تفرید میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پرداخت میں خود کلام فرمایا یعنی مت مسرود و کراہی آخرہ۔ قولہ و کذلک فتننا بعضهم بعض
 فقیر خالص جب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور بنو جلال و معرفت و ہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے
 کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہے اور ایک عالم اس پیار سے اس کے پاس تاپ ہے اور آیات الہی اس پر جاری ہوتے ہیں
 پس کرامات و آیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور و متکبر و مکار ان سے جلتے ہیں کچھ نظر حقاہت سے دیکھتے اور کچھ
 ان کی بدی و برائی کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان کی طرف سے اپنی طرف پھیر لادیں چنانچہ ان پاک بندوں سے مغرورون نے ٹھٹھول
 و مذاق کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہیں۔ اہولاً من اللہ من ہنیا۔ یعنی ہم اسے اور ایسے ہیں اور یہ کیا چیز ہیں پس اللہ تعالیٰ
 نے ان کو خوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو الغام معرفت و درجات کا ان پر
 کیا اسکے شکر میں وہ اپنی جان و مال کو اخلاص سے فدا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور اللہ تعالیٰ
 کے ناشکرے مشرک کا فرساق فاجر ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں چند نکات ہیں اذ الجملہ آنکہ فقیر کا
 فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اسکو طمع ہو اور فتنہ تو نگر کا یہ ہے کہ فقیر سے نبض رکھتا ہو۔ اور اذ الجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ نبض کو بعض سے مشغول
 کیا تاکہ کوئی غیر اس پر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندوں کو جو راہ حق میں اپنے نفس کی طرف اور غیر
 حق کی طرف ایک دم نہیں دیکھتے ہیں۔ محمد بن حاتم نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دنیا و نہ دنیا غنی کی طرف سے تصور کر کے اس سے رنجیدہ ہو اور
 فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہوا اسکو ادا نہ کرے یا دیوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ ہیں جن
 میں اللہ کی طرف اسج ہوں۔ قولہ تعالیٰ و اذا جازک لذین تا قولہ سلام علیکم مقام وسیلہ میں آنحضرت صلیم کے حوالہ کیا اور اگر مقام
 مشاہدہ ہوتا تو تو سلام قول اس ب رحیم۔ ہر عجز سے دیکھ کر کہ پوچھو گہنگاروں کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
 حکم دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پونچاویں کیونکہ انھوں نے میدان تہریر میں ایمان کی شفقت اٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ میں

رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے ان کو سلام ہو چاہا اور خود ان کی مواسات کی۔ قال کتب بکم علی انفسہ الرحمۃ۔ ازل میں ان کو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ ان سے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازلی تو اصل ثابت ہے اور معصیت اس کی طوفانِ قہر سے اسکے اقبال کی راہ میں ناراضی نہیں بھرتی ہے اپنے معدن کی طرف پونج گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ ان کو رحمت ازلی سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اس کو واجب کرتی ہے کہ ان بندوں کو ان کے خالق پاک کے مشابہہ کی طرف جو رحمت کبریٰ ہے پونچا دے اور غبارِ طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور بھی فرمایا۔ انہ من عمل منکم سوء بجمالتہ یسببنا دانی کے عرفانِ جلال و جمال قدم سے قولہ ثم ناب من بعدہ۔ اپنے نفس سے او تعالیٰ عزوجل کی طرف رجوع کر لایا۔ واصلح قلب کو میل کچیل شہواتِ طبیعت و نفس سے پاک کیا۔ فارغ عفو رحیم۔ یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور قوت ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت سے ہر مشابہہ کو برداشت کر لیں اور اگر یہ مدد نہ ہو تو اول ہی نوعیت و جلال کبریائی میں فنا ہو جاویں۔ بعض نے قولہ سلام علیکم کے معنی میں کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے تو سلام فرما اور حق تعالیٰ بلا واسطہ مومنوں پر سلام فرماتا کہ ابراہیم بن الولد نے کہا کہ وا اللہ ان اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم اس میں واسطہ ہیں۔ واسطی نے قولہ کتب بکم علی انفسہ الرحمۃ کے معنی میں کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہے کہ بندے اسکی عبادت کو پونچے اور یہ نہیں کہ اپنی عبادت سے اس کی رحمت کو پونچے ہوں اور اسی کی رحمت ہی سے جو فضل و انعام اذ انعمت حبیب ہے۔ بندوں نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہیں پایا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی نہیں اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں جا سکتا مگر اسی طور سے جنت میں جاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیگا۔ اور ابن عطاء نے کہا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کی جہالت سے ہے اور جس نے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کیساتھ علم و معرفت سے ہے اور بعض نے قولہ نقل سلام علیکم میں کہا کہ تو پہلے انکی تذکر و منزلت ظاہر کرنے کو ان پر سلام کر دے قبل اس کے کہ تجھ کو سلام کریں۔ قال المترجم۔ یہ حکم نفس آیت سے نکلتا ہے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم ہی کرتے تھے کہ مومنوں کو سلام کرنے میں پیشقدمی کرتے۔ مگر آنکہ مومن ہی مشقیدی کرجاویں بعض نے فرمایا کہ جس پر ازل میں رحمت ہو چکی اب نیا میں اور آئندہ اس پر رحمت رہے گی۔ ابو عثمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے غلامس بندوں کے حق میں ان کے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی صفت ہر حال میں تجلی کئے ہوئے ہے پس بتدائے رحمت وانہما رحمت سے سزا اور سلام ہیں۔ یعنی جو لغزش و گناہ درمیان میں ہوئے وہ رحمت سے عفو ہوں یا کو نہ عذاب سے بہر حال آخر ان پر رحمت و سلام ہے۔

مَثَلُ اِنِّي نَهَيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ قُلْ لَا اَتَّبِعْ اَهْوَاءَكُمْ
 تو کہ مجھ کو منع ہوا ہے کہ بوجہ جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوائے تو کہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر
 وَمَنْ ضَلَّكَ مِنْ اِذَا قَوْمًا اِنَّا مِنَ الْمُتَدْبِرِيْنَ ۗ قُلْ اِنِّيْ وَمَنْ اَتَىٰ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَبِّيْ وَ
 تو کہ میں بہک چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا
 كَذَّبْتُمْ بِهِ ۗ مَا تَتَّبِعُوْنَ مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا لِيُكْفِرَ بِكُمْ وَيُؤْتِيَ عَمَلَكُمْ
 تم نے اس کو جھٹلایا ہے میرے پاس نہیں جسکی شبہی کرتے ہو۔ حکم کسی کا نہیں ہوا اللہ کے کھولتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ قُلْ لَوْ أَتَيْتُمْ بِمَا تُكْفِرُونَ بِهِ لَاقْتُلُنَا

اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہ اگر میرے پاس ہو جس کی کتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے

لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَأَعْلَمُ مَا فِي الْبُرُوجِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ رِسْقٍ إِلَّا

اور تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیان ہیں غیب کی

يَعْلَمُهَا وَلَا حِيبَ فِي ظُلْمِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

ان کو نہیں جانتا اس کے سوائے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں اور نہیں بھرتا کوئی بات جو وہ

نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں

قُلْ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمَدْعُونِ لَقَدْ دُعِيَ لِي بَعْدَ مَا قُرِئَ الْقُرْآنُ وَأَنَا مِنَ الْمَدْعُونِ

جانا ہے میں ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ امین دلالت ہے کہ دعا عبادت پر پس

سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہیں اور نہ بندگی کی راہ سے پکارا اور یہ بھی ایسی چیز سے ہے جو کفر ہے چنانچہ فرمایا قُلْ لَا آتِيكُمْ

أَنْتُمْ أَهْلُكُمْ كَهْدَمِ يَوْمَئِذٍ يَكْفُرُونَ كَفْرًا كَبِيرًا كَفْرًا كَبِيرًا كَفْرًا كَبِيرًا كَفْرًا كَبِيرًا

خَدَّ ضَلَكْتُ إِذَا مَنَ إِسِي صَوْرَتِ مَنَ مَرَاهُ هُوَ لَئِنِ أَكْرَهِي نَوَافِلَ هَشُونِ كِي فَانَ هِزُونَ كِي عِبَادَتِ كَرَنِي مَن

قَدْ ضَلَكْتُ إِذَا مَنَ إِسِي صَوْرَتِ مَنَ مَرَاهُ هُوَ لَئِنِ أَكْرَهِي نَوَافِلَ هَشُونِ كِي فَانَ هِزُونَ كِي عِبَادَتِ كَرَنِي مَن

وَمَا آتَايَتِ الْمُؤْمِنِينَ فِيهِمْ مِنْ نَبَأٍ غَيْرِ خَيْرٍ يُؤْتُونَ مِنْهُ لِيُذَكِّرُوا وَلِيُتَذَكَّرُوا وَأُولَئِكَ فِي عَذَابٍ مُبِينٍ

کی پیش کر دے پس اس جگہ اسمیہ سے اشارہ ہو کہ مجھ کو اس پر ثبات واستمرار ہے اور اہل تحقیق بخوشی بیانی علماء کے نزدیک جگہ فعلیہ پر تمہیک

عطف لغز میں پس زیدہ جائز ہو بلکہ مستحسن ہو قُلْ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْمَدْعُونِ لَقَدْ دُعِيَ لِي بَعْدَ مَا قُرِئَ الْقُرْآنُ وَأَنَا مِنَ الْمَدْعُونِ

بیتہ میں بعض نے کہا کہ بیتہ یعنی ثقہ ہے یعنی دتوق پر ہوں تو لہ ابو عمران الجونی ۷ اور بعض نے کہا کہ معنی بہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے

بہان واضح پر ہوں جس سے یقین تو حیدر حال ہو اور معنی میں دونوں قبل متحد ہیں اور مفسر سیوطی نے کہا کہ بیتہ اسے بیان اور وہ معنی و ضرورت

ظہور ہے پس شاید کہ وہ یہ کہ بہان و دلیل کے مقابلہ میں تکذیب نہیں آئی اور شاید بمعنی بصیرت ہو یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف سے

بصیرت و یقین پر ہوں تم لوگوں کی طرح ہوائے نفسانی و شک میں نہیں ہوں وَكَذَلِكَ دَعَيْنَا رَبَّنَا رَبَّنَا رَبَّنَا رَبَّنَا رَبَّنَا رَبَّنَا رَبَّنَا رَبَّنَا

معنی یہ ہیں کہ تو کہہ دے کہ میں یقین پر ہوں اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہے کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا جس نسبت

سے کہ تم نے اُس سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ معنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب تو اب نہیں مانتے ہو۔

مَا يَعْنِي دَعَيْنَا مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ عَذَابَ كَيْفَ تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ عَذَابَ كَيْفَ تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ عَذَابَ كَيْفَ تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ عَذَابَ كَيْفَ تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ

سے ڈرنا پڑا ہوں اور عذاب غیر لانے کا مختار نہیں ہوں۔ یہ بھی مشرکوں کی جہالت تھی اور قولہ تعالیٰ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابٌ مُبِينٌ مِنَ الْعَذَابِ

الادنی دون العذاب الاکبر۔ سے ثابت ہے کہ عذاب اکبر تو آخر میں حسب مشیت و تقدیر ہے اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط

وغیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے۔ ظاہر یہ کہ عذاب مطلقاً بیان مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو اور آیت میں حضرت

باری تعالیٰ عزوجل کی تفسیر ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی درگاہ کبریائی میں ہم مارنے کی مجال نہیں جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ - ہنیں حکم کسی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لا شریک کا حکم ہے
 یَقِضُ الْقَضَاءَ الْحَقَّ - وہی فیصلہ کرتا ہے حق فیصلہ۔ یعنی حق و باطل میں جدائی کرتا خواہ ہدایت و بیان ہو یا بھڑائی و ہلاک
 کفار ہو یا اور کسی طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْقَاصِمِينَ - اور وہی بہتر حاکمین ہے حق اور مفسر وغیرہ
 نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قرآن میں لقیض بتشدید صادمہ ہے اور معنی لقیض الحق اسے بقول الحق۔ حق بات کو فرماتا
 ہے یعنی سچا حکم دیتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع
 میں ہو وہ کیونکر ہے تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم الہی ہے پس اجماع تو حکم الہی سے محبت ہے کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ
 انکو اپنے حکم پر متفق کر دیتا ہے اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ نہیں کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام
 بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحكم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا اياه الآیہ کے تحت میں انشاء اللہ بیان ہوگی۔ پھر حکم دیا کہ قُلْ لَوْ اَنَّ عِبَادِي
 مَا اسْتَفْتَوْنِي لَقَدْ نَفِضْتُ لَكُمْ حُكْمًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ۔ کہے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے
 تمھارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ ہاں طوفیصلہ پورا ہو جاتا کہ میں تمھاری درخواست پر وہ عذاب جلدی پورا کر دیتا اور آرام میں ہو جاتا
 لیکن چونکہ میرے پاس میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں تو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے آگاہ ہے
 یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ بات کہ کب ظالموں کو عذاب کرے گا اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکوں و مشرکوں کا
 عذاب بنا آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم
 نے اختیار پاکر عذاب میں تعمیل نہیں فرمائی چنانچہ عائشہ رضی عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی
 اور ایسا روز بھی گذر اچھا روز احد سے سخت ہوا ہے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی ہو سچی اور بہت زیادہ سختی یوم العقبہ کی جھکو ہو سچی جبکہ
 میں نے عید یا لیل بن عبد کلل پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اس نے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس میں غمناک چلا اور راہ
 میں مشرکوں کے اشارہ سے غلاموں و لڑکوں نے تمھارے اور سخرہ پن کیا یہاں تک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے۔ پھر مجھے افاقہ حاصل نہ ہوا
 یہاں تک کہ میں قرن الثعالب میں پہنچا پھر میں نے سر اٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارہ ابرمجہ پر سایہ کئے ہوئے ہے دیکھا تو اس میں جبریل نظر
 آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپ کی قوم نے آپکو جواب دیا اور پہاڑوں کے موکل فرشتے کو آپ پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا
 ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق میں چاہیے اسکو حکم دیکھے پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم
 نے جو آپکو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ ان کے حق میں چاہیں مجھے حکم کریں پس
 اگر آپ چاہیں تو اخبثین یعنی مکہ کے دونوں جانب کے دونوں پہاڑ میں ان پر گردون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مجھے اُمیہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالیٰ کو پوجیں اور اس کے ساتھ کچھ شریک کریں رواہ مسلم و البخاری۔
 پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہیں تو یہ لوگ جڑ سے نسبت کر دیئے جائیں مگر آپ نے درنگی فرمائی۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر
 نے یہ سوال کر کے جواب دیا کہ آیت تلاوت کرتی ہے کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت میں آپ کے اختیار میں
 ہوتا تو آپ ان پر واقع کر دیتے اور حدیث میں یہ نہیں ہے بلکہ پہاڑوں کے فرشتے نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس طرح ان کو نیست
 کر دوں پس آپ نے ان کے حق میں درنگی چاہی۔ واللہ اعلم۔ وَعِنْدَنَا مَفَاتِحُ الْغَيْبِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں مفاتیح الغیب۔

ف یعنی خزان غیب یا وہ راہیں جسے غیب تک پہنچ ہو۔ پس اگر مفاتیح جمع مفتوح فتح معیم ہے تو وہ مخزن ہے پس تفسیر اول ہوگی اور امور
غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہے۔ اور یہی ابن جریر نے سدی رح سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مفتوح بکسر معیم ہے تو وہ کبھی ہے
یعنی غیب کی کنجیاں پس استعارہ کے طور پر جن راہوں سے وصول ہا مور غیب ہوان کو کنجیاں اور امور غیب کو مخازن قرار دیا۔ لا یَعْلَمُهَا
الْأَهْوَى۔ ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہر فن وہ پانچ باتیں ہیں جو قولہ تعالیٰ ان اللہ عنده علم الساعة الا یہ میں مذکور
ہیں کما رواہ البخاری۔ یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ
کے کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اور سینہ وہی نازل کرتا ہے اور مؤنث جانداروں کے پیٹ میں جو کچھ ہو وہی جانتا
ہے اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مرے گا کما فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عنده علم الساعة ویرث
الغیث وعلیم ما فی الارحام و ما تدری نفس ما ذاکسب غذا و ما تدری نفس باسی ارض موت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمرہ بن عبد الرحمن بن جبریل
نے بصیوۃ آدمی آکر بفرض تعلیم کو گون کے اسلام و ایمان احسان کا سوال کیا ہے یہ مذکور ہے کہ پانچ باتیں ہیں جنکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے پھر یہی
آیت مصدر و پڑھی ہے ہر دو حدیث صحیح میں ہیں واضح ہو کہ علم کہتے ہیں ایک بات کی قطعی و تحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ در واقع ہے ہر باقران اشکل علامات سے جاننے کو
علم نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ قیاس گمان ہے پس پانچ امور مذکورہ در واقع سولے سے عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہر ان اشکل و قیاس علامات تو اور لوگ بھی کیا
کرتے ہیں چنانچہ احادیث صحیح میں قیامت کے آثار و علامات بہت کثرت سے مذکور ہیں بلکہ بیان تک معلوم کہ جمعہ کار و زہو کا جس دن قیامت آوے گی
پس ان امور مذکورہ کے مانند امور میں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں جانتا ہوں یعنی در واقع یوں ہی ہوگا یا یوں ہی
ہے جیسے میں کہتا ہوں وہ جھوٹا و کاذب و درم و دوس ہے اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہیں کہیگا اور اگر وہ یوں کہے کہ مجھکو اشکل و قیاس علامات
سے ایسا معلوم ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر واضح ہو کہ کافرون پر عذاب
آنا بھی اسی قسم سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی دانائے ہے کہ آدھیا نہیں یا کلبا و یگا۔ پس کاہن یا نجومی یا مالون سے جو لوگ دریا زت کرتے ہیں وہ جڑ بکا
ہیں اور اگر واقعی ان کے جاننے کا اعتقاد کرنے ہیں تو مشرک کافر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس لے
تو اس نے اس کلام سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پرا مارا گیا ہے کفر کیا اور اسی قسم سے فقہا و قدر کی باتیں و رزق کا حال ہے یا آدمی کب مرے گا یا کون جنتی اور
کون دوزخی ہے اور علی ہذا اعمال نواب عقاب بھی جو شرع میں وارد نہیں ہوئے ہیں اسی قسم کے ہیں کیونکہ عقل و قیاس کو وہاں مجال
نہیں ہے لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اس میں نواب ہے حالانکہ وہ شرع میں وارد نہیں ہوا ہے تو وہ جھوٹا اور مفسد ہے۔ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَیْتِ
وَ الْبَیْتِ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو کچھ خشکی و تری میں ہے۔ برفیج اول وہ زمین زمین نہ پانی ہے نہ گھاس اور بھروہ آباویان جو
کسی نہرو و دریا و سمندر پر واقع ہوں کذا قال المفسر اور قاموس میں ہے کہ بچرہ آبادی جسکے لئے نہر جاری ہو اور بچرہ ہونے کا کہ برفیج
کے جنگل اور پرپٹ میدان ہیں اور بچرہ و گاٹون ہیں اور بچرہ مفسرین کے نزدیک بچرہ سے معروف معنی مراد ہیں یعنی جو کچھ خشکی میں ہے خواہ وہ
پرپٹ میدان ہو یا بچرہ جنگل ہو یا گاٹون و شہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری میں ہے خواہ سمندر ہو یا بچرہ یا بھیل و کھاری ہو سب اللہ تعالیٰ
کو معلوم ہے اور مخصوص ان دونوں کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد انکے علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان
میں اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہوتی کہ فرمایا۔ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ دَرَقَةٍ إِلَّا یَعْلَمُهَا۔ نہیں گرتا کوئی پتہ لڑا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے
ف یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتیں و جنبش کو جانتا ہے اور من رقیہ میں من اندہ برائے استغراق ہے و لا یخفی عطف ہے

ورقہ پر۔ فتح ظلمت الکرہی۔ اور نہیں کوئی دانہ زیر زمین تاریکی میں۔ وکلا کربیب وکلیا یس اور زربٹ نہ یا بس۔ الکرہی
 کتب شیبین۔ مگر آنکہ وہ کتاب میں ہے نہ مراد کتاب سے لوح محفوظ ہے اور استثنا کے سابق یعنی لایعلمہا سے یہ استثنا
 و بطریق بدل اشمال ہر علم الہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہو گا اور اسی پر مدار قول زخشری ہے کہ یہ جملہ استثنائے اول کی تکرار
 کے مانند ہر کیونکہ دونوں کے معنی واحد ہیں و لا یخفی فی بعد بذالنا ویل۔ فافہم۔ حاصل یہ کہ علم الہی ہر ذرہ کہ جو آسمانوں و زمینوں و درمیں وغیرہ
 میں ہر جہتی کہ وہ صفایا نہ صہری رات میں چوٹی کی چال اور ہیشمار چوٹیوں کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالیٰ کے حضور میں
 ہے و لا یغیب عن ربک من مثقال ذرۃ۔ اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہیں کچھ پوشیدہ نہیں ہر سبحان اللہ العلی الاعلیٰ۔ قال
 فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ قل انی علی بنیۃ من ربی یعنی اول تعالیٰ کی طرف سے مجھے یقین و مشاہدہ ہر اور روشن لائل بظہور نور ازل ہر اور یہ
 عالم میں سب سے بڑی دلیل ہر بقولہ علیہ السلام من انی نقدر ای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا۔ قال المترجم صوفیاس
 حدیث میں اشارہ بیان کرتے ہیں اور علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھنے کے بارہ میں ہر پس آپ نے فرمایا کہ
 جس نے مجھے دیکھا خواب میں تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہر فان الشیطان لا تمیل بی۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن
 کذا فی وایات الصحاح۔ اور جس نے حضرت صلعم کو اسی حلیہ شریف کے ساتھ جو آپ کا حلیہ ہر خواب میں دیکھا اور اگرچہ صحابی کے حکم میں نہیں ہوتا
 مگر جنتی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہے اور مترجم کا گمان یہ ہر کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہیں لئے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہر
 اور یہی ان کا بے حق بن گمان نیک ہر۔ فافہم۔ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بیانات پر ہیں اور اولیا بھی ان کے طفیل میں
 بیانات پر ہیں لیکن بیانات انبیاء تو وحی یقین ہر اور بیانات اولیا سچی فراست ہر۔ قال المترجم حدیث میں ہر کہ مومن کی فراست سے ڈرو
 کہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہر اور سن میں صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ میں نا محرم عورت پر بڑی نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ
 تھے ان کی خدمت میں آیا تو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میرے سامنے ذنا کار آگئیں آتی ہیں اللہ تم لوگ پر ہنر کرو ورنہ میں ڈرے ماروں گا مترجم
 کہتا ہر کہ پردہ چھپانے کی واسطے اسلحے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمر نے عین خطبہ جمعہ پر بے میں جادو غازیوں کے سردار لشکر ساریہ
 نام کو جو ہنر و تدبیر تھا آواز دی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز وہاں سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اس وقت ان کی آواز
 درمیان خطبہ سے لوگوں کو قہقہہ ہوا تھا اور حدیث میں یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہر فقہر۔ قولہ و عنہ مفتاح الغیب لایعلمہا الا ہو۔ علم غیب
 فقط اول تعالیٰ ہی کی واسطے ہر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان اللہ عنہ علم الساعۃ الایہ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ مفتاح الغیب پانچ چیزیں ہیں کسوائے اللہ تعالیٰ کے انکو کوئی نہیں
 جانتا پھر قولہ ان اللہ عنہ علم الساعۃ تا قولہ علیہم خیر مدوی۔ اور مدعی حمد اللہ نے جو کبار مفسرین میں سے ہیں فرمایا کہ مفتاح الغیب کے معنی غیب کے خزانہ ہے پھر شیخ نے کہا اور نیز
 مفتاح الغیب میں سوا سلی عنایت ازنی ہر جو بحال بنیاد اولیا ملا کہ حکمت قدیم مبدل ہوتی قبل انکے وجود کے اور آجی اٹھ صفا خزانہ قدیم ہائی ہر پھر عنایت ازنی کے نور سے
 ان بنڈن کیلئے مفتاح دی کہ خزانہ صفات کا کشف ہوتا ہر تاکہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم کو پہچانیں پس ان کے لئے اسرار کمنون ظاہر فرماتا
 ہے جس سے یہ لوگ علوم غیبیہ میں تاکہ بندوں کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دیں اور معاملات و حالات کا اونچے نیچے بتا دیں اور
 قولہ تعالیٰ لایعلمہا الا ہو غیب کے خزانہ عام ہیں اور پانچ ہی میں مختصر نہیں بلکہ پانچ تو ایسے ہیں کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہیں ہوئے اور سوائے انکے
 سب عنیوب مخزون ہیں ابن مسعود نے نبی صلعم کی شان میں فرمایا کہ آپ سب جانتے تھے سوائے پانچ چیزوں کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیب
 کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہر لیکن ان میں جس قدر بندے خالص کو بتلا دیا وہ جان لیتا ہر پس ولین و آخرین میں سے کوئی نہیں جانتا ہاں اللہ تعالیٰ

جب کو ظاہر کر دیتا ہے تو جان لیتے ہیں لیکن ان چیزوں کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اور نیز
 یہ معنی ہیں کہ ان عیوب کے پانے کی راہیں کوئی نہیں جانتا سوائے او تعالیٰ کے پس جن بندوں پر فضل ازل رکھا ہے ان کو اور ان کے
 بتانے کی راہوں کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ پہچانتا ہے کوئی اور نہیں جانتا اور وہ طریقہ یہی ہے کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کریں
 نیز مفاہیح الغیب میں سے تجلیات لطف و قہر میں پس لطف تو اولیا پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہیں اور قہر کی تجلی سے اعداد یعنی
 کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت و رائے کے اندھیرے میں پھنک کر سنت چھوڑتے ہیں اور راہ پر نہیں آتے اور نفس و طبیعت کے شر و فساد
 میں اللہ علم کیا تجلی دیکھتے ہیں جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہیں آخر جہنم میں جا پڑتے ہیں نیز مفاہیح الغیب ہر درجات ہیں کہ قلوب کیلئے
 خزانہ مشاہدات ارواح کیلئے مکاشفات اور عقول و دہانی کے لئے معارف اور اسرار کیلئے خزائن علوم ذات صفات ہیں کشادہ
 ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے لئے ہجرات کے خزانے اور اولیا کیلئے کرامات کے خزانے اور مریدوں کے لئے فراست کے
 خزانے تھلے ہیں جو رومی نے قولہ لا یعلمہ الاہو۔ میں کہا کہ اور جبکو وہ اپنے کرم سے مطلع فرماوے۔ رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی
 او تعالیٰ کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے۔ شیخ ابن عطار نے کہا کہ پس کیت سے اہل خیر پر محبت و رحمت کھلتی ہے اور شریروں پر
 فتنہ و عواری کھلتی ہے جو ہر نیکیوں میں سے اولیا پر کرامت اور اہل اسرار پر سر الغیب و راہل تمکین پر جذبہ کھل جاتا ہے اور نیز انبیاء کے واسطے
 مکاشفات اور اولیا کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہیں۔ ابو سعید خرازمی نے کہا کہ او تعالیٰ نے اپنے حبیب صلعم پر
 پہلے تو امر و نہی سے ادب کھولا پھر مشیت و قدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس کتاب من اللام شئی سے تزیین کے اسباب کھولے۔ پھر قولہ
 ویتقل لیتہ بتیلا سے تغیب کو کھولا پس یہ مفاہیح الغیب میں سے ہیں جو آنحضرت صلعم کے لئے ظاہر میں کشادہ ہوئے قولہ وعلیم بانی البواہر
 یعنی غیب لطف سے نیک بندوں کو پارا تار دیا اور دشمنوں کو دریا کے قہر میں غرق کر دیا پس اس میں جو حکمت اسرار غیب ہیں وہی جانتا ہے اور
 نیز دریا کے عیب و میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہیں اور ایسے ہی نفوس کے پرٹ میدان میں جو شہوات کے بہرے ہیں وہی خوب
 جانتا ہے قولہ و ما تسقط من رقة الا یعلمہا ولا حتمہ فی ظلمات الاض۔ الحق سبحانہ تعالیٰ نے اس میں آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر ذرہ ذرہ کو محیط
 ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب ہے کہا قال لا یغیب عنہ مقال ذرہ فی السموات و لانی الارض۔ مترجم کہتا ہے
 کہ ہر ایماندا جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ و السلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ او تعالیٰ عزوجل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ و خبردار و وسیع
 و بصیر ہے اور سخت عجب ہے کہ بعض فلسفی ہنرہ ادہام مانند گراہان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بروہ جزئی نہیں جانتا اور
 یہ حقیقت اس طرح علم الہی کی نفی ہے پس اگر اسکی یقین نہیں تو گمراہ ہے اور محققین علمائے ایسون کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 شیخ نے لکھا کہ اس آیت میں تمہیں ہے کہ ہر خطرہ نفسانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے شرم کریں کہ وہ ہر لوہ شدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم
 خمیر ہے۔ اور نیز بیان فرمادیا کہ تمام مقدرات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی و ارادہ قدیم کے
 موافق جاری ہیں اور سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہیں جو ہر طرح کے تغیر زبانی و مکانی سے محفوظ ہیں وہ تو اس عالم سے جو تحت
 زمانہ ہو باہر ہے و قد قال تعالیٰ ولا یطوب ولا یابس الا فی کتاب من جو طیب ہو اس کے لطف مشاہدہ سے ہو اور جو تر و تازہ ہو اسکی پاکیزہ قدرت
 کا طوبی ہے اور جو زرد و پر گیا اور خشک ہو وہ ہوا سے ہے جو گیاہ تازہ ہو۔ وہ اسکی ولایت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہو کہ
 مرجھائی رہے اسکی پاکیزگی کا بیان ہے کہ ہر وجود و عدم و حدوث سے وہ پاک ہے۔ واسطی نے فرمایا کہ علم الہی ہر چیز کو اس وقت محیط تھا

کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چہرہ کا نشان نہ تھا اور پتہ گرنے کا قضیب بدوین موضوع و محمول تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَرُوقٌ ۚ

اور وہ ہے کہ تم کو بھر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کیا کچھ ہو دن کو پھر تم کو اٹھاتا اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا

شہر ادا یا پھر اسی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جناب عجاوب کو جو کرتے ہو اور اسی کا حکم غالب اپنے

بندوں پر اور بھجیتا ہے تم پر نیکسان ہیا تک کہ جب ہو بچے تم میں کسی کو موت اُسکو پھر لیو میں ہمارے شبہ لوگ

اور وہ قصور نہیں کرتے پھر بچائے جاوین گے اللہ کی طرف جو مالک ان کا ہے تحقیق سن رکھو حکم اسی کا اور وہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

سنتاب لیتا ہے حساب

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ... اس سے خواہم ہو اور یہ وفات یعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام الیسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ یوفی الانفس حین موتہا والی لم تم ت فی منامہا۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک رافکسالی الآتیه۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر موت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل۔ کیونکہ ہر شخص اس ہی میں نہیں مرا کرتا ہے۔ بالجمہ مفسرین و علماء متفق ہیں کہ قولہ یوفاکم باللیل سے نوم مراد ہے جو موت کی ہیں ہو اور یہ موت اصغر ہے اور بعض لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سوتے میں نکل جاتی ہو اور عالم میں پھرتی اور خواب کی کیفیت ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق ایسی علم الہی میں ہو اور لوگوں نے اسکل سے باتیں بنائی ہیں ان بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کیا تھا سونا چاہیے کیونکہ روح بعد سو جانے کے لانا لکھ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں نہیں ہیں بعض تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انھیں کہتے ہیں حدیث صحیح میں آیا کہ ہوشیار ہو کہ شیطان تم سے سخرہ ہیں نگرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعض تو تاویل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب سونچ و چاند و ستاروں کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعض ویسے ہی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سپر کو ذبح کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی مصاحبت محض شیطان ہی سے ہو وہ اس سے منکر ہیں۔ بالجمہ یہاں بعض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباس نے رسول اللہ صلم سے روایت کی کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو جب ہ سوتا ہے تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت میں ہوتی ہے ورنہ روح اسکو پھیرتی ہے یہی ہے قولہ یوفاکم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ و ابن مردودہ و اسنادہ منقطع۔ ویکلم ما جرحتم باللہا کر۔ لے ما سبتم فیہ۔ اور جانتا ہے جو تم نے کیا یا دن میں، اور یہ بھی بہ اعتبار غالب

۱۲۶

حالت کے ہو کہ دن ہی میں کام کاج کرتے ہیں اور رات میں سوتے ہیں وقال بن کثیر یہ جملہ معترضہ ہے واسطے ولالت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق کے حال پر ان کے دن کے حرکات و رات کے سکون سب کو محیط ہے **ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ**۔ اسے فی النہار پر وارد احکم۔ پھر اٹھانا ہے تم کو نہار میں فن۔ باین طور کہ تمہاری روحیں جہنم کے پھیر و پھار سے۔ کذا قال مجاہد وقتادہ و السدی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ آیت وصل یعنی موت کے بعد زندہ کر کے اٹھانا پس یہاں توفی کے ترشح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر سے بمقابلہ اسکے یہ بحث اصغر ہوا پھر وارد ہوتا ہے کہ تعلیم ما جرحتم بالنہار سے اور واروح معلوم ہو چکا پھر لفظ تم کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہے۔ کذا قال بن کثیر اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہے یعنی پھر اٹھاؤ گے تم کو قبروں سے اسی شان و حال کے ساتھ جو تم نے راتوں کو سوتے میں اور دن کو اپنے بھلے بڑے اعمال میں صرف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ کلام میں تقدیم و تأخیر ہے یعنی وہو الذی یوفیٰکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار و تعلیم ما جرحتم فیہ۔ اور اولی وہ ہے جو شیخ ابن کثیر نے کہا ہے اور معنی آیت کے یہ کہ علم آگے محیط ہے اور مکرر ان کافروں کو دن میں اٹھانا ان کے اعمال سے غفلت نہیں بلکہ اہمال ہے **لِيُقِضَ أَجَلٌ مُّسَمًّى**۔ تاکہ عباد مقررہ پوری کی جاوے فن اس جمل سے مراد زندگانی کی مدت تمام ہے جو ہر انسان کو واسطے مقدر ہے۔ **ثُمَّ إِلَيْكُمْ مَّرْجِعُكُمْ**۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا مرجع ہے فن اس طرح کہ قیامت کے واسطے اٹھائے جاؤ اور محصور ہو گے۔ **ثُمَّ يُبْعَثُكُمْ فِيهِ لَمُبَدِّلِمْ نَفْسِكُمْ**۔ پھر جو تم کو نئے نئے تھے اس سے تم کو خبر داکر بگناہ اس میں تہدید ہوا اور اس سے بشارت بھی مفہوم ہے اور معنی یہ کہ نیکوں کو ان کی نیکی کا ثواب دیکھا اور بدوں کو انکی بدکاریوں کا عذاب دیکھا۔ **وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عَرْشِهِ** وہی قہار ہے اپنے بندوں کے اور ہنر سے طرف مراد نہیں بلکہ علیہ تہ مراد ہے اور تمہاری غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک قہار ہے ازراہ استعلاء اور غلبہ کے یا اور حالیکہ عالی مرتبہ ہے اپنے بندوں سے اور یعنی بندوں پر عجز و بے اختیار می مقصور ہے اور اللہ تعالیٰ کے زیر حکم سب مسخر ہیں کسی کو اسکے حکم تقدیر سے جو غالب ہے سرتابی کی مجال نہیں ہے۔ **وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً**۔ اور ارسال فرماتا ہے تم پر حفظ فن یعنی وہ ملائکہ جو تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاهر اتم یعنی بندوں کے امور میں وہی متصرف ہے کوئی اور نہیں جس طرح چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے و عذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھجبتا ہے تم پر حفظ پس علیکم متعلق یسرل ہے۔ باین طور کہ اس ارسال میں استعلاء کے معنی ہیں یعنی پھینکا بطور غلبہ ہے اور بعض نے کہا کہ فوق عباد وہ۔ میں فوقیت لائق جلالت آگے بدون کیفیت بیان کرنے کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظ ہے اور تقدیم اس ظہار کیلئے کہ ارسال حفظ کی خبر مقصود نہیں بلکہ تم پر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ ہوشیار رہو لیکن پوشیدہ نہیں کہ فوقیت کے معنی استعلاء کی بنظر لغت و فصاحت کلام کی بہت مناسب ہیں پس خواہ مخواہ اسکو مستثابہ میں داخل کرنا بے وجہ ہے۔ پھر سدی رح نے کہا کہ حفظ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہیں یعنی جو حدیث میں آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہیں اسی وقت اور ستر ہزار اترتے اور نماز فجر کے بعد جاتے ہیں اور ہر وقت سے اترتے ہیں جو کبھی نہیں آئے تھے اور حدیث میں زیادہ مضمون بھی آیا ہے اور جوہر اہل تفسیر نے حفظ سے حافظہ اعمال فرشتے بیان کئے۔ کما فی قولہ وان علیکم لحافظین۔ اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیجنا مراد ہے پھر وہ تادم مرگ حافظ رہتے ہیں اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ تیسرے طبقہ زمین سے پیچھے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہیں کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے تم کوئی نوزہ دیکھو زمین کے کولوں میں سے ہر کوئی پر اللہ تعالیٰ کی مہرون میں سے ایک مہر چو اور ہر مہر کے ساتھ ایک فرشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے یہاں سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے کہ جو تیرے پاس ہے اسکو محفوظ رکھ۔ رواہ ابن ابی حاتم کما نفہم

من تفسیر الحافظہ وقال فی قوله حفظہ: اسے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظہ رہتے ہیں کہولہ تعالیٰ لمعقبات من بین یدیه ومن خلفہ یحفظونہ من لہم اشدہ اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے تھے جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود خوب جانتا ہے کہ کس بندے کے کب اور کس وقت کیا عمل کیا ہو۔ اور یہاں حافظہ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہیں بقولہ تعالیٰ یحشی إذا جاء أحدکم الموت لئلا یفتنہ و یسئلنا یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی آدمی کی موت آئی تو اس کو ہمارے رسول فاتحیتے ہیں من رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہو جو شرف ظاہر کرنے کو بلطف جمع مذکور ہوا۔ اور مفسر نے موافق ابن کثیر کے کہا کہ وہ ملائکہ مراد ہیں جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موزوں ہیں۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت کے مددگار بہت سے ملائکہ ہیں جو بدن سے روح نکالتے ہیں۔ پھر جب مخلوق پر پونجی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد احادیث ہیں جو قولہ ثبت اللہ الذین آمنوا بالقبول الثابت الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گی اور جو لوگ محدود و مذکور فقط وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہیں ان کو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھوں آدمی مرتے ہیں تو ملک الموت کہاں کہاں پہنچتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ مسافت دوری تو جسم والی چیز کے حق میں ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہے یہاں تو متعلق مادی جسم کی قوتیں عجائب ہیں حتیٰ کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال وہم خود دیکھو کہ پلک ہارتے کہاں سے کہاں پہنچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط کر لی اُسکے یہ سنی نہیں کہ ہاتھوں سے پکڑے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیے۔ واللہ الوفق بالجلہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہیں جب فی روح کی موت کا وقت ہو۔ وہم کلا یفترطون۔ اور جو ان کو حکم دیا گیا اس میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ حفظ حیات میں کمی نہیں کرتے مثلاً قبل از وقت نہیں مارتے ہیں اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال میں تجاوز نہیں کرتے مثلاً کسی کی نیکی ضائع یا بدی ڈالنے کو اور یہ یفرطون بقراءۃ تخفیف سے مناسب ہو اور اول اولیٰ ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ روح متوفی کی حقیقت میں کوتاہی نہیں کرتے بلکہ حفاظت سے جہان شہیت الہی عزوجل پر وہیں پہنچاتے ہیں چنانچہ نیک ہو تو طہین میں اور اگر بدکار ہے تو بحین میں پہنچاتے ہیں۔ سعید بن سیرین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہیں اگر وہ نیکو کا آدمی ہو تو اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم میں تھی اب باہر آ جا اور نکل آتیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و ریحان سے اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نکل آتی ہو پھر اسکو آسمان پر چڑھایا جاتے ہیں پھر دروازہ کھلواتے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا کیا پاکیزہ روح جسم پاک میں تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہے اور پھر روح و ریحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھ پر غضب میں ہیں ہے بشارت ہو اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہو تو فرشتہ اس سے کہتے ہیں کہ نکل اے نفس حبیبہ جسم حبیبہ میں تھی نکل در حالیکہ تجھ پر مذمت ہو رہی ہے اور لے یہ بشارت سن کہ تجکو جیم و عساق ہے اور اس قسم سے دو چہرے اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ نکالی جاتی ہے پھر اسکو آسمان تک پہنچاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اس نفس حبیبہ کو کچھ مرحبا نہیں جو حبیبہ جسم میں تھی تو لوٹ یہاں سے در حالیکہ تو مذمت کی گئی ہے پس آسمان سے پھیری جاتی ہے۔ پھر وہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اول کو پانزواں اول کے بشارت دی جاتی ہے اور دم کو یعنی دم عتاب کے مذمت کی جاتی ہے رواہ احمد۔ اور صحیحین کی احادیث میں روح حبیبہ

کی بدلو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی بوسے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہنچ کر سجین میں پھینکا جانا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہے یعنی یغوث بالعمد من ذلک اللهم اعوذ بک من ان الون من الذین یذمون ویخبثون واساکک بالشد الذی لالہ ہوا الحی القیوم ان تغفر لی خطیئتی کلھا وتوفنی مسلما وحقی بالصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلیٰ جمیع عباد اللہ الصالحین آمین۔ ثُمَّ رَدَّ وَالْحَىٰ اللّٰهُ مَعَهُ لِحُجَّتِهِ۔ بعض نے کہا کہ تم رو دو یعنی پھر واپس ہو جاتے ہیں ملائکہ اور بعض نے کہا کہ مرنے والے جاتے ہیں یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت میں ہو گا جو یقینی ہے لہذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفہوم لیا یعنی پھر لوٹائے جاوے گا سب مخلوق اپنے مالک کی طرف جو حق یعنی حقیقی عادل ہے پس وہ ان ہر ایک کو اسکا بدلہ لوگیا۔ اَلَا لَئِذَا الْحُكْمُ اُتِيَ اَنَّ اَسْمٰی كَا هُوَ حَكْمٌ لِّعَنِيْ خَلْقٍ مِّنْ قَبْلِ اِنَّا فَذٰلِکَ اَسْمٰی كَا۔ وَهُوَ اَسْمٰی مَعَ الْکٰسِبِیْنَ۔ اور وہ سر لے کر حساب ہے کہ دنیا کے دن کے آدمے کے برابر مقدار میں حساب فرماوے گا۔ کیونکہ ایک حدیث میں یہ ثابت ہوا ہے اور جہنم آگیا کہ سچا سچ ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث میں حساب کا بیان نہیں ہر پس اصل حساب جو علم الہی محیط میں موجود ہے بہت جلد ہو جائیگا۔ اور ایسی ہی جن احادیث میں کافروں پر جہنم قائم ہونے کیلئے طول مدت مروی ہے وہ اصل حساب میں نہیں ہے۔ فانہم واللہ اعلم بالصواب۔ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ ہو الذی توفاکم باللیل۔ رات میں وفات دنیا اس مفاوید واسطے کہ ان کی روحیں فضا کے ملکوت میں پرواز کریں اور انوار جبروت میں سیر کریں تاکہ انکا شوق اپنے اصلی وطن کے جانب بڑھ جاوے اور دن میں اپنے جوارح و اجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت و آرام پاویں گے اس کو پہچان لیں اور مار ڈالنے اور جلانے میں قدرت الہی عزوجل کو اپنے اوپر تکی ہوئی اور آنکھوں کی بھی ہوئی معلوم کریں تاکہ ان پر یہ وقت آجائے کہ حادثات و مخلوقات سے منقطع ہو کر مشاہدہ الہی کی طرف منقطع ہو جائیں اور مشیہوں کی طرف تہمت یعنی قولہ تم بیشک فیہ لیقضی اجل مسعی الایۃ۔ سے اشارہ ہو۔ ثم رو والی اللہ مولانا ہم الحق۔ اور تعالیٰ کے شرف دینے و کرامت فرمانے میں یہ بات بھی ہے کہ بندہ کو قید خانہ دنیا واسکے بلاؤں میں نہ پھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ میں عمل کی حفاظت اپنے بندہ مومن پر عبرت ہے تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت میں گنگا دون کے حق میں امید ہے اور یہ بندوں پر نطف سے ظاہر ہوا کیونکہ مولانا ہم الحق فرمایا اور اگر فقط رد والی اللہ۔ ہوتا تو عظمت تم کو کبریائی میں نیست ہو جاتے لیکن لطف سے بندوں کا مولا ہونا فرمایا۔ پہلے رد والی اللہ سے مقام ہیبت میں لاکر قولہ مولانا ہم الحق۔ سے مقام قرب منزلت کی طرف نکال لیا۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ امید کی آیت ہے کیونکہ بندہ و غلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی امید نہیں کہ اس کے جزا و سزا کا اندازہ اسکی طرف ہو جاوے۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْیَةً ۗ لَئِنْ اَنْجَاکُمْ

تو کہ کون بچا دیتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جن کو پکارنے ہو گرا گرانے اور چپکے اگر ہم کو بچا لے

مِنْ هٰذِهِ لَنْکُوْنَنَّ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ ۗ قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْکُمْ مِنْهَا وَمِنْ کُلِّ

اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مائیں تو کہ اللہ تم کو بچاتا ہے ان سے اور ہم

کَرِبٍ اِنَّکُمْ لَشُرَکَآءٌ ۗ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ

گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو تو کہ اسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شَيْعًا وَيُذِيقُ بَعْضَكُم

بِأَسْرِ كَعْضٍ أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرْتُ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ

عذاب او پر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا ٹھہرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور جھگڑا سے ایک کو
 رانی ایک کی دیکھ کس پھیر سے ہم کہتے ہیں باتیں شاید وہ سمجھیں اور اس کو جھوٹ بتا یا
 تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہ میں نہیں تم پر وار و غم ہر چیز کا ایک وقت ٹھہر رہا ہے اور آگے جان لگے
 خلی یا صحرا لیل کہہ کہدے اسے محمد کہہ والوں سے میں نے تم کو کس طرح ظلمت البر والنجی تم کو خشکی و تری کی تاریکیوں سے کون بچاتا
 ہے یعنی تمہارے سفر دن میں خشکی و تری کے ہوں سے کون بچاتا ہے۔ سراج میں کہا کہ ظلمت کا لفظ شدت سختی کے واسطے استعارہ ہے کیونکہ
 دو دن میں یہ مشارکت ہو کہ جب ہول و خوف شدید طاری ہوتا ہے تو آنکھوں سے نہیں سو جھکتا ہے پس یوم شدید کو سوچ اے یوم
 مظلم بولتے ہیں جیسے اسکے خلاف کو یوم ملکوت کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ استعارہ پر محمول کرنے سے حقیقت پر محمول کرنا ادلی ہر اور
 ظلمات البر وہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ براہ صواب ہلتی نہیں اور
 ظلمات البحرات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی اور ہولناک موجیں و تند خالف ہوا میں وغیرہ جن سے خوف شدید ہوتا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ ہولناک موجیں و
 تند ہوا میں حقیقی معنی ظلمات کے نہیں ہیں اور اظہر یہ کہ خشکی و تری کے اندر ظلمات وہ اسباب ہولناک ہیں جسے خوف شدید پیدا ہو جاوے
 اور معنی یہ کہ خشکی یا تری میں اسباب ہولناک حادث ہونے کی حالت میں کون تم کو نجات دیتا ہے جبکہ تمہاری یہ حالت ہوتی ہے کہ تَدْعُوهُمْ
 نَصْرًا مِّنْ عَالَمِينَ وَخُفْيَةً سِرًّا دَعَائِينَ مَّا لَيْتَهُمْ اس سے نضر سے یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی پوشیدہ اور کہتے ہو کہ۔ لَعَلَّكُمْ تَرْجِعُونَ
 واللہ اگر تو نے ہم کو نجات دی اور ایک قرآن میں لئن ارجعنا لئن اللہ تعالیٰ نے ہم کو نجات دی میں ہذا ان الظلمات الشداد
 ان تاریکیوں یعنی ان سختیوں سے۔ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ تو ضرور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہو جاوینگے۔ ثابت ہوا کہ ان
 شدائد کے وقت کوئی بت وغیرہ کام نہیں آتا جن سے شریک لاتے ہو پھر کوئی ان میں سے مبعود نہیں ہر قتل۔ ان سے کہدے
 کہ اللہ یَجِيبُكُمْ مِنْهَا۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان ظلمات سے نجات دیتا ہے اکثر ان کی قرأت بخیکم از آنجا ہے اور قرآن کو وہ ہشام کی قرآنہ تجنیہ
 سے بتشدید ہے۔ مین کل کتب۔ اور ان ظلمات کے سوائے ہر علم سے بھی نجات دیتا ہے۔ کوئی بت وغیرہ ایسا کرنے والا
 نہیں ہے۔ ثُمَّ آتَيْنَاهُمُ الْكُوفَةَ لَمَّا كَانُوا فِي أَعْيُنِنَا فَوَسَّوْنَا لَهُمُ الشَّكْرَ الَّذِي كَانُوا بِرِئَابِهِ يَمْكُرُونَ۔ پھر اسکے بعد جب مطمئن ہو جاتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے شکر کرنے لگتے ہو پس اس حالت میں
 شکر کس حماقت پر ہے۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ۔ تو کہدے اے محمد صلعم ان مشرکوں پر عذاب
 کرنے والوں سے کہ او تمہاری قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تم پر عذاب کو تمہارے فوق سے۔ یعنی سروں کی بلندی ہالاک کی جانب سے
 مثلاً عذاب کے پھر برساوے یا آواز سخت ایسی سناوے کہ دل و جگر پھٹ جاوین یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ عاود و نمود و قوم
 لو طوغیرہ پر آئے تھے۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ یا پیردن کے سخت سے مانند آنکہ خسف کرے یا غرق کرے قال مجاہد و سعید بن
 جبیر و ابوالکمال السدی و ابن زید و غیر واھدنی قولہ عذابا من فوقکم یعنی پھر برساوے۔ او من تحت ارجلکم یعنی زمین میں دھنساؤ
 اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطی نے لیا اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہو کہ من فوقکم یعنی تم میں سے او پھینکے

اور وہ گمراہ حاکم و سردار بن اومن تحت ارجلکم یعنی بیخون سے اور وہ غلام و در ذیل ہیں۔ اور ارجح قول مجاہد ہے و دیگر معانی اسکے اقسام
 دلالت سے شامل داخل ہیں واللہ اعلم۔ اَوْ يَكْسِبُكُمْ شَيْعًا۔ اور یخبطکم فرقاً مختلفہ الایہوار۔ یا خلط کر دے تم کو فرمائے مخلقتہ
 الایہوار۔ یعنی آپس میں تم کو ایسے مختلف فرقہ کر دے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہو جاوے پس آپس میں مخالف ہو کر
 ایک دوسرے کے دشمن ہو جاؤ اور یہ تفسیر ابن عباس و مجاہد و دیگر علماء سے مروی ہوئی اور حدیث میں جو متعدد طرق سے آنحضرت
 صلعم سے مروی ہوئی یوں موجود ہے کہ یہ امت تشریف فرماں پر مختلف ہو جائے گی جس میں سے سب دو نرخ میں جاوین گئے ہوں گے
 ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ میں نے اس حدیث کے طرق
 و اسانید کو جمع کیا و حاصل اللہ تعالیٰ قادر قاہر ہے تم خوف کرو کہ تمہارے اور یہ عذاب تارے یا پیرون کے نیچے سے یا تم کو
 مختلف نفسانی خواہشوں میں باہم مختلف و متخالف کرے۔ وَ يَذِيقُ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ یا تم میں سے بعض کو بعض پر مسلط کرے
 کہ عذاب تکلیف دہی و قتل سے مضرت ہو سچا دین۔ کذا قال ابن عباس وغیر واحد۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں علوم و معرفت ہیں
 اور اسخین فی العلم ان کو خوب جانتے ہیں۔ پھر یہ تہدید تو ظاہر آشرفین کر ہے اور اہل اسلام جب بن قویم و سنت مستقیم سے منق و
 فخر کی طرف تامل ہوں تو وہ بھی اسکے اشارہ میں شامل ہیں ایسا وسط حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علی ان یعبث علیکم
 عذابا من فوقکم اومن تحت ارجلکم میں روایت ہے کہ حسن نے کہا کہ یہ مشرکوں کو ایسا ہے مگر ترجمہ کتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت
 ہوا کہ اس آیت میں سے بھی کچھ لوگ خارج ہو کر مشرکوں سے مل جاویں گے اور مجاہد نے فرمایا یہ امت محمد صلعم کے واسطے ہے ان
 دونوں اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونوں قول متعارض نہیں بلکہ صحیح ہیں پھر ابن کثیر نے ذکر فرمایا کہ بخاری نے
 اس آیت کی تفسیر میں روایت کی کہ جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری۔ قل ہو القادر علی ان یعبث علیکم عذابا من فوقکم
 رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعدو ذوبہک یعنی اے میرے پروردگار میں تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہوں۔ اومن تحت ارجلکم
 کہا کہ اعدو ذوبہک یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی۔ اور یلبسکم شیعاً و یذیق بَعْضُکُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ وقد
 رواہ النسائی و الحمیدی و ابن جہان و ابن مردویہ و سعید بن منصور۔ اور بعض روایت میں ہے کہ جابر نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے
 نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہو تو اللہ تعالیٰ پناہ دیتا مگر ترجمہ کتا ہے کہ اشارہ ہے کہ یہ امر مقدم ہے ضرور واقع ہوگا
 اس واسطے یہاں پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ امت اسلامیہ میں یہ سب امور یکے بعد دیگرے
 واقع ہوئے اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین میں سب حق تھے پھر مختلف الایہوار فرمے پیدا ہوئے مانند خوارج و رافض و معتزلہ
 و جہمیہ وغیرہ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہو سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ قل ہو القادر علی ان الایۃ کو آنحضرت صلعم سے
 پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہے اور اسکی تاویل ابھی نہیں آئی ہے۔ رواہ احمد و الترمذی۔ وقال حدیث غیب سعد بن ابی وقاص
 سے روایت ہے کہ پھر مسجد میں داخل ہو کر آنحضرت صلعم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دیر تک
 حضرت پروردگار عزوجل سے مناجات کی پھر فرمایا کہ میں نے او تعالیٰ سے تین باتیں مانگیں ایک یہ کہ طوفان عرق سے میری
 امت کو ہلاک نہ کرے اسکو او تعالیٰ نے منظور فرمایا اور دوم یہ کہ قحط سے میری امت کو ہلاک نہ کرے یہ بھی عطا فرمائی۔ اور سوم یہ کہ
 آپس میں قتل و قہقہہ نہ کریں تو اس کو منع فرمایا رواہ احمد و مسلم و ترجمہ کتا ہے کہ مسجد نبی معاویہ میں یہ نماز پڑھی تھی اور یہ سوال

کئی بار واقع ہوا اور بعض دفعہ چار بائین مانگنا مذکور ہے اور طوفان عرق سے یہ مراد کہ مانند طوفان لوح کے عجم عرق سے پناہ ہو اور
 قحط سے ہلاکت ہونے سے یہ مراد کہ عجم قحط کا عذاب مانند طوفان کے ایسا نہ ہو کہ سب قحط سے ہلاک ہو جادین اور امت سے مراد
 ایام اسلام والے ہیں اور مسجد بنی معاویہ ایک مسجد قریب حمرہ کے عوالی مدینہ منورہ میں ہے اور اس مسجد میں اس دعا کی خصوصیت
 شاید ظہور آثار و قدر تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کے یزید پلید کے لشکر سے اسی مقام پر اکابر مدینہ و
 صحابہ اہمیت کیساتھ بے ادبیاں و خونریزیان واقع ہوئیں جو کتب سیر میں مذکور ہیں بلکہ صحاح احادیث میں وارد ہے کہ آنحضرت
 صلعم لوگوں کو احرام مدینہ سے بلاؤ و فتنہ کی خبر دیتے تھے۔ قال الامام احمد قرأۃ علی عبد الرحمن بن ہدی عن مالک عن عبد اللہ بن عبد اللہ
 بن جابر بن عیتک۔ کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حمرہ بنی معاویہ میں جو انصار کے مملکت میں سے ہے ہمارے پاس آئے اور مجھ سے
 فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تمھارے اس مسجد میں رسول اللہ صلعم نے کس مقام پر نماز پڑھی تھی میں نے کہا کہ ہاں اور میں نے ایک جانب کو اشارہ
 کر کے بتلایا پھر پوچھا کہ تمھے معلوم ہے کہ اس میں جن تین باتوں کی دعا فرمائی تھی وہ کیا ہیں تو میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ مجھے خبر دے
 تو میں نے کہا کہ یہ دعا فرمائی کہ اُستیون پر ان لوگوں کے سوائے دوسری قوم سے کوئی غالب نہ فرمایا جائے اور قحط سے وہ ہلاک
 نہ کئے جادین اور یہ دونوں باتیں منظور ہوئیں اور یہ دعا کی کہ آپس میں ایک دوسرے سے ان کو ضرر قیل و تعدیب ہو تو اس
 دعا سے منع کئے گئے۔ عبد اللہ بن عمر نے فرمایا کہ آپ نے سچ کہا اور فرمایا کہ قیامت تک برابر آپس میں خونریزی و تعدیب جاری
 رہے گی۔ قال الحافظ ابن کثیر استادہ جمہ قوی و لیس فی شی من الکتب الستہ اور ترجمہ کتاب ہے اور غیر قوم سے کوئی دشمن اُن پر
 غالب ہو اس سے یہ مراد کہ اس طرح غالب ہو کہ اُن کو نیست کر دے جیسا کہ دوسری روایات میں مصرح ہے۔ اور ابن مردویہ
 کی روایت بطریق محمد بن اسحاق میں آٹھ رکعات پڑھنا مذکور ہے اور امام احمد کی روایت معاذ بن جبل میں اس نماز کو نماز عتبت و
 بہت فرمایا و قدر واہ ابن ماجہ و ابن مردویہ اور امام احمد کی روایت انس بن مالک میں ایک سفر میں آٹھ رکعت نماز چاشت مذکور ہے
 اور اسکو نماز عتبت و بہت فرمایا اور تیسری دعایا میں الفاظ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ لایلبسہم شیعا۔ یعنی فرمائے
 مختلف الایواء مخلوط نہ فرماوے تو یہ قبول نہ ہوئی۔ و قدر واہ النسائی۔ ترجمہ کتاب ہے یہ سفر میں نماز چاشت میں واقع ہوا اور
 طاہر اس میں تیسری دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ آپس میں لڑیں نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ دین میں ان کے قلوب مختلف و متفرق ہو کہ
 خواہش نفسانی درائے کے پابند نہ ہوں و اللہ اعلم۔ اور امام احمد نے شباب بن الارت سے نماز شب کے قصہ میں ہے کہ میں نے عرض
 کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس رات ایسی نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا فرمایا کہ ہاں یہ نماز عتبت و بہت
 تھی میں نے اس میں اپنے پروردگار سے تین بائین مانگیں تو دو مجھے عطا فرمائیں اور ایک سے منع فرمایا میں نے پروردگار عزوجل سے
 مانگا کہ ہم کو ایسی چیزوں سے ہلاک نہ فرماوے جن سے اگلی اُمین ہلاک ہوئیں تو مجھے عطا فرمایا۔ الحدیث بخو ما سبق عن انس بن
 رواہ النسائی و ابن جابر و الترمذی و قال حسن صحیح۔ ابن جریر نے خالد الخزازی سے روایت کی کہ نبی صلعم نے نماز خفیف یعنی کم قرأۃ
 پڑھی جس کے رکوع و سجود پورے تھے۔ الحدیث اس میں ہے کہ اور میں نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب کرے جو تمھاری جڑ اُکھاڑ دے
 یہ قبول ہوئی۔ قال الامام احمد ثنا عبد الرزاق قال قال عمر الخزازی یوب عن ابی قلادہ عن لاسعث الصنعانی عن ابی اسامہ الرجمی عن
 شداد بن ادس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین لپیٹ دی میں نے اُس کے مشارق و

و مغارب کو دیکھا اور میری اُمت کا ملک عنقریب ہائیک ہو چکے گا جس قدر میرے واسطے لپیٹ گئی اور مجھے سیدروسرخ دو خزانہ عطا ہوئے اور
 میں نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری اُمت کو قحط سے عموماً یعنی عذاب قحط ایسا نازل نہ ہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہو جاوین اور یہ
 دعا مانگی کہ اُن پر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ اُن کو عموماً ہلاک کرنے اور یہ دعا مانگی کہ ان لایسہم شیعاوان لایذیق بعضہم باس بعض یعنی نہ مخلوط
 فرماوے فرقائے مختلف الاہوار اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے مسرت قتل و تذبذب کو تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے محمد جب میں نے
 کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہیں ہو سکتا پس میں نے تیری اُمت کو پناہ دی کہ اُن کو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرونگا اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو
 اُن کے غیر میں ہی مسلط کرونگا کہ ان کو عموماً ہلاک کر دے یہاں تک کہ یہ ہوگا کہ بعض ان میں سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض ان میں سے
 بعض کو قید کرے۔ شداد نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت پر خوف نہیں کرنا گرا ایسے سرداروں سے جو گمراہ کرنے والے
 ہوں پھر جب میری اُمت میں تلوار رکھی جائے گی تو قیامت تک پھر اُن پر سے نہیں اٹھائی جائے گی۔ قال بحفظہ اسنادہ جید قوی میں
 فی شی من الکتاب الستہ و سترجم کہا ہے کہ اہل قولہ اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو ان کے غیر میں سے مسلط کرونگا جو کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے
 یہاں تک کہ الی آخرہ۔ اس سے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اُمت اسلام پر غیر میں سے کسی قوم کا مسلط نہ ہونا اُس وقت تک کہ آپس میں بعضے
 بعض دیگر کو ہلاک کریں اور جب ایسا کریں گے تو غیر میں سے مسلط ہو سکتے ہیں اور صحیح ہو کہ مسلمانوں میں جب تک آپس میں غوریزی نہیں ہوتی تب تک
 کوئی غیر قوم اُن پر مسلط نہیں ہوتی اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم ان پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ نیست کر دے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام
 و توحید پر ہیں اور قولہ یہاں تک کہ یہ ہوگا الخ۔ اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہ ہوگا ہاں یہ ہوگا کہ آپس میں ہلاک کرنے والے ہوں گے اور ترجمہ کہتا ہے
 کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتیں محفوظ ہیں
 یعنی غیر قوم اس اُمت اسلام پر مسلط نہ ہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہوں اور ایسی حالت میں یوں مسلط نہ ہوگی کہ عموماً اُن کو ہلاک کرے
 بخلاف ان لوگوں کے جو حضرت علیؑ علیہ السلام کی اُمت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ ان کو مشرک نہ جانتے
 والوں نے بالکل قتل کر ڈالا تھا امام احمد نے ابو السبرہ غفاریؓ سے مرفوعاً روایت کی جس میں یقین امور مذکورہ کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے
 کہ میں نے دعا کی کہ میری اُمت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث میں
 مذکور ہے کہ ان لوگوں کی جماعت مقتدی تھی اور اپنے الخیات کے جلسہ میں یہ دعا مانگی تھی۔ قال ابن کثیر صحاح ستہ میں سے کسی کتاب
 میں یہ روایت نہیں ہے کہ اس کو یاد رکھنا چاہیے۔ طبرانی نے حضرت علیؑ سے تین امور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اس میں ہے
 قلت یارب لا تسلط علیہم عدوان غیر ہم یعنی اہل المشرک فیتجاہم قال ذلک لک یعنی دوسری دعا یوں مذکور ہے کہ میں نے عرض کیا کہ
 اے میرے پروردگار نہ مسلط فرما یوں لوگوں پر یعنی میری اُمت والوں پر کوئی دشمن ایسا جو اُن کے غیر میں سے ہو یعنی مشرکوں میں
 سے ہو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہے یعنی یہ تیری دعا قبول ہے۔ اور حنی حدیث کو
 ابن مرویی نے ابن عباسؓ سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے چار باتوں کی دعا روایت کی اور جو تھی بات یہ ہے کہ
 میری اُمت سب کی سب کا فرزند ہو جائے۔ تو اس کو قبول فرمایا پھر حافظ ابن کثیر نے اُنار نقل کیے چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ نے قولہ
 قل ہو القادر علی الآتین میں عذاب من الفوق کی تفسیر پھر برسائے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر شرف ہونا بیان کر کے کہا کہ اہل
 جاہ باتیں ہیں جنہیں سے دو ہو گئیں اور دو باقی ہیں۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوریؒ اور ابو جعفر اندلی کے طریق سے ابی بن کعبؓ کی

روایت میں ہے کہ یہ چار ہاتھ بن جنہن سے دو ہاتھ تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گذرین کہ مختلف الہوا ہو کر مخلوط ہوئے اور بعض کو بعضوں سے قتل وغیرہ کی اذیت پہنچی اور وہ باقی رہیں یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین میں دھنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہوئی رواہ احمد و ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ خلفائے عباسیہ میں سے بعض کے وقت میں متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے واللہ اعلم ولکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور حدیث صحیح میں ہے کہ ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ عید کے مقام پر ہونے لگے سب زمین میں دھنس جاویں گے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر و ابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباسؓ سے قولہ عزراہا من فو قلم کی تفسیر گراہ اور گراہ کنندہ سرداروں کے ساتھ اور قولہ من تحتہ ارجلکم کی تفسیر بدکار خادموں کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی اگرچہ توجیہ صحیح ہے لیکن قول اول یعنی جو ابی بن کعب مجاہد وغیر ہم سے پتھروں کی بارش و خسف کا مذکور ہے اور وہ اقویٰ و اظہر ہے اور ابن جریر نے کہا کہ اس کی صحت پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ انتم من فی السمار ان تخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ام اسنتم من فی السمار ان یرسل علیکم حاصبا فتعلمون کیف نذیر اور حدیث میں ہے کہ ضرور اس مدت میں قذفت و خسف و مسخ واقع ہوگا اور سب علامات قیامت میں مفصل مذکور ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آویں گے۔ فانظر - انظر کیف نصیبت الکالیبت۔ اے نظر متبھا کیف نہیں ہم الدلالات علی قدرتنا یعنی تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگوں کے واسطے اپنی ہر طرح اور سر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہیں۔ نَعْتَهُمْ یَعْقُوبُونَ۔ بیلوں ان ماہم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاویں یہ بات کہ جس پر وہ اڑے ہیں وہ سب غلط و باطل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اوپر علوم ہو چکا کہ اولاً وبالذات تو یہ کافروں و مشرکوں کو نمائش و تہدید ہے اور حاصل آنکہ مجھ اور جو اللہ تعالیٰ کے آیات و دلائل پاکیزہ میں نور ایمان سے یا دنی نائل سے بھر رکھتا اور علم حاصل کرتا ہے وہ ان صریح آیات سے ضرور امید کرے گا کہ جن کی نمائش کے لئے ایسے پاکیزہ دلائل بیان ہوئے وہ سمجھ جاویں گے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ یوق مشرک کیونکر نہیں سمجھتے ہیں بلکہ انکے وہ یقین کے ساتھ ہی کہیں گے کہ پاک ہے تو اسے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہی تو ہمارے دلوں کو ہدایت کے اپنے فضل و کمال کے حدتے میں کج نہ فرمانا اور ایمان پر سلامتی و عافیت سے مغفرت فرما کر خاتمہ بخیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار رحمہ الراحین کی درگاہ میں ہی دعا کرتا ہے آمین پھر اس میں اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت و دلالت کی نمائش ہے کہ راہ توحید پرستی قائم ہے۔ قال حافظ۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر نے روایت کیا کہ زید بن اسلم نے کہا کہ جب نزل ہوا قولہ قل هو العا د علی ان سب علیکم الایۃ۔ (یعنی مشرکوں کے شرک کفر و منق و فجور پر تہدید ہوئی ان امور سے اور اہل توحید و اسلام کے کان کھول دیئے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹو لٹو باؤن کافر ہو کر کہ بعض تمھارے تلو اسے بعضوں کی گردن مارین تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے پس بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہوگا کہ بعض ہم میں سے بعض کو قتل کریں حالانکہ ہم مسلمان ہیں تب نازل ہوا انظر کیف نصرت الایات لعلم یفقیون و کذبت بہ قی صلیب مفسر نے کہا کہ ہر اسے بالقرآن یعنی قرآن کو تیری اذم نے جھٹلایا اور بعض نے اس عید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع کی اور مترجم کہتا ہے کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے میں یہ بھی آگیا کیونکہ یہ عید بھی مجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو از انجملہ و عید مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکوں نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہیں جانا۔ اور زید بن اسلم کی روایت میں جو مذکور ہوا کہ بعض لوگوں نے آپس کی قتل و خونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا تو قرآن یا عید مذکورہ کی کچھ بھی تکذیب

نہیں ہو کیونکہ وہ لوگ اس بات کو قطعاً سچ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے چاہے جو کچھ کرے بلکہ ان کے کلام کے یہی معنی ہیں کہ
 آپ نے جو ہم کو آپس کی خو زیزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس میں خو زیزی نہیں کریں گے پس یہ تو عین تقدیر ہے اور
 مشرکین مکہ البتہ جھڑاتے اور سچ نہیں مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک ہو چھٹلایا۔ **وَهُوَ
 الْحَقُّ** حالانکہ یہ قرآن حق یعنی سچ ہے حاصل نیک قرآن میں جو اخبار میں اور جس طرح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہیں سب
 سچ ہیں۔ **قُلْ كَسَبْتُمْ عَلَىٰكُمْ بَلَاءًا**۔ تو ان مشرک کافروں سے کہہ دے کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں تاکہ تمھارے اعمال کی جزا و سزا
 دیدوں میں تو فقط ڈرسانے والا ہوں مشرکوں کافروں کو اور باقی رہا تمھارے اعمال کا بدلہ وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت و
 اختیار میں ہے اور یہ ہاں تو کہہ لیں کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں نہ میں تم پر وکیل ہوں نہ میں تم پر وکیل ہوں نہ میں تم پر وکیل ہوں
 یہ حکم ہوا تمھارے ہذا نسخ ہوگا اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو میں اس امر کا وکیل نہیں ہوں کہ تم کو اس فعل پر
 سزا دوں۔ پھر جب ہمارا حکم ہوا تو ان سے قتال کرنے لگے اور صحیح یہ کہ منسوخ نہیں ہے اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور میں وکیل نہیں ہوں
 کہ تمھارے اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو جی کہ تم فکر و توجہ پر الزام آوے پس تم جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے جتنا نچہ آخر دنیا میں بھی
 ان پر جہاد کرنے کا حکم ہو گیا اور تمہم کے نزدیک ہوا وہی ہے کیونکہ منسوخ کہنا بجز قدرت ہی اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے اور کلام مفسر جہاد
 بھی اسی طرف راجع ہو سکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر نے نہیں کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اسکے بعد ہوا ہے
 اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صاف ہے کہ است علیکم لیکل۔ کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی الہی
 پہنچانا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہے اور موجودہ تفاسیر میں کسی مفسر نے اسکے نسخ کو نہیں لکھا۔ اور ترجمہ نے جو کہا اسی کی صحت پر دلالت
 کرتا ہے جو فرمایا۔ **لَئِنْ تَبَايَعْتُمْ خُبْرًا**۔ وقت لقمہ و لقمہ و منہ غذا لکم۔ شہادتی خبر ہے اور مستقر صیفہ ظرف زمانہ یعنی اور ہر چیز
 کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جس میں اسکا وقوع و استقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر ہو پس حکم
 دیا کہ کافروں مشرکوں سے یہ سمجھاوے اور حاصل آنکہ اسے منکر و تمھارے عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہے تم مت انکار کرو بلکہ
 وقت مقدر پر عذاب پاؤ گے بلکہ فرمایا۔ **وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ**۔ اور عظیم جان جاؤ گے اور یہ ان کافروں کو تہدید ہے
فِي الْعُرُسِ قولہ **قُلْ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يَسْمَعُوا** کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں حملہ ہم و غم سے نجات دینے والا
 ہوں جس نے ہم و غم میں میرا قصد کیا اس کا ہم و غم با ایمان دور ہو اور جس نے کسی اور کا قصد کیا اسکی وجاہت میں ساقط کر دیتا ہوں
 پھر جب بیان فرمایا کہ ہر عزم و نیت کا عمل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے و لیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف
 سکون کرتے ہیں تو ان کو اپنی قدرت الہی سے تہدید فرمائی کہ دوبارہ ان کو عذاب کرے میں بتلا کر دے بقولہ **قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ
 أَنْ يَرْجِيَكُمْ عَلَىٰ عَذَابِهِ**۔ اور قولہ **قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَرْجِيَكُمْ عَلَىٰ عَذَابِهِ**۔ اور قولہ **قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَرْجِيَكُمْ عَلَىٰ عَذَابِهِ**
 و نماز وغیرہ سے تمھارے قدم جھسکاوے کہ بے ہمت کی درگاہ میں خصوصیت کیساتھ قیام نہ کر سکو۔ اور قولہ **قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَرْجِيَكُمْ عَلَىٰ عَذَابِهِ**
 جو اہلقت رکھی ہے وہ دور کر دے۔ اور قولہ **وَيَذِيقُكَ بِأْسِ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ** یعنی ہوا و ہوس اسے ایک دوسرے کی تکفیر کریں۔
وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوفُونَ فِي آلِيكُمْ فَأَتِيَهُمْ فِي حُجَّتِهِمْ مِنِّي هُدًى مِّنَ اللَّهِ
 اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ کہتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر جب تک کہ بکنے لگیں اور کسی بات میں

عَبْرًا لِّمَنْ يَّذُنُّ الشَّيْطَانَ فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

اور کبھی بھلا دے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے افسان قوم کے ساتھ
 مَعَا عَلَى الذِّكْرِ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ شَيْءٌ وَلَكِنْ ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

اور پر ہنیزگاروں پر نہیں کچھ ان کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈریں

وَأَيُّ آيَاتِ الذِّكْرِ يَتَّقُونَ فِي الْآيَاتِ - اور جب تو دیکھے ایسے لوگوں کو جو خوش کرتے ہیں ہماری آیات میں
 یعنی قرآن میں بھٹلانے اور سخرہ پن کے طور پر خوش کرتے ہیں۔ خوش دراصل پانی میں گھسنا اور عبور کرنا اور یہاں مضمون میں
 خوش کرنا عقلی چیز کیلئے محسوس سے استعارہ ہے یا خوش بمعنی خلط ہو کر کہا یقال۔ غاض الماء بالعسل یعنی شہد میں پانی ملا دیا پس مراد
 آنکہ جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں خلط کرتے اور معنی میں تاویل بجا کرتے اور بے پڑھوں پر شہرہ ڈالتے ہیں
 تاکہ کلام الہی کی تحریف و تکذیب کریں۔ فَاتَّخِذْ مِنْهُمْ تَوْبَةً لِّمَنْ يُّؤْمِنُ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔ لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈریں
 کہ وہ فریب کا ضرر تجکو نہ پہنچے اور یہ گناہ عظیم تو کانون سے نہ سنے پھر اس عراض کی حد فرمائی لِقَوْلِهِ حَقِّ يَتَّقُونَ فِي حُدُودِ
 عِبْرًا - یعنی اسوقت تک عراض کر کہ وہ اور کسی بات میں غرض کریں سوائے آیات الہی کے اندر بھٹلانے یا فریب ہی کیواسطے
 خوش کرنے کے۔ غیرہ کی ضمیر مذکر بمعنی آنکہ فی حدیث غیر ہذا الحدیث۔ اور ضمیر مذکور کو آیات کی طرف سمجھنا وہم ہے کیونکہ مراد
 خوش در آیات کی باتیں ہیں اور لفظ صفت حدیث ہے۔ پھر خطاب یا تو ہر شخص لائن خطاب کو ہو یا آنحضرت صلعم کو لفظ خطاب
 ہے اور مراد ہر ذرا پکی امت کا ہر حتی کہ اہل اسلام کو رہا نہیں کہ اپنے لڑکوں کو ایسی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت دین جنہیں ایسے
 مفسدہ کی باتیں ہوں اور جائز نہیں کہ جاہل یا عامی آدمی یہود و نصاریٰ وغیرہ کے وعظ میں سننے کو شریک ہو جبکہ وہ ان کے دہوکا
 دینے والی باتیں جن سے قرآن و حدیث کی تکذیب ہوتی ہو رہ نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح رافضی و خارجی و دیگر بدعتی و کراہ فرقہ مثل نچر وغیرہ
 کی باتیں سننے کا بھی یہی حکم ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف و بھوٹ سے منع
 کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں جھگڑے اور سببیں ڈالیں۔ کتب ہم کتابا ہر کہ وہابی و بدعتی
 اور مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود حنفی مذہب شافعی مذہب اہلے بھی اسی جھگڑے میں مبتلا ہیں اگرچہ حقیقت میں یہ لازم
 تھا کہ کتاب و سنت کو بدین جھگڑے و تعصب کے ان مجتہدوں سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے۔ محمد بن علی سرور ایت ہے کہ اصحاب
 الاہواء انھیں لوگوں میں سے ہیں جو آیات الہی میں خوش کرتے ہیں۔ مقاتل نے کہا کہ مشرکین مکہ میں جب قرآن سننے تو اس میں
 خوش کرتے بدین غرض کہ فریب سے بھٹلاویں اور شک ڈالیں تو اصحاب رسول اللہ صلعم نے کہا کہ ہم کو ان کی باتیں سننے اور ساتھ بیٹھنے میں
 نقصان ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُناری مترجم کتابا ہے کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہیں اگرچہ اس روایت
 کے معنی ٹھیک ہوں۔ وَإِنَّمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ هَلْ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ عَمَّا دَرَأَ وَغَامُ كَرِيحًا أَوْ رِيحًا أَوْ رِيحًا أَوْ رِيحًا أَوْ رِيحًا
 دو قرآءتہ میں ایک قرآءتہ۔ اسکو نون بدون تشدید کے ہی قرار معروفین میں سے اکثر کی قرآءت ہے اور دوم یعنی تشدید نون اور
 یہ ابن عامر کی قرآءت ہے اور نسی و النسی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی دونوں متعدی آتے ہیں معنی آنکہ اور اگر شیطان بھول میں ڈال دے
 تجکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا۔ فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ تو مت بیٹھ بعد یاد آجانے کے قوم ظالم کے ساتھ۔

قولہ بعد الزکری - بعد تذکرہ - اس کے یاد آجانے کے بعد پس ذکر ہی مصدر ہو اور الف لام عوض مضاف الیہ ہر اسے بعد ذکرہ - اگر کہا جائے
خوض کرنے والوں کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجانے کے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہیں کہ فلا تقعد بعد
الذکر ہی مہم - لیکن بجائے ضمیر کے جس کا مرجع خالصین ہے ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خالصین قوم ظالم ہیں اور ظلم
ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بے محل کھی گئی پس جن خالصین کا حال مذکور ہوا وہ بھی چونکہ آیات الہی کے نصائح و وعظ و ہند و معافی حق و ولایت
توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تادیل و افضی کے بجا و فریب آمیز تاویلین کرتے اسلئے ظالم قرار پایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق وغیرہ
پر صادق ہو پس اگر ایسا بجا خوض کیا کہ کفر تک پہنچا جسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین یعنی کافرین ہوں گے ورنہ ظالمین
ہوں گے اور جو لوگ ایمان و یقین کیساتھ آیات الہی میں علوم اخلاق و حکمت لیسے کو خوض کرتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہیں بلکہ مستحب
ہے لہذا مفسر نے جو ضنون بالاستہزار کی قید لگا دی پھر سو سے بیٹھنا عمدہ ہے اور حدیث میں آیا کہ میری امت سے خطا و نسیان و جہر
وہ زبردستی سے استکراہ کئے گئے ہوں دور کیا گیا ہے اور قولہ انانیستیک - یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آ جاوے تو ان کے ساتھ
بیٹھئے - کذا قال السدی عن ابی مالک سعید بن جبیر و کذا قال مقاتل بن حیان اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا
سمعتم آیات اللہ کفر بها فاستہزا بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخروجوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلتم الایۃ - اس میں قد نزل سے اشارہ بیان کی آیت
کی طرف ہر پھر مفسر سیوطی نے لکھا کہ جب یہ حکم اترتا تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب کافروں نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم
وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد میں بیٹھ نہیں سکتے اور طوائف نہیں کر سکتے تب نازل ہوا - وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُونَ اللہَ مِنْ
حِسَابِهِمْ اِلَّا الضَّحِیْن قَوْلٌ زَائِدٌ شَئْیٌ اِذَا حَابَسُوْهُم و لکن عظیم ذکر بھی تذکرہ لہم و مواعظہ لعلکم تتقون الخوض یعنی اور انہیں سے
ان لوگوں پر جنہوں نے تقویٰ کھا اللہ تعالیٰ سے خوض کرنے والوں کے حساب میں سے کچھ بھی ولیکن متقیوں پر واجب ہے کہ خوض کر نیوالوں
کو یاد دہانی اور نصیحت کرین شاید وہ خوض سے پرہیز کریں - مترجم لکھا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو خوض کر نیوالوں
کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب میں سے ان کے نامہ اعمال میں کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود متقی رہیں ولیکن متقیوں پر ان کو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے
پس ذکر ہی فروع مبتدأ محذوف الخبر ہے اور سیل الرفع ہوا لوجوب یعنی واجب عظیم ذکر ہی - اسی واسطے مفسر نے عظیم خبر کی طرف مقرر کیا - پھر
واضح ہو کہ بنا بر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور ان کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب
تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے و لیکن یہ شرط کہ ان کو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کریں اور شیخ ابن کثیر نے روایت ابن ابی حاتم
من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیر ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یقون من حسابہم من شیء - کہا کہ یہ معنی کہ جب انوں نے ان سے
اعراض و پرہیز و نہارہ کر لیا تو پھر خوض کرنے والوں کے عذاب سے کچھ حساب نہیں ہر وہ خوض کیا کریں - قال حافظ اور مجاہد و ابن جریر
وسدی وغیر ہم نے کہا کہ یہ معنی نہیں بلکہ معنی انکہ اگر متقی ان خوض کر نیوالوں کے ساتھ بیٹھیں تو متقیوں پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہیں
قال حافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ یہ حکم سورہ نساء دینیہ سے منسوخ ہے اور وہ قولہ تعالیٰ انکم اذا مثلتم الایۃ ہے اور ان علماء کے قول پر
قولہ ولیکن ذکر ہی لعلکم تتقون کے معنی کہ ولیکن ہم نے تم کو ان سے اعراض کا حکم اس واسطے دیا کہ جس حال خراب میں وہ پڑے ہوں اس سے پرہیز
ہو کر تقویٰ اختیار کریں اور پھر ایسا نہ کریں و بعض نے لکھا کہ یہ خصیصۃ ابتدائے اسلام میں تھی کہ جب مسلمانوں پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت
طاری تھی پھر سورہ نسا کی آیت دینیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الایۃ سے خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت

م
۱۳۷
مشاہد الرحمن

منسوخ ہوئی۔ قال المترجم یہ عجیب ہے اس واسطے کہ سورہ نسا مدنیہ کی آیت مصدرہ میں خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یا د
 دلانی جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خائفین کیساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھو گے تو تم بھی اٹھیں گے۔ پس آیت سابقہ مکئیہ یعنی جو
 یہاں اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہوئی یا رخصت کے معنی میں ہوئی تو اس کے حوالہ پر جو بلاست کے
 معنی میں ہو سکتے ہیں جن میں یہ آیت کے معنی وہی ہیں جو سعید بن جبیر سے مروی ہوئے ہیں اور سراج میں کہا کہ جہود کے نزدیک حکم
 ہے کیونکہ خبر پر نسخ نہیں داخل ہوتا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہے۔ پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ و لکن ذکر می کے
 یہ معنی ہوں گے کہ بعض ان خوض کرنے والوں کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف سابقہ نہیں بلکہ اعراض کر دو اور کافروں و
 خوض کرنے والوں کو نصیحت کرو۔ قال المترجم اس میں خلیجان یہ ہے کہ مکہ میں قبل ہجرت کے مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ اپنے کو چھپائے اور
 بچائے رکھتے تھے پس امر معروف و نہی از منکر اس وقت علانیہ ان پر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہے اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین اتیت
 کے یہ ہیں کہ جن ایمان والوں نے خوض استہزاء و تکذیب کرنے والوں کی مجلس سے اعراض و تجنب کیا ان پر ان مسخروں کے عذاب سے
 کچھ بھی نہیں ہوگا لیکن ان پر خود اپنے نفس کو واسطے وعظ و تذکرہ واجب ہے یا یہ اعراض ان کو نصیحت کے طور پر ہے جس سے ان کو خود تقویٰ کا
 مرتبہ کمال ہوئے۔ قال المترجم پس علم کی ضمیر بجانب الذین یقون یعنی موصول کی طرف راجع ہے اور پہلا تقویٰ از تجالس خائفین ہے
 اور بعض نے جو کہا کہ متقین کی طرف لعلہ کی ضمیر راجع کرنا بعید ہے تو یہ وہم و غفلت ہے فانہم والذین علم۔ و ذلک الذین ترک کر دے ایسے
 لوگوں کو جنہوں نے اتخذا فی دینہم الذی کفوا بہ۔ بنا لیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کئے گئے تھے یعنی قرآن و حدیث
 رسول کے طریقہ کو تعباً و کھوا با استہزاء ہم۔ تعب لہ یعنی لہو تعب بنا لیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھکلاتے اور ظلم و انصاف
 کے ساتھ اس میں خوض کرتے ہیں و غفرتہم الذین اتوا اور مغرور کیا اور فریب میں ڈالا ہے ان کو دنیا کی زندگی نے یعنی اپنی
 پیدائش سی زندگی دنیاوی میں مقصور سمجھتے ہیں اور بعث و حشر کے اور جزا و قیامت کے قائل نہیں ہیں حاصل آنکہ ایسے لوگوں سے
 کچھ تعرض مت کرو اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا۔ کذا قال المفسر اور ظاہر مفسرہ کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پہلے کو منسوخ ہو گئی ہے
 کیونکہ بنا تفسیر مذکور کے اس وقت میں مارنے بیٹھنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا لیکن صیغہ امر
 جو یہاں مذکور ہے یعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا۔ بعض نے کہا کہ
 وہیم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکوں نے خود نکالا تھا کہ بتوں کے واسطے بحیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جا نور مرد ہی کھاتے
 اور بعضے فقط عورتیں اور بعض میں دونوں شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل و تماشہ ہیں۔ اور قادی نے لہو و لب
 کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی اٹھوں نے اپنا دین بھی کھانا پینا و ناچ تماشا وغیرہ بنا لیا اور زندگی دنیاوی نے ان کو اپنا
 فریضہ کر لیا اور بیبادی نے لکھا کہ مراد آنکہ اٹھوں نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے دین رکھا جسکا
 کچھ نفع بھی ان کی طرف فی الحال یا انجام کار میں عام نہیں جیسے بتوں کی پرستش اور بحیرہ و سائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ
 اور حاصل آنکہ ان کے اقوال و افعال کی کچھ پروا نہ کر اور ان سے اعراض کر مترجم لکھا ہے کہ اعراض سے یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ان
 کو فہمیش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض بمعنی بے پروائی ان کے ناکارہ افعال سے ہے قال بن کثیر
 یعنی انکو چھوڑو اور ان سے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانیں لے رہے ہیں اسی واسطے فرمایا۔ و ذکرہ لہ عذاب النار

بالقرآن۔ اور ان لوگوں اور دوسروں کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور ان کو قیامت کے عذاب الیم سے متذیر دلا۔ اَنْ تُبْسِلَ نَفْسٌ مِمَّا كَسَبَتْ
اے لان لا تسلم الی الملائک بما عملت تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے سبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار
دیا اے کر اہتہ ان تبسلی یعنی بوجہ مکر وہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے بسبب
نفس میں معنی حرام و ممنوع ہو۔ بولنے ہیں کہ ہذا بسبب علیک۔ یہ بظہر حرام و ممنوع ہو۔ یا سبب مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور
اسد باسل۔ کیونکہ شیر محفوظ و ممنوع از دیگر جانور ہو یا شکار اسکے پنجے سے چھٹنا ممنوع ہو اور ایساں یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت میں
سونپنے سے بقال البسلت ولدی یعنی خون کے عوض میں نے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہو گا پس تبسلی معنی تسلیم الی الملائک
ہے یعنی کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت و عذاب الیم کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس من نجا ہر د عکرمہ و احسن
والسدی۔ قال ابو البی عن ابن عباس اے فضیحت ہو۔ قال قتادہ۔ یعنی مجوس مہربون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ
ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہیں اور یہ ہاخذ قولہ تعالیٰ کل نفس بما کسبت رسیئۃ الا اصحاب الہین الآیہ۔ حاصل آنکہ
مشترکوں کے افعال ناکارہ کی پروا امت کر اور ان کو بھی دوسروں کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکر وہ ہے یہ بات کہ جہالت میں
کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ کیس لہما عن ذون اللہ قرطبی ولا شیخ۔ درحالیکہ اس نفس
کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم میں سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے کوئی اسکا مددگار و سفارشی ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ
عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ ہونے دے۔ وکان تعدیل کل تعدیل کالیوم حن منہا۔ اے وان
تعدیل فدا لایؤخذ منہا ما تعدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دیوے بھی تو نہ
چھوٹے۔ پس ضمیر لایؤخذ منہا ما تعدی بہ کی طرف راجع ہے یعنی نہ لیا جاوے اس سے وہ جو کچھ فدیہ میں دیوے۔ عدل معنی برابر کی
وفدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہیں پس عدل یعنی تبدیل ہے۔ اور تعدیل یعنی یہی جنہوں نے دین کو لودوب بنا یا
الذین ابسلیو مما کسبتوا۔ یہی ہیں وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کئے گئے ہیں سبب اپنے کمائے ہوئے کاموں کے۔ پھر دوسری خبر
جملہ مسانفہ بیان حال ان بدکاروں کا یہ ہے۔ لہم شراک ما یشرکون ان کے واسطے پینے کی چیز ہیں چھبیم نہایت درجہ کرم
پانی سے۔ حدیث میں اور دوسری آیات میں ہے کہ اس سے آئین کٹ کر سنگی۔ وکان اب الیہم مما کالوا انکفر موت۔
ما مصدر یہ ہے اے سبب کفر ہم اور عذاب مولم ہو سبب ان کے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل کو اپنا پروردگار
جاننا اور اسکو وحدہ لا شریک نہ پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کتاب رسول کو
بھیجا تو بڑا احسان جان کر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر بھروسے دکھلا دیتے
پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اسپر خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس میں نہ آوے پھر رسول کتاب الہی سے ٹھٹھول
کرنا نہیں معلوم کس درجہ بدتر ہو پھر رسول کو ایذا دینا اب کمان اسکی اتھار ہے۔ لیکن کافر لوگ و طرد و زندیق جب عذاب سنتے ہیں تو
کہتے ہیں کہ کسی گناہ پر اتنا عذاب غلات عدل قیاس ہے حالانکہ اپنی خطا گناہ کو شریک کچھ نہ سمجھا اور اس نے عذاب الہی بھی ایسا ہی
سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پائے ہوئے بوسے کسی دوسرے کو دے سکتے ہیں اگر غور کرنا تو یہ بھی اُسے شان باری تعالیٰ میں اسکی
عظمت و شان کبریائی میں سخت بے ادبی کی پس وہ کفر و شرک سے سخت ڈرے اور عذاب الہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے

اور چند روز بعد مر گیا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہو گا۔ اے بندہ جو بندگی نہ کر دی، ازبن گنہگار دار و دیوار اور تو دگر خدا نہ واری اور آرزو نہ دروار دہا۔ فی العرائس۔ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اولیاء و مؤمنین سے یہی عہد کر لیا کہ بندوں کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیاء علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہو کر پس اولیاء بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا کرینگے تو قصور کرنے والے ہوں گے قولہ وذر الذین اتخذوا دینہم الآتیۃ یعنی یہودوں کو چھوڑ دے جو جہان کے خطوط میں مشغول ہو گئے ہیں تاکہ اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محبوب ہیں۔ حسین نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہو کر ہم سے محبوب ہو اور اپنی عیادت دنیاوی سے مالوس اور اسپر مغرور ہو اور درحقیقت یہ موت ہو اور زندگی وہی جو حق تعالیٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بہو وہ لوگوں کو چھوڑ دے کہ وہ فہم و

حقائق سے مغرور و محروم ہیں۔
 قُلْ اَنْتَ عُوَا مِنْ حُدُوں اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَا لَا یَضُرُّنَا وَتَدْرُکْ عَلٰی اَعْقَابِنَا

تو کہ کیا ہم بکارین اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور ہر جاہلین اے پادان
 بَعْدَ اِذْ هَدٰی سَا اللّٰہُ کَالَّذِیْ اسْتَهْوٰتُهُ الشَّیْطٰنُ فِیْ مَا لَا دُرِبَ

جس اللہ ہم کو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جمل میں
 حٰیْرَانَ لَہٗ اَصْحٰبُکَ یَدْعُوْنَہٗ اِلٰی الْہُدٰی اٰتِنَا قُلْ اِنَّ ہُدٰی

بکتا اُسکے رفیق بکار تے ہیں راہ کی طرف کہ آجہارے پاس تو کہ اللہ نے راہ بتائی
 اللّٰہِ ہُوَ الْہُدٰی وَاَمْرًا نَّسَلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَہٗ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

اور ہم کہ حکم ہوا ہے کہ تالیج رہیں جان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز
 وَاَقِیْمُوا طَوَّعًا مِّنْ اٰیٰتِہٖ تُحٰشَرُوْنَ وَہُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اس سے ڈرتے ہو اور وہی ہے جسکے پاس رکھو گے اور وہی ہے جس نے مٹھک بنائے آسمان
 وَاَلْاَرْضِ بِالْحَقِّ وَاٰیٰتِہٖ یَقُوْلُ کُنْ فِیْکُنْ ہَقُوْلَہٗ الْحَقُّ وَاٰیٰتِہٖ

اور زمین اور جس دن کے گا ہو تو ہو جائے گا اُسکی بات سچ ہے اور اسی کی
 الْمَلٰٓئِکَۃُ یَوْمَ یُنْفِیْہُنَّ فِی الصُّوْرِ عَلِیْمُ الْغُیْبِ وَ الشَّہَادَۃُ وَہُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ

سلطنت ہو جس دن چھو نکا جاوے صور چھپا اور کھلا جانے والا اور وہی ہے تدبیر والا خبر دار
 قَالَ لَمَّا رَجَعْنَا قَالَ لِسَادِیْ رَحْمَۃُ اللّٰہِ مَشْرُکُوْنَ لَمَّا نَزَّلْنَا عَلَیْہِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا یٰۤاٰیٰتِہٖ یَقُوْلُ کُنْ فِیْکُنْ ہَقُوْلَہٗ الْحَقُّ وَاٰیٰتِہٖ
 سے کہ کیا ہم عبادت کریں۔ من دُونَ اللّٰہِ غَیْرِہٖ خَدَا سَ مَا لَا یَنْفَعُنَا عِبَادَتُہٗ۔ وہ چیز جو ہم کو نہ نفع دیوے اپنی عبادت سے
 وَا لَا یَضُرُّنَا۔ اور نہ ہم کو ضرر دیوے اسکی عبادت چھوڑنے سے فائدہ اور یہ چیز بہت ہیں حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم
 کو اسکی عبادت سے نفع پہنچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہنچے کیا ہم اسکو بکارین و عبادت کریں۔ وَ تَدْرُکْ عَلٰی

ثالث

اتَّقَاتِنَا۔ اور اپنے پچھلے پاؤں لوٹیں یعنی مشرک ہو جاویں۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ بَعْدَ اِذْ اٰنٰكُم بِمِ مَّا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت فرمائی ہو حاصل نہ کہ ہم ایسا نہ کریں گے جس کی مثال یہ ہو۔ كَالَّذِي اسْتَفْوٰتَهٗ اٰصْلَتُهٗ۔ مانند ایسے شخص کے جس کو بھٹکا دیا۔ الشَّيْطٰنُ فِيْ اَلْاَذْنِ شَيْطٰنُوْنَ نے زمین میں یعنی سفر کے درمیان جنگل میں در حالیکہ وہ حَبْرَانَ ہے۔ یعنی متحیر ہے نہیں جانتا کہ کدھر جاوے یہ لفظ استہوتہ کی ضمیر ہمارے سے حال اقع ہو یعنی کیا ہم ایسے ہو جاویں جیسے کسی کو سفر میں شیطا نون نے آوارہ کر دیا۔ اور حال یہ کہ لہٗ اَضْحٰبٌ اس کے ساتھی لوگ ہیں کہ تَيِّدُوْا اِلٰى اَلْمُدٰىحِ اسکو ہدایت کی طرف بلائے ہیں یعنی تاکہ اسکو سیدھی راہ پر کر دیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ اٰذِنْتَ ہمارے پاس آ جا کر وہ نہیں ماننا بلکہ شیطا نون کی راہ بھٹکانی ہوئی پر جاتا ہے پس ہلاک ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اندعو امین استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر زد ہے اسے نزد حال کو نسا کالذی الخ۔ اور بعض نے کہا کہ استہوتہ۔ از ہوی ہوی یعنی نزول از اعلیٰ باسفل ہے یعنی شریح اسکو اٹھا لیکے اور زمین پست میں ڈال دیا لیکن قولہ کہ اصحاب الخ۔ اس معنی سے چند ان مناسب نہیں ہو۔ حاصل نہ کہ مشرکوں کو مومنوں نے جو اسٹیا کہ ہم تمھارے ہمارے میں مشرک ہو کر ایسے شخص کے مانند نہ ہو جاویں گے جس کو شیطا نون نے جنگل میں راہ بھٹکا دی حالانکہ اسکے رفیق بلائے رہے کہ اسے سیدھی راہ یہ ہو ادھر آ کر نہ مانا اور اندھا ہو تو بن کر شیطا نون کی راہ جا کر ہلاک ہو گیا۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک مثل ہے بتوں و بت پرستوں کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر بلائے ہیں اور ان لوگوں کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلائے ہیں مثال یہ ہے کہ ایک آدمی راہ میں حیران ہو اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل میں پکارا کہ ارے ادھر راہ پر آ اور اسکے ساتھیوں نے پکارا کہ ادھر راہ پر آ۔ پس گراول کی بات پر چلا تو مراد اور دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جس نے بتوں کی عبادت کرنے کی راہ بتانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہوں یہاں تک کہ موت آئی اور ہلاک ندامت پھیل گئی۔ قال ابن کثیر۔ قولہ کالذی استہوتہ الشیاطین۔ یہ شیاطین غول بیابانی ہیں کہ آدمی کو اسکے نام واسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ لیجاتے ہیں اور وہ راہ پر بھٹاتا ہے حتیٰ کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت میں ڈال دیتے یا پیاس سے مر جاتا ہے اور بسا اوقات خود کھا جاتے ہیں قدر وہ ابن جریر عن ابن عباس کہ قولہ اصحاب یہ عنہ الی الہدی۔ و تقدیر کلام انکہ اور وہ ان کو بلائے کو نہیں سنا اور ماننے سے انکار کرتا ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ میں ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ پھر کہ راہ پر آ جاتا لہذا فرمایا۔ خَلَقَ اِنَّا هٰذِہٖ اَنْتَ ہُوَ اللّٰہُ هُوَ اللّٰہُ الٰہی۔ اسی الاسلام ہو الہدی و ما عداہ ضلال۔ کہہ دے کہ اسلام ہی ہدایت ہے اور جو اس سے متما و زہے وہ گمراہی ہے۔ و اللّٰہُ خَلَقَ النَّسْلَ لَہٗ اَمْرًا نَابَانَ لِسَلْمِہٖ مَّحْمُودٌ کُنْہٗ مَہِیْنٌ کہ ہم سب اسلام لاویں و توحید و انقیاد کریں۔ لَسِرَتِ الْعَالَمِیْنَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَیْلَہٗ اَنْ اَقْبَمْنَا عَطْفَہٗ بِسَلْمِہٗ اَوَّلِہٖ نَدُوْرَہٗ اے و امر نابان اقیوم الصلوٰۃ اور ہم کو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو وَ اَلْقُوْا وَاَلْقُوْا اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اور تقوی رکھو اللہ تعالیٰ کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہے خبر دار ہو کہ سب اسی کا حکم ہے۔ وَ هُوَ الَّذِیْ اَلْبَسَ یُحْشِرُوْنَ یَجْعَلُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الْحِسَابَ ہِیَ ہُوَ کہ جس کی طرف مشور ہو گے یعنی حساب کے لئے قیامت کے روز جمع کئے جاوے گے پس اسکی شان میں عصیان بے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہو۔ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ هِیَ بَاطِنٌ۔ اور اسی نے آسمانوں و زمین کو پیدا کر دیا در حالیکہ مٹن ہو یعنی انکی پیدائش پروردہ و باطل نہیں۔ وَ لَیْوَمَّ یَقُوْلُ لَکُنْ فِیْکُوْنٌ۔ اور بیان کر دے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شئی کے واسطے فرما دیگا۔

اور پٹ الیاء پٹ ڈال جائیں گی اور ٹکے بوڑھے ہو جائیں گے اور فرغ سے شیاطین بھاگ کر اقطار میں پہنچیں گے پس ملائکہ آکر ان کے منہ پر مار کر پھر لوٹائیں گے اور لوگ بنی آدم کے اٹے بھاگیں گے لیکن حکم الہی سے ان کو محفوظ رکھنے والا کوئی نہیں اور آپس میں لوگ ایک دوسرے کو پکارتیں گے اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو یوم القنار فرمایا پھر اسی حال میں ہونگے کہ ناگمان زمین ایک قطر سے دوسرے قطر تک چاک ہو جائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھیں گے کہ کبھی ایسا نہیں دیکھا اور اسکی وجہ سے ان کو ایسا کرت ہول سماویگا کہ اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھیں گے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پٹ جائیگا اور نارے کھر جاویں گے اور سورج و چاند میں گن گن جاویگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں میں سے کسی کو ان باتوں سے آگاہی نہ ہوگی۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ یا رسول اللہ قولہ تعالیٰ یوم یفزع فی الصدور ففرغ من فی السموات ومن فی الارض الا من یشاء اللہ اسمین اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو مستثنیٰ کر لیا ہے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے اور فرغ ان ہی لوگوں کو ہو چکا جو زندہ موجود ہیں اور شہید لوگ تو اللہ عزوجل کے یہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اس فرغ سے بچایا اور مومن فرمادیا ہے اور یہ فرغ تو عذاب الہی ہے جو اسکی نہایت شری مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا یوم انزلنا الساعۃ شی عظیم یوم ترہنا تدہل کل مضئعہ عما ارضت وتضع کل ذات عمل حملہا وترى الناس سکامی واما ہم سکامی وکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس بلا میں پڑے ہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے لیکن اسکو زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اسراہیل کو نوحہ صحن کا حکم دیکھا پس وہ صحن کو چھوٹے گا پس آسمانوں و زمین والے مصعوق ہو جائیں گے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے یعنی مر جاویں گے سوائے ان کے جو مر کر زندہ ہوئے اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو استثنا کیا اور اموات صحن کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ اعلم۔ پھر جب ٹھنڈے ہو جائیں گے تو ملک الموت اگر حضرت ہادی تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ آسمانوں و زمینوں کے سب لوگ و چیزیں سب مر گئیں سوائے انکے جسکو تو نے چاہا ہے اور تعالیٰ جواب دہتا ہے فرمادے گا کہ کون باقی رہا وہ عرض کرے گا کہ تو پاک زندہ جو نہیں مرے گا اور عرض کئے اٹھائیوں اے اور جبرئیل و میکائیل باقی رہے ہیں پس عرض بقدر الہی گو یا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبرئیل و میکائیل بھی مر جائیں گے حکم ہوگا کہ جب ہو کہ میں نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت ہیں ہر موت لکھی ہے پھر جبرئیل و میکائیل مر جاویں گے پھر ملک الموت عرض کرے گا کہ اے پروردگار وہ دونوں مر گئے پھر اللہ تعالیٰ جواب دہتا ہے ارشاد کرے گا کہ کون باقی رہا وہ عرض کرے گا کہ تو پاک الٰہی الذی لا موت باقی رہا اور میرے عرش اٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مر جاویں اور عرش کو حکم دیکھا اور اسراہیل سے صحن لے لیا پھر فرمایا کہ کون باقی رہا اور اللہ تعالیٰ جواب دہتا ہے کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کرے گا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات وصفات کو ذوال ینین ہوا میں ہا ہوں پس فرمادے گا کہ تو میری مخلوق میں سے ایک بندہ ہے میں نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب تو مر جا پس وہ مر جائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہے گا جو واحد قہار ہے نہ اسکا ہٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی آخر میں ہے تو آسمانوں و زمینوں کو مانند سجل کتاب کے لپیٹ کر پھر ان کو بچھا دیکھا پھر تین مرتبہ ان کو ملفوف کر لیا پھر فرمایا کہ میں اللہ اللک الیوم تین مرتبہ فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیکھا خود فرمایا اللہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات مطویات الخ۔ پھر دونوں کو بچھا دیکھا اور سطر کر لیا پھر ان کو تان لیا جیسے اویم حکاطی ہوتا ہے کہ ان میں نیچا اونچا کچھ نہ ہوگا پھر مخلوق کو ایک زجر فرمایا کہ تو وہ اس آسمان و زمین تبدیل شدہ میں ویسی ہی ہو جائے گی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ نیچے اور

لہ احوال پھر
اموات ہیں شیوا
یوم ذوال ینین ہوا
الذی میں بچھو
لہ جیسے لپٹ
لیپٹ دیکھیں
۱۲

جو اوپر تھے وہ اوپر بوجائے گی پھر اوتعالیٰ زیر عرش سے اپنے پانی برساوے گا پھر آسمان کو حکم کرے گا وہ چالیس روز تک ان پر پانی برساوے گا یہاں تک کہ بارہ گزان پر او سنا ہو جائے گا پھر جسموں کو حکم کرے گا پھر وہ بقل و طرائیث کی طرح او گین گے جیسے تھے ویسے ہی ہو جائیں گے پھر حکم ہوگا کہ حاملان عرش زندہ ہوں وہ زندہ ہو جائیں گے اور حکم آئی سے اسرافیل پھر صویر کو لیکر اپنے منہ کو لگا دیگا۔ پھر اوتعالیٰ کے حکم سے جبریل میکائیل زندہ ہونگے پھر اوتعالیٰ ارواح کو بلاوے گا پس وہ لائی جاوے گی ان میں سے مومنوں کی روحیں نور سے چھپاتی ہونگی اور کافروں کی روحیں سیاہی میں تھڑھی ہونگی ان سب کو لیکر صویر میں ڈالے گا پھر اسرافیل کو لفظ صویر کا حکم دیگا اس میں سے روحیں مانند شہد کی کھپوں کے نکلیں گی اور آسمان و زمین کے درمیان پھر جائیں گی پھر فرماوے گا میری عزت و جلال کی قسم ہر روح اپنے جسم میں جاوے پس روحیں زمین میں داخل ہو کر تھنوں میں گھسیں گی اور اجسام میں وان ہوگی جیسے زہریلے کپڑے کے کاٹے ہوئے میں پڑے پھیلیا ہے پھر تم سب لوگوں کے اوپر سے زمین منق ہوگی اور میں سب سے اول ہوں جسکے واسطے زمین منق ہوگی پس سب لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف روان ہونگے اور کافر کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے نکلے پاؤں نکلے بدن بے ختنہ۔ پس سب ایک مقام میں کھڑے ہوں گے اور مدت تک جس کی مقدار ستر برس ہو کھڑے رہیں گے نہ تھاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا لوگ زمین گے یہاں تک کہ آنسو منقطع ہو جائیں گے۔ پھر خون روئیں گے اور پسینے میں تر ہوں گے یہاں تک کہ گردن باٹھوڑی تک پہنچے گا اور کہیں گے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کرے گا کہ ہم میں فیصلہ فرماوے۔ کہیں گے کہ سولے تمھارے باپ دم کے کون اس لائق ہے اسکا اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اس میں پھونکی اور سامنے کلام کیا پس دم پاس آوے نکلے مگر وہ انکار کرے کہ میں کچھ بول نہیں سکتا پس نبی بنی کر کے ہر نبی کے پاس آوے نکلے اور ہر نبی ان پر انکار کرے گا۔ یہاں تک کہ میرے پاس آوے نکلے پس میں شخص کی طرف جاؤں گا اور سجدہ میں گر پڑوں گا اب ہر پرہیزگار نے کہا کہ یا رسول اللہ شخص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ عرش کے آگے ہی بیٹھا رہو نہ بھاگنا کہ اوتعالیٰ اپنا فرشتہ میری طرف بھیجے گا وہ میرے بازو پکڑ کر اٹھاوے گا اور اوتعالیٰ فرماوے گا کہ خدا ہے عرض کروں گا کہ ہاں اے پروردگار فرماوے گا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ اوتعالیٰ سب کچھ دانا تر ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق میں میری سفارش قبول فرما کر ان میں فیصلہ کر دے۔ حکم ہوگا تیری سفارش قبول ہو میں اگر تم میں فیصلہ کروں گا میں لوٹ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوں گا پھر ہم کھڑے ہوں گے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہو لنگ سنیں گے۔ پھر آسمان اے اسیقدر اترے نکلے جس قدر چوڑی آنسو زمین میں جن میں سے قریب ہونگے تو زمین اُنکے نور سے چکنے لگی اور وہ قرینے سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جائیں گے ہم اُن سے کہیں گے کہ کیا تم میں ہمارا پروردگار ہے وہ کہیں گے کہ نہیں پھر اتنے گونہ اور اترے نکلے یہاں تک کہ رب العزت بارہ ابر میں سے ملائکہ کے نزول فرماوے گا اور اُس دن عرش کو اٹھا اٹھانے والے لئے ہوں گے اور آج کے روز وہ چار میں ان کے قدم زمین زیرین کے چڑھیں اور زمین و آسمان انکی کرتک ہیں اور عرش اُنکے کاندھوں پر ہے ان کی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہین گے سبحان ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملک الملکوت سبحان الہی الذی لا یموت سبحان الذی یبیت الخلائق و لا یموت سبحان قدوس قدوس سبحان ربنا رب الملائکہ و الروح سبحان ربنا الذی یبیت الخلائق و لا یموت۔ پھر اوتعالیٰ اپنی زمین میں اپنی کرسی جہان چاہے گا رکھے گا۔ قال المستزہم یعنی کرسی الہی وضع پر ہوگی کہ زمین اسکے زیر میں فیصلہ والوں کیلئے مستقیم ہو اور یہ مطلب

نہیں کہ زمین کے اندر کسی سما جاوے گی۔ فافہم۔ پھر آواز دی جاوے گی کہ اے گروہ جن وانس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اول تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا خاموش چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال سننا اور اعمال دیکھتا رہا۔ تم اپنے نامہ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور جو بد اعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو دلا مت کرے پھر اللہ تعالیٰ ہم کو حکم کرے گا اس سے ایک گروہ دراز کھلیگی پھر فرماوے گا کہ اللہ اعلم بالصواب یعنی آدم ان لا تعبد الشیطان اللہ تکم عدوہ بین وان اعبدوہ فی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جملاً کثیراً انکم لولا تعقلون ہذہ ہنم الہی کستم لوعدون۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ وامتاروا الیمم ایہا الجہنمونی۔ پس اللہ تعالیٰ لوگوں کو الگ فرماوے گا پھر ان کو الگ کرے گا اور انہیں گھٹنوں کے بل بیٹھائے گی۔ اول تعالیٰ فرماتا ہے وتری کل امة جائتہ بہر اامت اپنی کتاب کی طرف سے بلانی جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سوائے جن انسان کے فیصلہ فرماوے گا حتیٰ کہ وحوش کے درمیان وہاں تک کہ فیصلہ فرماوے گا حتیٰ کہ سینکڑوں سے بے سینکڑوں کے کا بدل لینگا جب کسی کا حق حقوق نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ فرماوے گا تم سب خاک ہو جاؤ پس یہ دیکھو کہ فرمایا ہے کہ یا لعینت کنت تراہا۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا پس سب سے پہلے جس کا فیصلہ ہوگا وہ خون بہن اور راہ خدا میں جو مقتول ہوئے ان کے چہرے پھینکے گئے اور جہاد شیطاں کفر و ظلال میں تباہ یا مقتول ہوئے وہ خواہ ہوں گے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جسے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلمہ لیا جائے گا اور کوئی مظلمہ نہ رہے گا جو کسی ظالم سے مظلوم پر کیا ہے مگر آنکہ بعض لیا جائے گا حتیٰ کہ اگر دو دھبے واسے نے پانی لایا تو اس سے الگ کر لیا جائے گا اور کمان الگ کر سکتا ہے اسکو عذاب کیا جائے گا جب یہ امور فیصلہ ہو جائیں گے تو آواز دینے والا اس طرح آواز دینگا جسکے سب مخلوق سینگے کہ خبر دار ہر گروہ اپنے معبود کو لیکر و رزخ میں جائے۔ یہی فرمایا۔ لو کان ہولاء اللہ ما ردوہا وکل فیہا خالدون۔ پھر جب باقی رہیں گے سوائے مومنوں کے جنہیں منافق شامل ہوں گے۔ تب آوے گا اللہ تعالیٰ جس شان سے چاہے گا اور فرماوے گا کہ اے لوگو تمہاری اپنے مبنوں کے ساتھ آئی تم بھی اپنے معبود سے جا ملو تو کہیں گے کہ اللہ ہم تو سوائے اللہ وحدہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں پوجتے ہیں ہم نہیں جاوینگے پس اللہ تعالیٰ ان کپشت ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرماوے گا جس سے پہچان جاوے گی کہ اول تعالیٰ ان کا پروردگار عزوجل ہے پس سجدہ میں اُس کے سامنے گر پڑینگے لیکن منافق لوگ وندھے گدی کے بل گینگے اور اول تعالیٰ ان کے بیٹوں کو صیاحی لہر کے مانند کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اُن کو سر اٹھانے کا حکم دینگا پس سر اٹھاوینگے۔ اور ہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائے گا جیسے ہال یا تلوار کی دھار اس پر کلاہیٹ خطاطی اور سردان کے سے کاٹے ہوں گے حکم ہوگا تو پلک مارتے یا بھلی بھکتے یا ہوا چلے یا گھوڑے دوڑتے یا سواریا پیدل دوڑتے گزروینگے کسی نجات پانہواے پر سلامتی رہے گی اور کسی کو خدشہ ہوگا یعنی جیسے پھل گیا اور کوئی اوندھا ہنم میں گرے گا پھر جب جنت والے جنت تک پہنچے تو کہیں گے کہ کون ہمارے لئے پروردگار سے سفارش کرے گا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس اُسے اور اسکے انکار کرنے کا ذکر کر کے کہا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آوے گے اور میرے لئے پروردگار کے پاس میں شفاعت میں ہوں میں جہنم جنت پر آوے گا اور دروازہ کھلو اور نکالو جہاں اللہ و مر جا لکھو لاجائے گا جب میں جنت میں داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار پر پڑے گی پس سجدہ میں گر پڑوے گا پس اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد و تجلیل سے ایسی چیز تعلیم فرماوے گا جسکی کسی کو مخلوق میں سے اجازت نہیں ہوتی ہے پھر کہا جائے گا کہ اے محمد سر اٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے ملیگا پھر جب میں نے سر اٹھا یا تو اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ اول تعالیٰ جانتا ہے عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے اہل جنت کے بارے میں شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔

حکم ہوگا کہ میں نے سفارش قبول کی اور ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس نیت کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم دنیا میں اپنی ازواج و مساکن کو اسقدر نہیں پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج و مساکن کو پہچانیں گے پس ہر مرد ان میں سے بہتر ایسی جو دونوں کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالیٰ ایجا دکرے دیکھا اور دو عورتیں اولاد آدم علیہ السلام سے ہوں گی جن کو ان بہتر فضیلت ہوگی کیونکہ ان دونوں نے دنیا میں اور تعالیٰ کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب روزی و نوح میں جائیں گے تو ان میں بہت سی وہ مخلوق بھی پڑ جائیگی جو پروردگار کے اوپر اسلام لائی تھی ان کو ان کے اعمال نے ہلاکت میں ڈالا بعض کو ان کے قدموں تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک حتیٰ کہ بعض کو تمام بدن سے سوائے چہرہ کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اُس کا اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری اُمت سے لوگ دوزخ میں نہ حکم ہوگا کہ نکال لو تو جبکہ تم ہیجا لو پس نکالے جائیں گے یہاں تک کہ ایسا کوئی نہیں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیکھا سو کوئی نبی و شہید نہ رہے گا مگر انکے شفاعت کرے گا۔ ابی آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ باہر مشہور۔ پھر طبرانی نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث میں مذکور ہیں اور اسکے بعض الفاظ میں نکارت ہے اسکو اسمعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ نے متفرداً روایت کیا اور اس اسی کے بارہ میں اختلاف ہے چنانچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضحیف کی اور اکثر محدثین ائمہ نے اس کی حدیث منکر ہونے پر تنصیب کر دی ہے مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث میں تامل ہے لیکن منجملہ ضعف میں اسکی حدیث لکھی جاوے قال ابن کثیر اس سے اس حدیث کی اسناد میں جو کثیرہ مختلفہ ہیں میں نے ان کو ایک علیحدہ جزو میں جمع کیا ہے لیکن اسکا سیاق غریب ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق میں بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا گیا اور میں نے اپنے استاد شیخ حافظ ابوالحاج مزی رحمہ اللہ سے سنا کہ میں نے ایک کتاب لید بن مسلم کی دیکھی تھی میں نے اس حدیث کے بعض باتوں کے ہمہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہے۔ قال لمرجسہم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدو رسا فرہ میں بعد ایراد اس حدیث کے کلام کیا ہے اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث میں بعض باتیں لوصحاح کی روایت میں خود ظاہر ہیں اور بعض باتوں سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہے کہ ترتیب اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہیں اور متفرق احادیث میں جو مضامین ثابت ہیں ان میں سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہے اگر غلطی کی تو اللہ تعالیٰ اسکو عفو کرے۔

والکلام فی المتفردات بانی فی تفسیر الآیات انشاء اللہ تعالیٰ فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت امر عیبی ہے اور راہ ہدایت ہی طریقہ ہے جو انبیا علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کئے ہیں اور یہی اسکے عرفان مشاہد حاصل ہونے کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسکے انھیں بندوں کو ملتا ہے جو معرفت والے ہیں اور معرفت والا وہ ہے جو قضا پر راضی ہو اور بلا رعبیر کرے اور جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے۔ قولہ افرنا لیسلم لرب العالمین۔ شیخ ابوعثمان نے کہا کہ بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کرے اور جاری قضا پر راضی ہو پھر اسکی نماز کا حکم دیا اور اس میں سستی کرنے سے ڈرایا بقولہ وان ایتوا الصلوۃ واتقوا۔ نماز کی اقامت یہ ہے کہ عبودیت میں ربوبیت کا ظہور ہو اور حالت

خدمت میں مشاہدہ کا چاند نظر آوے بقولہ علیہ السلام تعبد اللہ کانک تراہ۔ تقویٰ اس مقام پر یہ کہ نماز میں او تعالیٰ سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام
 ہیبت و اجلال مناجات ہو اس سے پرہیز کر کے تھارے دل پر سوائے او تعالیٰ کے اور کچھ خطور کرے پس او تعالیٰ کے مشاہدہ سے محروم
 رہو گے۔ ابن عطاء نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم الہی کے ساتھ مخلوط رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالیٰ کیساتھ حد ادب پر
 نگاہ رکھے از انجملہ یہ کہ اول تو سوائے او تعالیٰ کے کچھ خطور نہ آوے۔ قولہ الرحمن ولله الملك الائم۔ یہ گناہ او تعالیٰ نے عدم سے وجود
 میں اس تمام خلقت کو جو ہر پیا ہوگی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کی واسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر
 سے کاف و نون کے واسطے پس ہر دو حرف میں سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور ان کے درمیانی نون سے تمام حوادث
 کا ظہور ہوتا ہے پس اسکے کہ لوز ذات کا افعال صفات سے اور لوز صفات کا افعال سے اور لوز امر کا کاف و نون سے ہوا ہے
 پس مراد انبی اس سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی جو اس کے علم ازلی میں ہے وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے
 متحقق ہوتا ہے اس خوبی کیساتھ کہ ایک ذرہ بھی ایمین سے خلل پذیر نہیں ہوتا۔ اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہے کیونکہ
 اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سبحانی از اول الابد کبھی اسکی انتہا نہیں ہے اور نہ کبھی تغیر و فنا ہے حسین نے کہا کہ وہ حق ہے اور جو کچھ حق سے ظاہر
 ہوتے وہ خواہ مخواہ حق ہوگا یعنی صحیح و صادق واقعی ہوگا باطل و دروغ نہیں ہو سکتا پس قولہ الحق اسکی کہ وہ حق عزوجل سے صادر ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِكْفِيهِ الْإِذْرَ أَنْتَجِدُ أَصْنَامًا لِلْهَيْهَاتَ جِإِيْ أَرَاكَ وَقَوْمَكَ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آرزو کو تو کیا پڑتا ہے مورتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ

صریح بھی ہوئی اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان

وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۚ فَلَمَّا جَبَّ عَلَيْهِ السَّيْلُ

اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب ابھری آئی اُس رات کو

رَأَى الْكُوفَةَ قَالَ هَذَا رَبِّي قَالَ لَا جِبُّ الْكَافِلِينَ ۚ

دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا جگہ خوش نہیں آتے چھپنے دے

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَأُنَبِّئَنَّ

پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا ہے رب میرا ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہو الولا سے قوم میں ہزاروں ان سے جگہ تیرے

بِأَنزِعَةٍ قَالَ هَذَا رَبِّي وَهَذَا الْبُرْجُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ لِقَوْمِ إِثْرِ مِمَّا

جھکتا بولا ہے رب میرا ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہو الولا سے قوم میں ہزاروں ان سے جگہ تیرے

قال اذ قال ابراهيم كبريا اذ - واذا قال ابراهيم لابي له الذی لقبه آذر واسمه تارح - یعنی بیان کر بطور نصیحت کے جبکہ کہا ابراهیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آذر تھا اور اصلی نام اسکا تارح تھا آخر میں حائے مہملہ ہر چنانچہ قابوس میں بھی باب الحار المہملہ میں مذکور ہے اور بعض نے بخارج ضبط کیا۔ وضاہک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابراهیم علیہ السلام کے باپ کا نام آذر نہ تھا بلکہ تارح تھا رواہ ابن ابی حاتم و کذا فیما سندہ عن عکرمہ عن ابن عباس کہ آذر بت کا نام ہے اور ابراهیم کے باپ کا نام تارح تھا اور مان کا نام مثلی اور جبر و کا نام سارہ اور ملوکہ ہندی کا نام ہاجرہ تھا۔ قال ابن کثیر دہذا قال غیر واحد من علماء النسب - مجاہد و سدھی نے کہا کہ آذر بت کا نام ہے قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسپرہ نام غالب ہو گیا ہو قال ابن جریر - شاید اس کے دو نام ہوں آذر و تارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہے کہ اسکے باپ کا نام آذر تھا قال ابن کثیر - یہ قول جید قوی ہے قال لسترجم مفسر نے شاید تارح و نسب بیان کرنے والوں کی جماعت پر نظر کر کے یہ اختیار کر لیا کہ آذر لقب ہے اور تارح نام ہے اور بت دہی ہے جو ابن جریر نے کہا جیسا کہ ابن کثیر نے اسکی تجوید کی ہے اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی یہود و نصاری سے سنا ہوا مدعی ہوا ہے اور اسی پر دلالت کرنا ہے جو سراج میں لایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں کہا کہ ابراهیم بیٹے ہیں آذر کے جبکہ نام تورت میں تارح ہے پس ابراهیم کے باپ کے دو نام ہونے چھبے یعقوب و اسرائیل دونوں حضرت یوسف کے باپ کے نام تھے اور بخاری نے انفراد میں روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ابراهیم علیہ السلام اپنے باپ آذر سے ملیں گے اور آذر کے چہرہ پر فرقت و عبرت ہوگی الی آخر الحدیث پس اس میں مصرح کر دیا کہ آذر ان کا باپ تھا۔ قال ابن کثیر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مصرح فرمایا کہ واذا ذکر فی الکتاب ابراهیم انه کان صدقاً نبیا اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد الا لیسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئاً الا یات۔ اور اس میں ہے کہ باپ کو کہا کہ سلام علیک استغفر لک بنی الآئیہ۔ اور فرمایا وما کان استغفار ابراهیم لابیہ الا عن ہودہ وعدہا ایہ الآئیہ۔ اور صحیح حدیث میں ثابت ہوا کہ قیامت کے روز ابراهیم اپنے باپ آذر سے ملیں گے پس آذر اٹھے کہ میرے بیٹے آج کے روز میں کچھ تیری نافرمانی نہ کرونگا پس ابراهیم علیہ السلام عرض کر بیٹے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ بروز نبوت تجھ کو خلیفہ نہ کرونگا اور اس سے بڑھ کے کیا خواری ہے کہ میرا باپ دور پڑے پس کہا جاسیگا کہ اے ابراهیم تجھے دیکھیں دیکھیں گے تو نظر آویگا کہ ایک بدخ ملتے ملتے ہیں اسکے چاروں پاؤں پھر کر آگ میں پھینک دیا جائیگا۔ قال لسترجم پس صحیح و صواب یہ ہے کہ ابراهیم کے باپ کا نام آذر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ اہل تاریخ و نسب اگلے اہل کتاب نے کہا ہے کیونکہ تورت میں تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہے اور بعد آیات و احادیث صحیحہ کے کسے مجال نہیں ہے کہ آذر نام ہونے میں کلام کرے فی السراج آذر نام ہونا صحیح ہے اور یہی ثابت ہے اور اصلی نام تارح نہیں اور کہا کہ وہ کوئی نام گاؤں کا رہنے والا تھا جو سواد کو فہم میں ہے پھر کشانی لوگ جہاں یہ موجود تھا وہاں اسے یہ اعتقاد کرنے کہ آسمان میں ستارے موجود آتے ہیں اور زمین میں بت ہیں پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے ہیں جب اس ستارے سے تقرب چاہتے تو اس کے نام کے بت کو پوجتے تھے تاکہ اس ستارے کی یہاں سفارش کرے تو ابراهیم علیہ السلام نے ان پر انکار کیا اور ان کے فساد پر تنبیہ کر کے کہا۔ اکتبتن ان اصبت صا الیہۃ۔ یعنی اللہ ہاتا ہے ما میں جسکی کہ ان کی عبادت کرتا ہے اور یہ استفہام تو سنی بطور ملامت کے اور اس میں حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی۔ یعنی آذرا لکن قومک فی حنذل متبین۔ یعنی بسبب

سہ ماہی نجاست آردہ نام

بتوں کے مجبور بنانے کے چکرو اور تیری قوم کو میں حق سے کھلا دوڑ بھٹکا دیکھتا ہوں اور معنی آنکہ یقین جانا ہوں اور یہ لوز نبوت سے مشاہدہ تھا جسکو دیکھنا فرمایا۔ وَكَذَلِكَ اسے کہا اربناہ اضلال برسیہ و قومہ كذلك غرضی ابراہیم مملوک ملک الشفوات و الاک و ضلبت علی و حدایتنا۔ جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ و باپ کی قوم کی گمراہی د کھلا دی ایسی ہی ہم د کھلاتے ابراہیم کو ملک سموات الارض تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پاوے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقات میں شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور اس سے ولی معرفت سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جانتا خوب ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویتفکرون فی خلق السموات و الارض بنا ما خلقت ہذا باطلا۔

سماںک فقنا عذاب النار۔ اور یہ بھی میسر ہوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طور پر واقف ہو اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو۔ اور جو لوگ فلسفی طریقہ سے ایمان غرض کرتے ہیں وہ بڑے کام میں پڑے ہیں بلکہ طریقہ تفکر و تحقیق ہدایت آئی ہے۔ وَ لَيْسَ كُنَّ مِنَ الْمُؤْتَبِرِينَ یعنی ان اشیا پر ان کے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو۔ واضح ہو کہ قولہ وکذالک نرمی سے یہاں تک جملہ مشرفہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین و تصدیق میں حد کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور ہاں قوم کو ہدایت ایسا چھ طریقہ سے بتلانے تھے پس پہلے تو ان کو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو رہے ہو جب نہ مانے تو وہ ہوا جو آگے فرمایا۔ فَكَلَّمَآجِبَّ عَلَیْبِهِ الذَّكْوَلُ یعنی رات کی اندھیری چھائی تو ستر الکو کب ایک روشن ستارہ دکھا۔ قال فی المذکرک جسکو وہ لوگ پوجتے تھے۔ قال المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مدارک میں کہا کہ یا مشرعی تھا اور مشرجم کہتا ہے کہ یہ قول بے دلیل ہیں اور بہت بعید ہیں کیونکہ ظہور زہرہ و مشرعی کا بہت خفی ہوتا ہے اور اس تینوں سے کوئی غرض متعلق نہیں صرف اتنا بیان چاہئے کہ ایک ستارہ دکھا۔ قال لقومہ وکانوا انجائین۔ تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم کے دین پر تھے اگر کہا جاوے کہ یہ کہاں سے تفسیر فرمائی کہ خود اپنے آپ نہیں کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ قال یا قوم انی برمی مما تشرکون۔ بالجملة خود یقین پر تھے اپنی قوم کو الزام دینے اور قائل کہ کے توحید کی راہ سوچھانے کو قوم سے کہا کہ ہذا آرتی یعنی تم لوگوں کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار یہ ستارہ ہے۔ فَكَلَّمَآقَلَّ جِبَّ عَرُوبٍ ہو گیا و فاسب ہو گیا قال لا اُحِبُّ الْاَفْلَیْنِ۔ تو فرمایا کہ میں عرب ہو جانے والوں کو نہیں دوست رکھتا ہوں کہ ان کو مجبور و بنا لوں کیونکہ پروردگار پر تعمیر اور ایک حال سے دوسرے حال منتقل ہو جانا نہیں روا ہے کیونکہ تغیر و انتقال تو حادث کی شان سے ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ تم لوگوں نے اپنی پسند و خواہش نفسانی سے بدون راہ اللہ عقل کے مجبور بنائے ہیں کیونکہ عقل نہیں روا رکھتی کہ تغیر منتقل ہو سیرا لا مجبور آلہ ہووے لیکن اس دلیل نے ان لوگوں میں کچھ کام نہ کیا اور آرزو قوم کے لوگ سمجھے تو پھر ان کو تبلیغ فرمائی۔ فَكَلَّمَآقَلَّ جِبَّ عَرُوبٍ ہو گیا و فاسب ہو گیا قال ہذا آرتی قوم سے کہا کہ یہ میرا رب ہے یعنی تمھارے اعتقاد کے موافق۔ فَكَلَّمَآقَلَّ جِبَّ عَرُوبٍ ہو گیا و فاسب ہو گیا قال ہذا آرتی قوم سے کہا کہ یہ نہیں خواہ اول میں یا حالت ثبات میں چنانچہ مجھو ہدایت فرمائی ہے اگر اسپر عکس ثابت نہ رکھے لکن مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّیْنَ۔ تو میں بھی گمراہ قوم میں سے ہو جاؤں۔ اس میں قوم پر تبلیغ فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر ہو ہوش میں آؤ اور پروردگار حق عزوجل کی ہدایت مانلو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا۔ فَكَلَّمَآقَلَّ جِبَّ عَرُوبٍ ہو گیا و فاسب ہو گیا قال ہذا آ۔ اس لفظ ہذا سے اشارہ ہے کہ شمس کی طرف اور وہ اگرچہ مونث سماعی ہے لیکن یہاں خبر کی رعایت تھی کہ خبر اسکی مذکر ہے اسے ہذا المرئی سرتی ہذا آگے قوم من الکو کب و القمیر یہ میرا رب ہے یہ بڑے بڑے ہوتے یعنی انتہا کر دی کہ کوکب کا وہ حال ہو اور قمر کا یہ حال ہے اور اب نجوم و ستاروں میں سے ایک ہی آفتاب ہے

بڑا رہا ہے۔ فلما آفلت جب وہ بھی دیکھا تو تعجب و امان ہو سکتا ہے اور قوم پرچت پوری ہو گئی مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو قال لبقا اراخت
 بیتی و ما تشیر کون یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا تارے یا اور کوئی چیز جو میں سے بری ہوں
 بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا۔ مشرک بولے کہ تو پھر کیا پوچھا ہے تو کہا۔ ایتی و تجمت و سجحت فصدت بعبادتی۔ میں نے اپنی عبادت
 کرنے سے مقصود رکھا۔ اللہ ہی فطرۃ السموات و الارض۔ اس ذات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ
 حنیفاً۔ مائلاً الی الدین الیقیم۔ در حالیکہ میں تمام دینوں سے منہ موڑ کر دین یقیم و راہ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں۔ و ما آتانا
 من المشرق کین۔ اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ مشرک کر نیوالوں میں سے قال لستہم شیخ امام الحافظ العواد نے لکھا
 کہ مفسرین نے اس مقام پر احتمالات کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیم کی نظر تھی باقوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے
 علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ انہوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عزوجل کی معرفت حاصل کی اور مشرک و بتوں کو سب چھوڑ کر
 توحید آئی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر نے خود اختیار کیا ہے بدین دلیل کہ اسلم ہدینی زبلی لاکون الایہ۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا
 یہ نظر کرنا تو حیدر و دلیل لینا حضرت ابراہیم سے اس وقت ہوا کہ جب اس گھوڑے میں سے نکلے تھے جسمیں ان کی الدہ بخون غرود بن
 کنگان کے ان کو وضع کر آئی تھیں کیونکہ غرود ہر جگہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو بخونوں نے خیر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہو گا
 جو تیری سلطنت جانی رہنے کا سبب ہو گا پس اس خوف سے ان کی الدہ بروقت وضع حمل کے قریب نہر کے پہاڑ کے گھوڑے میں جا کر
 وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے یہ بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں اور حضرت ابراہیم کی غذا ان کی انگلیوں سے
 رو دو وغیرہ خود کھاتا تھا۔ قال الحافظ۔ اور محمد بن اسحاق نے بیان حیدر بائین خوارق عادات و کرامات الہی کی نقل کیں جیسے اور
 مفسرین سلف خلف نے بیان کی ہیں۔ قال لستہم مانند آنکہ ہر ساعت مثل ان کے اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے
 بڑھتے اور نشوونما پاتے تھے اور یہ تھے جب ان سے کہا کہ تیرا ب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا ب کون ہے وہ بولی کہ
 غرود تو فرمایا کہ غرود کا ب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور وہیں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں
 استدلال کیا اور چھوڑ مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا۔ و فی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی
 قولہ ہذابی یعنی ہذابی۔ کیا میرا ب یہ تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فان مت فہم الخالدون۔ یعنی اہم الخالدون۔ تاویل سوم آنکہ
 قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ سکھایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اس طرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص
 نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد پوری ہیں اس نے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گردیدہ ہوئے۔
 یہاں تک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اس نے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجز می گردو انہوں
 نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اس نے رائے دی کہ اللہ عزوجل کی طرف گڑ گڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور
 کر دی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ قالوا اصح یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پرچت لانے کے طور پر ذکر کی
 مستحکم کہتا ہے کہ یہی مفسر جلال نے اختیار کیا۔ وقال الحافظ حق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ
 کرتے تھے تاکہ ان پر کھل جائے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں وہ بالکل باطل ہے پس باپ کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ

توں کی پرستش میں جنکو ہیکل سما و نیکی صورت سمجھا ہو خطا و غلطی پر ہو اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستاروں کی پرستش میں تم خطا کا غلطی پر ہو
 قال المترجم سورہ قصص میں انشا اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قصہ توں کے توڑنے اور کافروں کے پہلے جھگڑنے پھر نادوم ہونے کا بیان
 ہوگا پس شاید توں سے فی الجملہ مشرکوں کو ندامت ہو چکی ہو تب ان پرستاروں کی پرستش میں غلطی ظاہر فرمائی بالجملہ مقصود یہ کہ
 ستاروں کی پرستش اور ان میں الوہیت گمان کرنا عرض غلط ہو بالجملہ پہلے کو کب کے حق میں ظاہر کیا کہ یہ الوہیت کے لائق
 نہیں یہ تو حکم الہی عودہ بل کے تحت میں مخر ہے کہ جس طرح حکم سے برابر جلتا ہے ذرہ برابر بھی عدل حکمی نہیں کر سکتا جیسے اور اجرام
 سماویہ روشنی واسے ہیں پھر اس سے زیادہ روشن قمربین ہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج میں ہی
 ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برات ظاہر کی اور ان لوگوں کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض
 والنجوم وکل شیء کی طرف عبادت کے لئے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ابراہیم اس مقام پر اپنے واسطے نظر
 کر نیوالے ہو دین حالانکہ ابراہیم کے حق میں اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد آتینا ابراہیم شدہ من قبل وکنناہ عالمین۔ اذ قال لابیہ و قومہ
 ما ہذہ التماثیل الی انتم لہما عاکفون الایات۔ اور قدرت اسلام پر سب پیدا ہونے میں پناہ آیت و احادیث سے مصرح ہو چکا ہے
 ہیں سب خلق کے حق میں ایسا ہو تو ابراہیم تو ایمان اولی ہونے پر نسبت تمام لوگوں کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے بلا شک و بلا ریب
 اور مجملہ ان امور کے جو ان کے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہیں ایک یہ کلام الہی بھی ہے جو آگے فرمایا یعنی و حاجہ و مہ قال اما جو تھی
 فی اللہ الخ مترجم کہتا ہے کہ عنقریب اسکی تفسیر آئیدہ مذکور ہوگی مجھے درمیان میں تفسیر العرائس الثاویر ہے اور آرا بالفرض ابراہیم اس مقام
 پر ناظر ہوں تو یہ ایک طریقہ ہدایت الہی کا خاص ہے کہ ارأۃ ایک تو بطور بیان کے بدن مناشس ہو اور وہ انبیاء علیہم السلام
 سے ہدایت اسلامی ہے اور دوم ہدایت الہی ہے یعنی راہ دکھانا بمعنی حقیقی پس او تعالیٰ نے انکو حقائق اسشیاء کو دکھلا دیا کہ قال تعالیٰ
 وکذک لک ہی ابراہیم ملکوت السموات والارض الایۃ۔ قال ابن کثیر ابن جریر وغیرہ نے عطا ربیع بن جبیر و سعید بن جبیر وغیرہم حکم اللہ سے
 حکایت کیا کہ آسمان ان کی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتی کہ جو چہ آسمان پر سب لیا ابراہان تک کہ عرش تک نظر ہو چکی اور ساتون زمینیں
 بھی اسی طرح کشادہ ہوئیں۔ کہ اذ قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیم نے سنان کو گناہوں میں آکو وہ اور گناہ کرتے دیکھ کر
 ان پر بد دعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے ابراہیم میں تجھ سے زیادہ اپنے بندوں کا دیکھنے والا ہوں اور عوفی نے ابن
 عباس سے اسکے مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیر جو محل کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ و معائنۃ اسکو دیکھا اور احتمال
 ہو کہ بطریق بصیرت و علم ہو جیسا کہ امام احمد و الترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلعم
 نے حضرت رب تبارک و تعالیٰ کو خواب میں دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فتمتصم العطار الاعلیٰ فقلت لا ادری
 فوضع کفہ بین کتفی حتی و جدت بردہا بین یدئین فخلی فی کل شیء الحدیث۔ میرا رب میرے خواب میں آیا احسن صورت میں فرمایا کہ اسے محمد
 ملا علی کس چیز میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا مجھے دریافت نہیں ہے پس نبی پہنچلی میرے دونوں ہونڈھوں کے درمیان رکھی پس
 میں نے اسکی خشکی اپنی جھاتیوں کے درمیان پانی پھر میرے لئے ہر چیز کھلی لی الخ مترجم کہتا ہے کہ کذا ذکر الحافظ اور یہ بخلی صدی
 کے اقسام میں سے ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حدیث روایت منام مذکور کو ترمذی نے صحیح کہا ہے پس نسخہ صحیح ترمذی میں ہے کہ ہذا حدیث
 حسن صحیح۔ اگرچہ موجودہ نسخوں میں حسن پرکتفا ہوا ہونے فی العرائس قولہ۔ وکذک لک زوی ابراہیم ملکوت السموات والارض الایۃ جیسے

ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل میں خلعت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان زمین دکھلائے یعنی ملکوت سماوات ارض سے جو انوار ذات و صفات ظاہر ہیں وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تاکہ خلعت ثابت ہو اور وہ محبت میں راسخ و مستقیم تھا پس شوق جمال قدیم بڑھ جاوے اور تاکہ بواسطہ ملک ملکوت کے مقام یقین میں ہمارے لقاء کے مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہو جائے قال المترجم یہ تصریح ہے کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا و اللہ اعلم۔ ابو سعید خرازی نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت رکھیں اور واعظین میں ہوں۔ فارسی نے کہا کہ یہ ابتداء اعلام غیب ہے کہ نفس میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ باقی نہیں رہتا اور مشائخ کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہے۔ قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونوں قول جمع ہو گئے باہم طور کہ حضرت ابراہیم نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود ان کو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہائے مرتبہ معرفت ہے اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلاوے اور اپنے واسطے اس میں سے دقائق و نکات و حل اعتراضات سے علم حاصل کرے فلیتأمل بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تاکہ انکی طرف توجہ نہ ہوں اور ان سے خالق کی طرف جا دین اور بعض نے کہا کہ مشغول باسئال ہوئے تو خالق کا انکشاف فرمایا پس سب سے بیزار ہو گئے اور کہا کہ انی وجہت وہی للذی اکتف۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کذکب نری فرمایا اور یوں نہ فرمایا کہ کذکب رای ابراہیم۔ کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروغ سے غیر مفید ہے اور صدق دیدار چشم معرفت از ہدایت ہی ہے۔ فافہم۔ قولہ فلما جن علیہ الیل اسی کو کہا۔ بجز امتحان کے ہے کہ دیدار قدم سے حادث میں مشغول نہ ہوں پس کہ کب شعری کو منور بفعل حاصل دکھلایا پس خلیل علیہ السلام نے تہیب سے کہا کہ کافر و مشرکوں کے زعم میں ہی میرا پردہ گا رہے ہیں حضور ارادت ہو اور نور قربت سے تربیت پائی اور مقام خلعت میں پہنچا پس جب معدن ذات سے توصف کا ظہور ہو اور نور فیل حاصل کا قمر میں دکھانے فعل میں صفت کا مشاہدہ کیا اور زبان شوق سے ہزارہی کہا پس دور خلعت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق میں پہنچا اور دیادت طلبی کا بیجاں ہوا پس نور ذات کا صفات میں اور صفات کا افعال خاصہ میں ظہور ہو کر سورج سے ظہور ہوا پس جب صفا و وقت حاصل ہوئی تو سورج سے مشاہدہ جلال قدم پاکر زبان عشق سے ہزارہی کہا پس غیرت قدم نے اگر اسکو دیدار قدم میں وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجر و کر دیا کہ وسائط تمام عظمت قدم میں غائب غروب ہیں اور ظہور قدم تجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام وسائط سے بیزار ہو گئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ لا احب الا فلین۔ یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب نیست و ساقط ہونے والیوں نہیں چاہتا۔ اور عقل سے جو دیدار قمر یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا حظ چاہتے تھے۔ کہا کہ لیس لم یرئی ربی لاکون من المقوم الضالین۔ یعنی ایسے لوگوں میں جو خواص صفات کے دیدار سے مقام التباس میں پڑے رہے۔ قال المترجم فر کے دیدار سے بیزار ہی کرنے میں کہا کہ لیس لم یرئی ربی۔ اس میں اشارہ ہے کہ معرفت رب تبارک تعالیٰ حاصل تھی فافہم۔ اور قلب سے جو مقام عشق میں وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احراق سے بچتا تھا کہا کہ انی ہر می ما شکر کن۔ یعنی بلا واسطہ دیدار نصیب ہونے پر دیدار وسائط سے بیزار ہوں اور انی وجہت وہی للذی فطر السموات والارض یعنی میں اس ملک قدیم کی طرف متوجہ ہوں جبکہ انوار فعل سے ہر وسیلہ کا ظہور چنانچہ کہا۔ صیفا یعنی مالک از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکائے ہوئے و اما من المشرکین جو مشرک کر نیوایا ہیں کہ وسائط پر نظر رکھتے ہیں بلکہ میں اپنے پردہ دگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہوں کہ اسی سے میری بقا رہو۔ اور واسطی نے کہا

کہ قولہ لکن لم یبدئی یعنی اگر مجھ کو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھے گا اس مشاہدہ میں جو میں نے ظہور و کشف افعال خاصہ مقام التبت میں دیکھا تو میں مجھ تک جہاؤنگا اور ان کو کوئی نہیں ہے جو جہاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف بھٹکے اور اپنی صفات سے ہاتھی ہیں۔ قولہ انی برئ مما تشرکون بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے میں شرک کرنا اولوں سے بری ہونے کیونکہ سوائے اول تعالیٰ کے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف دلیل نہیں ہے کہ قال المترجم یہ قول بہت حیران کن ہے اور یہی تحقیق ہے لیکن اہل نظر پر الزام ہے کہ مناظر سے معرفت ظاہر ہے پس توحید ان پر لازم ہے لیکن یقین ہے کہ ہدایت بدون اول تعالیٰ سبحانہ کے ناممکن ہے اگرچہ افلاطون کیوں نہ دلیل لاوے چنانچہ آخر افلاطون و ارسطو کے سب کافر رہے۔ فافہم۔ قولہ یا انا من الشکرین وسطیٰ جگے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہو سکتا ہے اور ہدایت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص اس سے کہینہ و طلال کرے تو مشرک ہے اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے و قد نبہ علی تلک الاشارة الشیخ العباد بن العباد الخوصی الشامی کہ راہ عبد الداری جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی زہمت و جہی یعنی قلب کو میں نے اپنے خالق کا مطیع کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوا اور جس کی قدرت سے یہ مخلوق ہے وہ خوب ہی قادر ہے کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچاوے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہیں ہیں۔ بعض نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے۔ اول مقام انفاقہ جس میں بزبان دعا و کلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ الآتية۔ دوم مقام معرفت جس میں بزبان شکر کلام کیا کہ الذی یوہب یعنی یسقیم الآتية۔ اور سوم مقام معذرت جس میں بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین الآتية۔ چہارم مقام محبت جس میں بزبان سوگت کلام کیا بقولہ انی برئ مما تشرکون پنجم مقام معرفت جس میں بزبان انبساط کلام کیا بقولہ رب ساری کیف تھی الموتی ششم مقام محبت جس میں بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبریل نے جنہوں نے آگ میں پھینکے جانے لگے اگر کہا کہ آپ کو کوئی حاجت ہو تو مجھے فرمائے تو کہا اسے جبریل بخاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہیں ہے پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر تھے بلکہ قوم پر حجت لائے و مناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہے۔ قولہ تسانے۔

وَحَاجَّتْهُ قَوْمُهُ قَالُوا أَحْتَضِرُونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِي وَكَأَخَافُ
 اور اس سے بھگڑتی ہو اسکی قوم بولا مجھ سے بھگڑتی ہو اللہ اور وہ مجھ کو سوجھا چکا اور میں ڈرتا نہیں
 مَا تَشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ تَشْكُرَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا
 ان سے جو شریک بھرانے ہو اسکا کہ میرا رب کچھ جانتا ہے سوائے میرے رب کی علم سب چیزوں کو
 أَفَلَا تَذَكَّرُونَ هُوَ كَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ
 کیا تم ڈھیلا نہیں کرتے ہو اور میں کیونکر ڈرون تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے کہ شریک بھرانے جو
 بِإِلَهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ
 اللہ کے ساتھ جس پر نہیں اتاری اُسے تم کو کچھ سند اب دونوں فرقوں میں کس کو چاہئے مناظر ہے
 إِنَّ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ
 اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے اور ملای نہیں اپنے یقین میں کچھ تفسیر انھیں کو ہے

وقف لا

۹
۱۵

لَهُمُ الْأَمْثِلُ وَهُمْ مُسْتَدْرُونَ هُوَ تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى

خاطر جمع اور وہی ہیں راہ پائے اور یہی دلیلیں ہیں کہ ہم نے دی ابراہیم کو اسکی قوم سے
مقابلہ درجے بلند کرتے ہیں جسکو چاہیں تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار

وَمَا تَجِدُ قَوْمًا يُضَاهَوْنَ حَاجِبًا مَعْنَى جَهْلًا أَوْ جَاهِلًا كَمَا بَيَّنَّا فِي آيَاتِنَا إِنَّ هَذَا قَوْمٌ كَافِرُونَ
ہو جاوے کیونکہ مشرکوں کے پاس ایسی دلیل کہاں تھی اور شاید کہ طرفین سے حاجت تھی پس حضرت ابراہیم کی دلیل حق کو حاجت فرمایا
مفسر نے معنی اول پر اکتفا کر کے لکھا کہ معنی آنکہ قوم نے ابراہیم سے اسکے دین توحید میں جھگڑا کیا اور دھمکا کیا کہ اگر بت چھوڑ دیکھا تو وہ ہمارے
میبوس و شکر برائی ہو سچا دین گے۔ قَالَ آتَيْنَاهُ حُجَّتًا فِي ذَاتِنَا اللَّهُ - بولا کہ بھلا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں۔ وَقَدْ هَدَيْنَا
وَالْحَالِ إِنَّ قَدْرَهُ الْإِبْرَاهِيمَ - حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک قرآنہ میں سچا جوئی کے نون کو تشدید ہے بائین طور کہ نون
رفع اور نون وقایہ کا ادغام کر دیا اور ایک قرآنہ میں تخفیف نون ہے بائین طور کہ ایک نون حذف ہوا پس نون کے نزدیک نون برفع حذف ہوا
اور قرآنہ ہم اللہ کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوا کیونکہ حذف نون برفع مع بقا نون وقایہ خلاف اصل ہے اور کیونکہ حذف نون برفع بدو نون
ناصبہ جازم کے حذف علامت ہے پس جائز نہیں۔ وَكَذَلِكَ أَخْذُ الْعَدُوِّ إِذْ يَسْتَدْرِي سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ
جن تہوں سے تم شرک کرتے ہو میں ان سے خوف نہیں کرتا کہ مجھے کوئی برائی ہو سچا دین گے کیونکہ تہوں کو کچھ قدرت نہیں ہے اَلَا أَنْتَ تَشَاءُ
سَرَّحْنَاهُ لِيغْزِيَ آلَ فِرْعَوْنَ إِنَّ فِرْعَوْنَ لَشَرٌّ عَلَى الْعَالَمِينَ لیکن اگر میرا پروردگار چاہے کہ مجھے کوئی برائی ہو پئے تو وہ ہو پئے گی۔ پس استثنایہ معنی لکن ہے۔ وَاسْمِعْ كَلِمَةَ رَبِّكَ
اے وسع علم کل شیء۔ ہر شے کو میرے رب کا علم وسیع ہے۔ علمائے تمیز ہے جو فاعل سے محول کر کے تمیز کو انی لگی ہے۔ اخْلَافًا لِمَنْ كَفَرَ مِنَ
کیا تم یہ نصیحت نہیں سمجھتے کہ ایمان لاؤ۔ وَكَيْفَ أَخْذُ الْعَدُوِّ إِذْ يَسْتَدْرِي سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ میں کیونکر ایسی چیز سے خوف کروں جس سے تم نے شرک کیا
اللہ تعالیٰ کے ساتھ حالانکہ نہ اس سے ضرر ہو سچا ممکن اور نہ نفع۔ وَكَيْفَ أَخْذُ الْعَدُوِّ إِذْ يَسْتَدْرِي سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ حالانکہ ہمیں ڈرنے تم لوگ
اللہ تعالیٰ سے اس بات میں کہ۔ اَلَمْ نَكْمَلْ لَكُمْ دِينَكُمْ إِذْ أَخْرَجْنَاكُمْ مِنَ مِصْرَافًا لِيُحْمَلَكُمْ مِنْهُ ثِقَلُكُمْ وَرَبُّكُمْ عَزِيزٌ ذُو
نازل کی اس چیز کی عبادت کرنے کیلئے کوئی حجت برہان۔ ف پھر تم اس غیر کی عبادت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے حالانکہ
وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فَاتَّبِعُوا أَوْسُوعَ بْنَ كِنَانَةَ إِذْ يَسْتَدْرِي سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ پھر دو نون فریق میں سے کون امن نجات کا حقدار ہے۔ ف ہم کہ تم یعنی
ہم لوگ توحید کرنے والے یا تم لوگ شرک کرنے والے۔ اور یہ اچھے اسلوب سے نصیحت ہے جیسے رسوم بدعات کے بارہ میں بعض
علماء بدعت حسنہ کے قائل ہیں اور بعض علماء قائل ہیں کہ نہیں جائز ہے پس احتیاط والوں نے کہا کہ اگر حجاز کا قول حق ہوا تو مستحب
کا ثواب ملے گا اور اگر عدم حجاز کا قول صحیح ہو تو عذاب ہو گا لہذا امن کا طریقہ یہ ہے کہ (مثلاً) وعظا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
فضائل و معجزات سے اور دو میں کتابیں دیکھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو پڑھے جسکی نصیحت کلام اللہ تعالیٰ و احادیث
صحیح سے بہت کچھ ثابت بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلیٰ و اولیٰ ہے واللہ الموفق۔ باجملہ کافروں کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل
علم کے اپنے دہم سے شرک بنانے والے نہ رہو یا ہم لوگ توحید آئی سے ڈرنا اسے۔ کون مستحق امن ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کون سزاوار ہے تو اسی پر عمل کرو یعنی ہر فرقہ میں توحید کو بنو اے اور شرک سے ہزار ہوں اے پس تم

ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ۔ اَلَّذِينَ آمَنُوا كَمَا كُفِّرُوا بِالْمَنِّ وَالْإِيمَانِ بِمَا كُفِّرُوا بِهِ - اور حدیث بخاری و مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان فرمائی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہیں تو وہ مشرک ہو گیا پس اسلام و توحید یہ ہے کہ ظلم کرے و قد قال تعالیٰ وما یؤمن الا شرک ہم بالشد لا وہم مشرکون۔ اور جو شرک نہیں کرتے یہاں ان کی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر ایمان کو شرک سے خلط کر کے مشرک نہیں ہوئے تو۔ اِنَّ لِكُلِّ لَهْمٍ لَهْمًا مَّا كُنْتُمْ اَنْ كَيْلًا اِنَّ هِيَ لَعْنَةُ عَدَابٍ سے اس پر کہ ہُمْ لَعْنَةُ عَدَابٍ اور وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہدایت پائے ہوئے ہیں اور ظلم کی تفسیر شرک سے کما فی قولہ ان الشرک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مانند ابوبکر الصدیق و عمر بن الخطاب و حذیفہ و سلمان فارسی و ابی بن کعب ابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت کثیر تابعین جہم اللہ سے ہی تفسیر مروی ہے پس زعمشری نے جو کثاف میں اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لیس اس سے مانع ہے کہ ظلم کی تفسیر شرک سے کی جاوے یہ زعمشری کا ظلم باطل ہے و حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث سے بخیر اپنے اعتراض کی بیماری میں گرفتار رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد یہاں گناہ ہے اور شرک مراد نہیں کیونکہ ایمان و شرک کے خلط سے دو وزن کا اجتماع لازم آتا ہے حالانکہ دو وزن عندین جمع نہیں ہوتے ہیں جو اب یہ کہ خلط کر کے شرک ہی رہ جاتا ہے علاوہ برین یہ اعتراض و حقیقت خود معتزلہ پر وارد ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک جیسے ایمان و شرک جمع نہیں ہوتے ویسے ہی ایمان و گناہ جمع نہیں ہوتے ہیں کیونکہ معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے پس ایمان تو فعل طاعات و اجتناب معاصی کا نام ہے پس مرتکب کبیرہ گناہ کا تمہارے نزدیک مؤمن نہ ہو گا پھر یہاں گناہ سے کیونکہ تفسیر کر سکتے ہو۔ اِنَّ لِكُلِّ لَهْمٍ لَهْمًا مَّا كُنْتُمْ اَنْ كَيْلًا اِنَّ هِيَ لَعْنَةُ عَدَابٍ سے ملکر مبتدا ہوا اور یہ اس طرح قول ہے۔ اور مراد حجت سودہ حجت ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کواکب کے عرویب و غائب ہونے وغیرہ سے قائم کر دی اور مبتدا مذکور کی خبر آئندہ ہے۔ اِنَّ لِكُلِّ لَهْمٍ لَهْمًا مَّا كُنْتُمْ اَنْ كَيْلًا اِنَّ هِيَ لَعْنَةُ عَدَابٍ سے ارشادناہ جہم علی قوسہ المعنی اور یہ یہاں نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہم نے ابراہیم کو اسکی اہ بتادی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے۔ اِنَّ لِكُلِّ لَهْمٍ لَهْمًا مَّا كُنْتُمْ اَنْ كَيْلًا اِنَّ هِيَ لَعْنَةُ عَدَابٍ سے ہم جسکو چاہتے ہیں مراتب میں بلند کرتے ہیں (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں فن درجات کو اکثر مراتب کے قرات میں اضافت ہے اسی درجات میں۔ بدون تئوین کے اور کو فیون کی قرات میں درجات کو تئوین ہے۔ اور وہ تمیز واقع ہے اور من مفعول ہے اور بنا برقرآة اول کے درجات مفعول ہے۔ حاصل آنکہ علم معرفت و حکمت الہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں اور جسکا نہیں چاہتے نہیں بلند کرتے۔ پس اول تعالیٰ قادر قنار ہے اس پر کچھ بھی۔ جب نہیں جیسے معتزلہ یہ فوف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جو بہت بہتر ہو بندے کو واسطے وہ واجب ہے حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے پس ابراہیم کو یہ تمام فضلی علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور ان کی قوم کے سیکڑوں مشرک ہو ان کی ہدایت نہ ہوئی کیونکہ حکمت باللہ حضرت الہی میں بھی مشیت تھی اسلئے فرمایا۔ اِنَّ لِكُلِّ لَهْمٍ لَهْمًا مَّا كُنْتُمْ اَنْ كَيْلًا اِنَّ هِيَ لَعْنَةُ عَدَابٍ سے حکمت والادانا ہے نفسی الرحمن قولہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم یعنی جھفون نے اللہ تعالیٰ کو وصف معرفت و توحید سے پہچانا اور عادات و مخلوقات سے استدلال کر کے نہیں پہچانا اور مقام مشاہدہ میں درجہ عبودیت سے تجاوز نہیں کیا اور احکام ربوبیت میں پڑ کر اسکے حسن و تجلی سے انانیت کا دم نہیں مارا کیونکہ عارف جب مشاہدہ میں مقام عبودیت میں ثابت قدم رہا تو وہ صحو و تکین میں ہے اور یہ اتہار درجہ معرفت ہے

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے کہ اللہ لا الہ الا اللہ کی توحید میں انا العبد میں بندہ مخلوق ہوں مطیع رہے قال المترجم
 لیکن واضح ہے کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے میں یہ مقام آسان نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ دیوے اور یہی
 عید ہے کہ قیامت میں جب ظہور عظمت و جلال کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تو نے ان لوگوں سے کہدیا کہ مجھ کو اور میری
 مان کو معبود بنا لو تو وہ کانپتے ہوئے اس سے بالکل سبزی کرینگے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرینگے بخوشیاں لکھنا شاید مقام سکر و تلون میں
 کوئی جو کہ زبان سے بخیر میں نکلے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ علیم و خیر ہے حالانکہ ان سے ایسی خطا نہیں ہوتی ہے۔ قال شیخ
 اور اگر نور ربوبیت کے اور آگ سے انانیت میں پڑ گیا تو وہ سکر و تلون میں رہا اور یہ مقام اضطراب ہے درجہ معرفت تک نہیں پہنچتا
 جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اپنی زبان سے بخود ہی میں نکالا اگرچہ معذرت میں و لیکن یہ ظلم ہے اور ظلم ہی ہے کہ
 کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ میں اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالیٰ توحید و معرفت خاصہ سے
 نگاہ رکھتا ہے اور اسکو موت کی سزا تکلیف سکر و تلون کی نہیں پہنچتی کہ قال تعالیٰ اولئک امم الامم ہم مندون یعنی اسی کے ساتھ
 اسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہیں اور نیز آیت میں اشارہ ایسے بندوں کی طرف ہے جو مشاہدہ کی حالت میں جہان کی کسی چیز کی طرف
 رجوع نہیں کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ مازع البصر و ما ظنی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب میں کسی غریبی طرف
 ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیوں نہ ہو وہ حقائق توحید میں مشرک ہے پس جو اس طرح مشرک نہ ہو وہ اس کی تعریف ہے کہ اولئک
 امم الامم۔ کیونکہ جب تک حدیث کا کوئی وصف باقی ہے تب تک امن نہیں اور کیونکہ ہوگا کہ وہ عبودیت کے رفیت میں پڑا ہوا اپنے
 نفس کو پہچانتا ہے اور حق تعالیٰ کو وصف قدم و بقا و قہر و جبروت سے پہچانتا ہے قال اللہ تعالیٰ لایامننکم الا القوم الخاسرون
 جب اس نے اللہ تعالیٰ سبحانہ کو بوصف محبت و عشق و شوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق و عدل سے مستصف ہوا تو اول
 امن سے پاتا ہے کیونکہ صفت قدم میں خوف و امید کا نشان نہیں ہے وہاں توحید قربت و صل ہے اور وہ لوگ خالص بندے تہر کی
 تجلید سے بالکل امن میں اور جب تک مستصف بصفات آبی ہیں مندوں میں اگرچہ پوشیدہ مکر کے رقائل سے اللہ عزوجل کے
 مناقشہ سے چشم پوشی کئے ہوئے ہوں۔ ابن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ ایمان داخل ہے کہ کسی دکھ و مصیبت و
 خوشی و ناخوشی میں ان کی نظر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور پر نہیں پڑی۔ اولئک امم الامم۔ ہر طرح کی کفایت ان کی اور تعالیٰ
 جل جلالہ کی عنایت و تقدیر پر ہے۔ وہم مندون۔ انکا مرجع ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے پس وہ رائے پائے ہوئے ہیں۔
 بھٹکے نہیں ہیں۔ قال الاستاذ ج یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف بھٹکے پھر کسی غیر کی طرف نہیں رجوع ہوئے قولہ تعالیٰ نرفع درجات
 من نشار۔ درجات چند چیزیں ہیں معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملات کے کرامات اور یہ سب خود ہی اور تعالیٰ کی طرف
 راہ ہیں پھر جب بندہ حاصل ہوا اور خود فنا ہو کر اس پاک کی بقا لازم سے باقی ہوا تو وہاں کچھ درجات جنت وغیرہ نہیں بلکہ وہاں شان
 معرفت کے درجات ہیں ہاں عارفین و موحدین کے لئے ازل وابد میں سیر ہے جس کی انتہا نہیں بلکہ وہاں انتہا اول انتہا کسی کو دخل نہیں قال
 اشارہ ہے کہ مریدین میں سے ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں پس اسکو وصل کرتے اور وصولی میں ان درجات سے سیر عرفان
 ہے اور نیز درجات میں عشق و محبت و شوق کے درجہ ہیں اور نیز درجات میں صفات سراطن و صحت نیت ہی اور نیز اخلاق پاکیزہ ہیں اور بعض نے
 کہا کہ پر تو علم آئی و فہم حکمت از و تعالیٰ ہی۔ قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مخلوق باطن سے بندہ حلیف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا سَبِيلًا وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمَسْتُمُ الْمُنْتَهَى
اعلیٰ درجات علم و حکمت دینے اور مدبران سے کہ اولاد صالح دی۔

اور اُس کو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سے پہلے اور اسکی اولاد میں
دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَانَ لَكَ عِزٌّ مُّبِينٌ
داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یون ہدایت دیتے ہیں نیک کام والوں کو

وَذَكَرْنَا وَيْحِي وَيَعْقُوبَ وَآلِيَّاسَ كُلًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ وَاسْمِعِيلَ وَالْيَسَعَ
اور ذکر کیا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور ایوب اور یاس کو سب ہیں نیکو عملوں میں اور اسمعیل اور الیسع

وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنَ آبَائِهِمْ ذُرِّيَّتِهِمْ
اور یونس اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان الون پر اور بعضوں کو ان کے باپ دادوں اور اولاد میں

وَالْحَوَافِيزِهِمْ وَاجْتَنَبْنَاهُمْ لِيَهْدِيكُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ هَذَا
اور جانیوں میں اور ان کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی

هُدًى لِّلَّذِينَ هَدَى اللَّهُ بِيَهْدِيهِمْ سَبِيلًا وَمِنَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ سَبِيلًا لِّلَّذِينَ هَدَى اللَّهُ سَبِيلًا
اللہ کی ہدایت ہی اس پر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندوں میں اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ نشانے ہوتا

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ هَذَا لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ سَبِيلًا هَذَا لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ سَبِيلًا
جو کچھ کیا تھا اور ان باتوں کو نہ مانے یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کئے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں ان سے منکر وہ لوگ نے

الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ سَبِيلًا لِّلَّذِينَ هَدَى اللَّهُ سَبِيلًا هَذَا لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ سَبِيلًا
جسکو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل ان کی راہ

إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ هَذَا لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ سَبِيلًا
یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ
اور ہم نے اسکو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ
اور ہم نے اسکو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ
اور ہم نے اسکو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ
اور ہم نے اسکو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ لَمَّا ظَنَّنَا عَادَ
اور ہم نے اسکو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا ہم نے اسحق اور یعقوب لہذا ہم نے ان کو بخشا

ع ۱۶

وہر ارون سے وہ ہم نے فضیلت دی۔ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ لِأَخْتَرْنَا هُمْ۔ اور ہم نے ان کو مع ان کے لاحقین کے چھانٹ لیا اور برگزیدہ کر لیا۔ وَهَذَا يُنْبِئُهُمْ رَأَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اور ان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیدی۔ اسی مقام سے خاص بشر کو خاص ہلانکہ پر فضیلت دینے والوں نے دلیل بگڑھی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ہلانکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب کو شامل ہے۔ وقال المترجم اس مسئلہ میں گفتگو کرنا بہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ اس نے کس کو فضیلت دی ہے حالانکہ اس گفتگو میں ہلانکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور برعکس پس عقائد میں جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ذلک الدین الذی ہدوا الیہ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہے جس کی ان کو ہدایت ملگئی تھی اور مترجم کے نزدیک وہی یہ ہے کہ ذلک امدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتبتنا۔ کہا جاوے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہے اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین و اعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنیٰ مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہیے کہ المعنی۔ یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا۔ هُدَىٰ اللّٰهُ يَهْدِيْ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ عَمَّا يُجَادِلُ یہ ہدایت آئی ہے اس سے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص کردہ انبیا علیہم السلام پر عقادہ محض اپنی منیت وفضل سے عطا ہوا اور دیگر بندوں کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کر میں اور راہِ سنت پر مستقیم رہیں اور باطل و شرک سے بچیں بالحدہ شرک ہنایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے چاہا اسپر انعام فرمایا اور یہ بندگانِ خاص جہان کمال مطیع تھے وہاں سب سے پہلے شرک سے بچے تھے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَكَوْاْشِرَةً كُوْاْلِحِيْطَ عَنْهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اَنْ اُوْرَاكِيْہِ لُوْكَ شَرِكٌ فَوَجَّوْا كَچھ عمل کرنے تھے وہ ضبط و نیست ہو جاتا۔ مفسر محمد احمد نے یہاں تو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ لوگ کہیں کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب ان سے ضبط اور نیست ہو جاتا پس شرک عمداً باہر دیا کہ باوجود ان کا لفظ۔ اسمیں شرک کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہے جیسے فرمایا۔ وَلَقَدْ اَوْحٰى الْبِكْرِ اِلٰى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَنْ اَشْرِكَ بِحِطْلٍ غَلَطَ الْاَلٰیہِ۔ یعنی اے محمد جسکو اور تجھ سے پہلے والوں سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعاً میرے عمل نیست ہو جاوے گا۔ ۱۰۔ پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہے اور شرط اس بات کو نہیں مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہو بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز نہیں بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان كان للرجل ولد فان اول العابدین۔ یعنی اے اللہ اگر ہوتا الرحمن کے کوئی بیٹا تو میں پہلا عبادت گزار ہوتا۔ ۱۱۔ اور فرمایا۔ لو اردنا ان نخذلوا لاتخذنا من لدنا ان كنا فاعلین۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو ہودہ کھیل بناوین تو ہم اپنے یہاں بنا لیتے۔ ۱۲۔ اور فرمایا کہ لو اردنا ان نخذلوا لامصطفى مما نخلق ما يشاء الایہ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بناوے تو جو کچھ مخلوق فرماتا ہے اسمیں سے جو چاہے چھانٹ لے۔ ۱۳۔ حالانکہ ان کا وقوع جائز نہیں محال ہے۔ قال المترجم پس اس طرح قولہ ولو اشركوا۔ میں یہ جائز نہیں کہ شرکان ہندوں سے واقع ہووے سبب اسکے کہ او تعالیٰ عروج و جل نے تقدیر ازل میں ان کو برگزیدہ پاک اعمال کر دیا تھا۔ لہذا مفسر سیوطی نے بالفرض کے معنی بیان کئے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہیں ہے بلکہ معنی ہی اسکے یہ ہیں پس یہ لفظ توضیح کے واسطے ظاہر کر دیا ہے اور علماء ربیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع داخل نہ ہوگا اور جو ضرور واقع ہو نیوالا ہو اسپر حرف شک نہیں داخل ہوگا مثلاً اذا جلت الشمس اتيتك۔ جب سورج حاملہ ہوگا تو میں تیرے پاس آؤں گا۔ یہ غیر ممکن ہے پس یہاں حرف ان لا و اگرچہ محال ہے اور مثلاً ان غربت الشمس اتيتك۔ اگر سورج مغرب ہوگا اگرچہ شمس غلط ہے

اور راجح بجانب مصدر ہو یعنی اقتدہ یعنی اقتدار لاقتدار ہے۔ قُلْ لَّا اِلهَ اِلاَّ اللهُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ اِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا۔ کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ عَلَيكُمُ عَلَيَّ و۔ اے علی القرآن۔ نہیں مانگتا میں تم سے قرآن کے عوض یا تم کو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض۔ اَجْرًا۔ ان تعطونہ کچھ اجرت جسکو تم لوگ دیدو گے۔ بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالیٰ عطا فرما دے گا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو۔ اِنَّ هُوَ مَابَدَّلَ الْقُرْآنَ نَبِيًّا۔ یہ قرآن۔ اِذَا كُنْتُمْ لِلْحَيَاتِ مَآخِذَ كَرَاهٍ۔ مگر نصیحت واسطے عالمین کے یعنی جن انسان کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہیں یا آئندہ قیامت تک پائے جاویں اور اس میں دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی کہ جس خلق جن انسان کی طرف تھی اور تمام مخلوق پر آپ کی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ جس یهودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری دعوت اسکو پونجی پھروہ ایمان نہ لایا تو کافر مریگا اور مسئلہ معروف ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ہاں بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت میں داخل ہیں اور اس میں اختلاف ہے اور دلیل ہی لفظ عالمین ہے جو مستغرق ہے عوالم کو ہے جس میں سے ملائکہ بھی ہیں فانم والند اعلم فی العرسل لہم وجبتنا ہم و ہدیانا ہم۔ اپنی معرفت کی واسطے ان لوگوں کو ازل ہی میں قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجہ مشاہدہ میں یوں ہے کہ اس عارف میں خطرات نہ آویں اور شہوات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب نہ ہو اور جنید گئے فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ کے واسطے ان کو ادب دیا اور تمام عالم سے منہ موڑ کر صرف او تعالیٰ کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی۔ قولہ تعالیٰ اولئک الذین ہدی اللہ۔ او تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت میں انبیائے سابقین کی اقتدا کریں کیونکہ اس مقام میں مساکن کی منزل میں ہیں پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہو گئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کیے چنانچہ فرمایا قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی الایۃ۔ کہدے کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب تورت پر تھے ہونے آئے تو انکو چھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے اس بات کے کہ میری پیروی کرے قال لست رحم علما تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور میں آپ پر کوئی نص وحی نہیں آئی اس میں آپ کو انبیاء سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا ان اعلیائے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہ ہو اس پر ہم کو عمل کرنا چاہیے اور سترجم اس بحث کو پہلے ذکر کر چکا ہے فقہر۔ قال الشیخ اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے معنی ہیں کہ ان کو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور حقائق کے آداب انکو سکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہے چنانچہ او تعالیٰ نے فرمایا۔ شرع لکم من الدین ما وحی بہ لولا الایۃ۔ واسطی رح نے اس آیت میں کہا کہ او تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و عرض سب ان سے ساقط کر دی اور ان کے اسرار باطنی میں اشارات حقائق کو بھردیا۔ اس آیت سے بعض نے اشارہ کیا کہ آدمی کی ارادت پوری نہیں ہوتی جب تک کہ پیشواؤں سے نہ لیوے اور ان کی نظر کی برکتیں حاصل نہ کرے۔ جہلا تو نہیں دیکھتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں وزیروں سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر یعنی تم لوگ اقتدا کرو دونوں سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتیں وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں پس ایسے ہی شخص کی اقتدار صحیح ہے پیشواؤں کے طریقہ پر ہو اور انکی برکتوں نے اس میں اثر کیا ہو تو عجز سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسے مجھے دیکھا یعنی میں میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے۔ فانم

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا لِسَانًا بَشَرًا مِمَّنْ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قُرْآنًا طَبِيسًا

اور انہوں نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے انہیں کسی انسان پر کچھ پوپچہ تو کس نے انہاری

کتاب جو موسیٰ لایا اور ہدایت لوگوں کی جسکو تم نے ورق و پتی کر کے

تبدل و حقا و خفون کثیرا و علیکم ما لکم تعلمون انکم و لا ابائکم و قل

دکھایا اور بت بھیجا رکھا اور تم کو اسین سکھایا جو نہ جانتے تھے تم نہ تمہارے باپ دادا سے کہ

اللہ لَمْ ذُرُّهُمُ فِي حَقِّهِمْ يَكْفُرُونَ هَذَا كِتَابُنَا لَنَا

اللہ نے انہاری پھر چھوڑ دیا اپنی بک بک میں کھیل کرین اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے انہاری

مُبركٌ مُّصَدِّقٌ لِلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لِيُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ

برکت کی سچ بنانی اپنی اگلی کو اور تا تو ڈراوے اصل سیتی کو اور اس پاس

والون کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اسکرانتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبر دار

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ سَأَلُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ قُرْآنٍ إِلَّا هُوَ آتَانَهُمْ حُكْمًا وَبُحْرَانًا

کہ نہیں پہچانا اللہ تعالیٰ کو جن اسکے پہچانے کا حاصل آنگہ جن تعظیم تو اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر کتاب انہاری کیونکہ

یہ تو ادنیٰ بات ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور ہر معنی دوام کے حاصل نکہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندوں پر بہت ہر ازاجز کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگوں نے اسکی معرفت نہ پہچانی۔

إِذْ قَالُوا لَوْلَا جَاءَنَا آيَاتٌ مِنْ رَبِّنَا لَأَسْمَعْنَ لَكَ وَلَوْلَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا لِسَانًا بَشَرًا مِمَّنْ بَيْنَ يَدَيْهِ لَأَسْمَعَنَّكَ

بغرض آگید و شمول نفی ہے انہیں انہاری اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ چیز۔ قال المفسر یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے

انکار کرنے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں انہاری۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ہر کہہ اے محمد آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب انہاری ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں تو بولے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نہیں انہاری۔

سیدی نے کہا کہ یہ صحاح میں ہے۔ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ شاید ان یہودیوں نے عوام کو شک لانے کیلئے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی۔

بالجملہ یہ آیت اس صورت میں یہ نہ ہوگی کیونکہ یہودی تو دین میں تھے یا اتفاق سے مکہ میں گئے ہوں اور یہ سورہ مکیہ ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر قولہ وما قدرنا اللہ حق قدرہ

نہیں تعظیم کی اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ انھوں نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہدایت کو بھیجا۔ ابن عباس و مجاہد و عبد بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق میں ہے اور ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کے کہا کہ صحیح

یہ ہے کہ قریش کے حق میں نزول ہوا کیونکہ یہ سورہ و آیت مکیہ ہے اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کئے جانے سے منکر نہیں ہیں ان قریش و عرب اے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہیں کہانی قولہ قالوا البتہ

منکر نہیں ہیں ان قریش و عرب اے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہیں کہانی قولہ قالوا البتہ

اشد بشر اسولا آیت۔ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس بیان انکار کا ذکر فرمایا کہ ان مشرکوں نے کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شیء۔ مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہو اور صورتیں سب واقع ہو سکتی ہیں اگرچہ سبب نزول میں برائے کو دخل نہیں مگر توفیق یون ہو سکتی ہے کہ یہود کجبت نے مکہ میں بادوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات میں بہکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی کتاب نہیں اتاری ہے وہی مشرکین نے مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے میں کفار قریش کا رد ہو گیا کیونکہ قریش تو اس بات میں یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا۔ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ هُوَ سُبْحٰنُ۔ ان لوگوں سے کہدے کہ کس نے اتاری وہ کتاب جسکو لایا موسیٰ۔ سن یعنی تورات پھر کس نے اتاری۔ یہ میں بار تندیہ اور ضمیر منقول بہ ہے اور اسی سے حال ہے۔ قَوْلُهُ لَوْ دَاوُدَ هُدًى لَلنَّاسِ وَرَحَالِكُمْ لَوْرَبِّهِ وَهُوَ كِتَابٌ اَوْرَهْدَايْتِ هُوَ لَوُكُوْنِ كَسَلْتِ لِعِنِّ مَنُورٌ وَهَادِي هُوَ۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شہادت کی تاریکی دور ہونے میں اس کتاب سے روشنی پہنچاتی تھی۔ اور قریش پر یہ اسوجہ سے محبت ہو کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتری ہے پھر باہر شخص اسکو جان گیا ہو انکار نہیں کر سکتا اور اگر نزول دربارہ یہود ہو تو ان پر الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اسکے موافق کچھ اشکال نہیں کیونکہ یہود کو چھوڑنا ثابت کر دیا اور قریش نے انھیں چھوڑنے کا وہتان کرنے والوں کی تصدیق کی تھی پس قریش پر بھی رد ہو گیا۔ یہودی اس سے کسی طرح انکار نہیں کر سکتے۔ پھر دوسرا جملہ حالیہ فرمایا۔ بقولہ تَجْعَلُوْا قَوْلَ قَسْرٍ اَطِيْسِ۔ ورحالیکم تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزا کے متفرق بنا دے۔ ابو عمر اور ابن کثیر نے سبجولن بہا ستمانیہ تینوں جگہ پڑھا یعنی سبجولن اور سیدو ہنا اور سبجولن۔ سب بہا ستمانیہ پڑھے ہیں اور باقیوں نے سبجولن وغیرہ کو بہا خطاب پڑھا پس علیہت سے خطاب کی طرف التفات ہو گا جسکے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ بالمشافہ و خطاب میں جھوٹ بولنے سے شرم کریں اور قراطیس جمع قراطیس یعنی پارہ پارہ۔ المعنی تم کہتے ہو اس کو قراطیس میں یا نقد پر کلام آنکہ سبیا و نذا قراطیس۔ یعنی اسکو اصلی کتاب میں سے نقل کر کے قراطیس میں لائے ہو اور اسکو جدا جدا ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہو وہ پوری ہو کہ تھر تعین کریں اور تبدیل کریں اور کچھ ظاہر کریں اور جو چاہیں وہ چھپا ڈالیں جیسے نبی صلعم کی صفت پوشیدہ کر ڈالی۔ اور یہ ان لوگوں کی مذمت ہے اور یہ لوگ یہود میں اسکی اسطے لرا یا تبتد و قن یعنی جو کچھ اس میں سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو یا ظاہر کرتے ہیں (و تحقیق من کثرت خیرا۔ اور انخاف کرتے ہو بہت کو دیا) دے لوگا اس میں سے بہت اخفا کرتے جسے لغت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔ پھر واضح ہو کہ بہا خطاب پڑھنا اولیٰ ہے بقدرینہ قولہ تَجْعَلُوْا قَوْلَ قَسْرٍ اَطِيْسِ مَا لَمْ تَجْعَلُوْا اَخْتَفُوْا كَلَامًا وَاَجَاوَزْتُمْ حُدُودَ مَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْقُرْآنِ مَا لَمْ يَلِدْ اَلنَّمُ وَلَا اَلْبَاؤُ كَمِنْ الْقَوْلَاةِ۔ بیان ما التیس علیکم و اختلفتم فیہ۔ اور سکھائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتیں جنکو نہیں جانتے اور نہ تمہارے باپ دادوں نے تورات میں سے بائیں طور کہ قرآن میں بیان آگیا اس چیز کا جو تم پر مشتبہ ہو گئی تھی اور تم اس میں باہم جھگڑتے تھے۔ (السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنی تم کو قرآن کے اُتارنے سے اگلی و پھلی وہ نہیں و علوم سکھائے جو تم دیکھتے ہو باپ کوئی نہیں جانتے تھے۔ لیکن پوشیدہ نہیں کہ استقامت کے تحت میں یہ بھی داخل ہے یعنی کس نے موسیٰ پر کتاب اتاری ایسی اور ایسی اور تم نے اس کو اس طرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم دیکھتے ہو باپ نہ جانتے تھے وہ سکھائے گئے پس اگر یہ معنی ہوں کہ قرآن سے سکھائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہے پس اولیٰ وہ ہے جو ہمیں نے کہا کہ یہ بطور منت و احسان کے ہے یہود پر

کو خیال نہیں رکھتے اور سورۃ الحج میں جو دعا و مناجات ہو اسکو دل سے نہیں مانگتے ہین اللہم و فقنا ایامی و المسلمین حبیبیا و انت ارحم الراحمین
 و فی العرائس قولہ تعالیٰ و ما قدر والدین قدرہ۔ اس سے خلائق کی ہوس اس بات کی ٹوڑ دی کہ اسکے کندہ قدم کو پا دین
 کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہنچنے میں تو یہ کیفیت ہو کہ وہاں حدود کا اثر و نشان نہیں رہتا پھر قدر عظمت و کبریا کو کوئی
 کیا جانے ہاں معرفت اسکا فضل ہے سو جسکو معرفت نہیں وہ قدر کیا کرے گا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہیں و
 لیکن اپنے نفس کی حقیقت کمان جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اسکا وجود خالق ہوتا پھر لغو ذبا لشد منہ کوئی اور خالق کمان
 سے ممکن ہے حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پاک ہر ہر شرک و ضد و ندر و غیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت میں غیر کا وجود ہی ندر دہے
 سبحان اللہ تعالیٰ وہ پاک پروردگار وحدہ لا شریک ہے وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہے اسکا ادراک کسی بندہ مخلوق کی طاقت
 نہیں یعنی کوئی غیر اسکے جناب میں نہیں ہے وہاں عقلمیں حیران ہین کہ غیر متناہی ہے اور قلوب متحیر ہین کہتے ہین کہ غیر محدود ہے کہین
 مکان و زمان میں اسکا حلول نہیں اسکا علم سب کو محیط ہے وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہے کہ زبانیں جتنی بے انتہا تعریف کریں وہ اسکی
 پاک برتر شان میں تھوڑی سی تھوڑی ہے اس کی تعریف و حمد و ثناء وہی خود کر سکتا ہے۔ اسکا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ
 عارف کہلایا اور جس حال بزرگی میں یہ بندہ ہو سچا اسکی نظر میں بہت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دو لون بہان کی نسبت گرد
 ہے و ہوا اللہ فی السموات و فی الارض علیم سرمد و ہر کم و علیم ما تکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کیو اسطے گردن جھکا و بسجناک
 اللہم انما یک با جارہ البنی علی اللہ علیہ وسلم حسین حمہ اللہ نے کہا کہ او تعالیٰ پاک پروردگار ہے جھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہے
 اسی نے اسکو مقدر کیا ہے اور اوصاف قدیم سے جو اوصاف پر ایک پر تو ہے پس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت پھر قدر اتنی
 ادا کرتا۔ قال المترجم یعنی فنا ہو جاتا بعض نے کہا کہ او تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی در نہ ہر صغیر الہی کے وار د ہونے پر ان کی روحین
 پگھل جاتیں اور فنا ہو جاتیں قولہ قل لشدتم ذرہم یعنی جب کہ واصلین کے اسرار و اوی الوہیت میں پڑے اور شوق نبوت
 میں ان کی روحین متحیر ہوئیں اور سطوات قدرت میں عقلمیں فنا ہوئیں اور تجلی مشاہدہ میں اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے وار د
 سے جو ان پر وار د ہوا اسکے مسا لک نہیں پہچانتے پس تجھ سے پوچھتے ہین اس حیرانی میں کہ ہم کون ہین اور کمان ہین تو زبان ادائے
 محبت کہدے اللہ یعنی جس میں تم پڑے ہو یہ دریائے ازل ہے تم اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس معرفت میں پہنچے ہو اور جب وہ لوگ
 تجھ سے پوچھیں جو تہرا گوی میں پر کر حیرت گرا ہی میں بھٹکے پھرتے ہین کہ ان کو یہ کمان سے ہے تو کہدے کہ مشیت الہی نے تم کو اس میں ڈالا ہے
 اور ولی و محبوب ہو نا کچھ مجاہدہ سے نہیں ہے اور کراہ ہونا کسی علت پر نہیں ہے پھر چھوڑ دے دو لون گروہ کو اور نو میری طرف مشغول ہو کیونکہ
 جن دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہیں ہے۔ قال المترجم ہر وہ گروہ کی تفسیر جو اشارہ
 میں داخل کی مترجم کی سمجھ میں تو جہشاید نہیں آئی اور شاید قولہ علمتم ما لم تعلموا انتم و لا آباکم کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحم سے مروی ہوا کہ یہ
 مشرکوں کیواسطے ہے اور حضرت مجاہد سے مروی ہوا کہ یہ مسلمانوں کے واسطے ہے پس یہی اشارہ ہوا ان دونوں گروہ اہل ایمان و ولایت
 کے اور اہل فہر و ضلالت کے اسکے حکم میں شامل ہونے کا ذرہ جہت سے و اللہ تعالیٰ اعلم۔ قال شیخ اور نیز قولہ قل اللہ یعنی زبان سے
 اللہ کا ذکر کر اور زبان سر باطن سے ایسا نہ ہو کیونکہ مذکور کے سوائے ذکر کی طرف مشغول ہو جانا بندہ کے واسطے پر وہ ہے اور نیز جب تبلیغ
 رسالت سے فارغ ہو تو اسوائے حق سے او تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا و اللہ کہہ کہ تیرا اللہ کوئی نہ تھا پھر تمام مخلوقات ماسوائے کو چھوڑ دے

تاکہ زبان باطنی موافق بزبان ظاہر ہو بعض نے کہا کہ خواص کو اس آیت سے دعوت فرمائی کہ ہر چیز سے منقطع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی واسطے
 بلکہ وہی ہے جس سے بعض نے کہا کہ اللہ کا نام پاک سر باطنی میں رکھ اور وہاں کے حسب حال ادا کر اور زبان سے چھوڑ دے حکایت ہے
 کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ لاکہ الا اللہ نہیں کہتے اور اللہ کہتے ہیں اس میں کیا بات ہے فرمایا کہ اس کا خدا کمان ہے
 جس کی نفی کروں پھر زیادہ کیا کہ میری زبان کلمہ انکار پر جاری نہیں ہوتی پھر زیادہ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وحشت انکار پر ماخوذ ہو جاؤں
 پھر اس شخص نے اور زیادہ کی درخواست کی تو پڑھا قولہ تعالیٰ قل اللہ ہم پس وہ شخص بہوش ہو گیا اور اسکی روح نکل گئی پس اس شخص کے
 وارثوں نے شبلی پر خون کا دعویٰ کیا اور خلیفہ کے پاس گئے پس خلیفہ نے شبلی سے دعویٰ کا استفسار کیا تو شبلی نے کہا کہ ایک روح معنی
 کہ محبت میں سرشار ہوئی اور بلائی گئی تو قبول کیا پھر میرا کیا مقصود ہے پس خلیفہ نے حاجیوں کو بلند آواز دی کہ چھوڑ دو اسکا کچھ نہیں
 ہے قال المرحوم کمال یقین کمال محبت ہے کہ لاکہ الا اللہ سے توحید ثابت کرنے کیلئے انھیں کو حکم ہے کہ آہ باطلہ بناتے ہیں اور جن کو
 یقین بڑھتا جاتا ہے وہ کافروں مشرکوں پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ کوئی اور معبود ہو سکتا ہی نہیں پھر کس معبود کی نفی کریں یہاں تو فقط ایک
 اللہ پاک معبود ہے یہاں اگر کوئی اور ہم جنیال میں آتا ہوتا تو نفی کرتے اسکی واسطے شبلی نے کہا کہ خدا کمان ہے جس کی نفی کو دن حاصل آنکہ
 اگر بادشاہ کے واسطے کوئی کہے کہ نہایت خوش خلق ہے تو بد خلقی کا تصور ہو سکتا ہے اور اگر کہے کہ بادشاہ ہمارا گدھ یا جانور نہیں ہے تو بات اگر صحیح
 سچی ہو لیکن اہل عقل اس سے شرم کرینگے یہی کافروں کے معبودوں کا حال ہے کہ وہ معبود ہو ہی نہیں سکتے بلکہ ان کے معبود ہونے کا انکار
 ہی کچھ نہیں ہے کیا ان میں لوہیت کا وہم ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پھر کیا ان کی الوہیت کی نفی کی جاوے۔ فافہم۔ قولہ و ہذا کتاب انزلنا ہ
 مبارک لایہ یعنی اس کتاب پر وہم کی تہمت بھی نہیں ہو سکتی اور مخلوقات اسکے حقائق کو ادراک نہیں کر سکتے ہیں اور نیز مبارک ہے تجھ پر اور
 تیری اہمیت پر جو صادقین ہیں کہ شوق و محبت سے اسکی اتباع کرتے ہیں اور یاد و ہدایت کے ساتھ اسکو سمجھتے ہیں جس سے دیدار صفات قدیم کے
 خزانوں تک پہنچتے ہیں کیونکہ یہ صفت ہے جسکے کلمات تمام صفات کی دلیل ہیں جسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے کیونکہ خزانہ صفات
 کی کچی ہے اور یہ مبارک ہے کہ ایسے بندے پر جو اسکا عارف اور اس میں نورانی منتقل سے غور کریں وہ الہی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے
 انزلنا مبارک لیدر و آیتہ ولیدکر اولوالالباب۔ اور نیز مبارک ہے بایں معنی کہ حبیب کی کتاب حبیب کی طرف ارسال ہے جو حسین اسرار
 قربت حاصل ہیں اور شوقین سچس جہاں ہوا وہ تھمیر ازہ جہر و فراق ہے اس میں اہل نور و تقویٰ کے واسطے راز و نیاز کی باتیں ہیں اس میں جانفین
 کے لئے اشارات ہیں اور معبودوں کے لئے معرفات ہیں اسکے رموز و اسرار چشم اعتبار سے محفوظ اور لطائف اسکے چشم غور سے دور ہیں
 یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید و ثنا و صفت میں سب کچھ کتابوں سے موافق ہے کیونکہ سب ایک ہی مصدر سے صادر ہیں اور یہ زیادہ
 جامع و کاشف مقامات ہے بعض نے کہا کہ مبارک ہے اپنے تابعین پر اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے لئے۔ اور ایسی ہی
 تصدیق و عمل کرنے والوں کے لئے اور ایسی ہی اس کے حکم و نہی سمجھنے والوں کے لئے اور ایسی ہی حضور دل سے
 سمجھ کر پڑھنے والوں کے لئے۔ قال الاستاد۔ حبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہے جس سے غلبہ ہر حال
 میں تسکین اور شفا اور درجہ بر و نفا ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ
 اور اُس سے ظالم کون افترا جو باندھے اللہ پر جھوٹے بلکہ جکو وہی آئی اور اُسکو وحی کچھ نہیں

شَيْخٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ طَوْقُوتِي رَاِ الظَّالِمُونَ

آئی اور جو کہ میں اُتاتا ہوں برابر اچھے جو اللہ نے اُتاتا اور کبھی تو دیکھے جن وقت ظالم ہیں

فِي عَسْرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ

موت کی بیوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو ابھی جان

الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ

آج تم کو جزا ملیگی ذلت کی مار اُس پر کہ کہتے تھے اللہ بڑھوٹا بائیں

وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ هَلْ لَقَدْ جِئْتُمُو نَاصِرًا إِذْ كُنْتُمْ كُفْرًا

اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے

أَقُولَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَادَّخِرًا لَكُمْ وَإِنْ تَطَّهَّرْتُمْ فَمَنْ دُونِ

لی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم

قَدْرًا مَعَكُمْ تُسْفَعَاءُ لِنِيبٍ زَعَمْتُمْ أَهْمُ فَيْكُمْ شَرٌّ لَكُمْ

دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُنکا تم میں ساجھا ہے

لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ سَكَنُ مَنْ هُمْ وَهَلْ

ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے

۱۱

یہاں سے جس نے ہتان بانڈھا اللہ تعالیٰ پر فہم طور کہ نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا۔ آقا کا عطف خاص پر عام ہے بنا بر قول شیخ ابو حیان کے: یا کہا کہ۔ اَوْحِيَ إِلَيَّ وَكَلَّمَ لِي بِحِجَابٍ شَيْخٌ۔ مجھے وحی آئی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی ہے۔ عکرمہ سے ابن جریر نے روایت کیا کہ یہ مسیلمہ کہ اس شخص میں نازل ہوا اور وہ عالم نے قتادہ سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر نے عکرمہ و قتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہے۔ وَهَلْ تَقَالَ اسے من قال بس عطف اس میں افتری۔ پر یعنی اور کون اظلم ہے اسے جس نے کہا۔ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔ کہ چھوڑ اترنے والا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم اتارا اور یہ ان لوگوں نے بیباکی و حماقت سے کہا دیا مطلب نکاہ تھا کہ یہ بنائی بائیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنائیں گا قال تعالیٰ واذا تسلي عليهم ايا سناقا لواقدا سمعا لوشار لقلنا مثل هذا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبد القدر بن ابی سرح تھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا تھا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالیٰ ثم انشانا خلقا آخر۔ اسکو لکھا ایا تو عبد اللہ بولاکہ فقیرا کہ اللہ احسن الخالقین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھ لوں ہی نزول ہوا ہے اور یہ کہ قیدم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمد ہے میں تو محمد پر بھی اُن کے مثل وحی کی گئی پھر آیا کر لکھی اور اگر یہ چھوڑے میں تو میں نے اُن کے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس پہنچا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہو گیا۔ قال الترمذی یہ سورہ مکیہ ہے اور قصہ عبد اللہ بن کعبہ کے درمیان واقع ہوا تھا ہاں خبر غیبیہ ہو سکتا ہے اور یہ وہی کلام میں عبد اللہ بن کعبہ کے مانس لوگ بھی شامل ہیں لہذا منسجہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اس کے مصداق وہی نفس کو نبی بنا

مفسد لوگ تھے۔ پھر ان سے اظلم لوگوں کا حال خراب بیان فرمایا۔ **وَكَوْفَرِي يَا مُحَمَّدُ** اور اگر اے محمد تو دیکھے۔ **إِذِ الظَّالِمُونَ فِي شَمْرَاتِ
المُوتِ** جبکہ ظالم مذکور سکرات موت میں ہونگے۔ **عَمْرَات** جمع عمرہ یعنی شدت۔ جمع آن غم مانند توبہ و توب۔ قال ابن عباس یہ
عمرات الموت وہ سکرات موت ہیں۔ **وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطَاتُ أَيْدِيهِنَّ** اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہوں گے۔ **ف
ان ظالمون کی طرف مارنے و عذاب دینے کی واسطے اور ان سے سختی سے کہتے ہوں گے کہ۔** **أَخْرِجِي الْأَنْفُسَ كُفْرًا** نکالو اپنی
روح کو کفر سے۔ **ہم ان کو قبض کرینگے۔** **مدارک** میں کہا کہ یہ بیان بہت روح نکالنے میں سختی و درستی کرنے کا جسمین بالکل مہلت و
آسانی نہ ہوگی اور ابن عباس سے روایت ہے کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعموان الثمار ہیں۔ قال ابن کثیر **ہا بسطوا
ایدیہم** یعنی مار پیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ **قال الضحاك ابو صالح** یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ
ولو تری اذیتونی الذین کفروا **والملائکہ یضربون جوہم و اوبارہم۔** اسی واسطے فرمایا۔ **اخروجوا انفسکم۔** کیونکہ جب کافر کی موت آگئی تو ملائکہ
اسکو عذاب سختی و خواری غضب آبی کی خبر سناتے ہیں پس اسکی روح اسکے جسم میں ڈرسی ہوئی دیکھتی ہے اور نکلتا نہیں چاہتی ہے
پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ نکالو۔ **آئینہ** **مَجْرُوحَاتِ عَذَابِ الْهَوْنِ** آج تم لوگ عذاب
ہو ان ذلت و خواری دئے جاؤ گے۔ **بِمَا كُنْتُمْ تَفْقَهُونَ** **عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ**۔ بوجہ ناحق بہتان باز ہونے کے اللہ تعالیٰ
پر ف یعنی جھوٹ دعویٰ نبوت و وحی کے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے میں اللہ تعالیٰ کی جانب بہتان باز ہونے کے
سبب۔ **وَ كُنْتُمْ عَلَىٰ الْبَيْتِ مَشْفُوعِينَ** اور اللہ تعالیٰ کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب
سے۔ **قال المفسر** جواب لوجزوف ہو سبب ظہور کے یعنی ولوری یا محمد صین کیوں **الظالمون** مبتلین فی کذا و کذا **الآیت** امر عظیم
یعنی اگر تو دیکھتا ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب میں مبتلا ہو کر بد حال ہوں گے تو البتہ تجھ کو ایک نہایت کریم نظر سوننا کہ
ان لوگوں کا حال نظر آتا باجملہ کافروں پر یہ حال ہونا ضرور ہے **فخوف بالشدنہ**۔ پھر روح شمر کا حال فرمایا۔ **وَلَقَدْ جِئْتُمُوهُمْ فَمَنَّا فَرَدِّی**
یعنی جب شمر کے روز زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے تو ان سے کہا جاؤ گیگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی در حالیکہ مال و اولاد
اور یا رید و گاربت منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ **کَمَا خَلَقْتُمْکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ**۔ جیسے ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ **قال المفسر**
یعنی ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ لئے ہوئے یہی حدیث صحیح میں اہل شمر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہ نے کہا
کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شمر نہ کرینگے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ **بدانکہ
فرادی** تنوین بنا بر لغت بنویم پڑھا گیا اور بالف تائید مقصورہ پڑھا گیا بنا بر آنکہ جمع فرد و فرید ہے اور بعض نے کہا کہ فرد کی
جمع فرادی نہیں پس اسم جمع ہی اور اعجب ہے کہ کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہے۔ **باجملہ** ہ حال واقع ہے۔ **اے جنتی نامفردین**۔ **الک
الک** یا ایک ایک ہو جیسے پیدا ہوئے تھے۔ **عکرمہ** سے مروی ہے کہ لضر بن الحارث نے کہا کہ لات و عزی میری سفارش کر لیگی تو یہ آیت
نازل ہوئی۔ **وَ تَوَكَّلْ عَلَی سَخِوٰتِکُمْ اعطینا کم من الاموال۔** اور چھوڑا تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تم کو دیا تھا مال و متاع وغیرہ
خول۔ **جملہ متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہوں** **قال ابن کثیر** یعنی جو نعمتیں مال تم نے دار دنیا میں جو پھوڑے رکھے سب
تم نے چھوڑے۔ **وَسَرَّ اَعْظَمُوْا دِکْرًا**۔ اپنے پیٹھ پیچھے بدوں اپنے اختیار کے پس اگر ایمان لاکر اپنی نیت نیک اختیار سے کاخیر
میں صرف کر کے چھوڑا ہوتا تو وہاں ملتا اب آخر کار چار ناچار چھوڑا آئے۔ **حدیث صحیح** میں ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال ہے بلا کچھ

تیرا مال بھی ہو سوائے اسکے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا اور ہنکر بھپا ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت کیلئے باقی رکھ چھوڑا۔ اور جو اسکے سوائے ہے وہ سب اردن کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔ وَمَا تَنْهَىٰ عَنْكُم مِّنْ عَمَلِكُمْ الَّذِي سَبَّحْتُمُ اللَّهَ فِيكُمْ مَشَرًا وَلَا خَبًا ۚ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ الثَّاغُوتِ أُولَٰئِكَ سَبُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَتْلًا مُّبِينًا ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ

تھا کہ زعم میں تھا کہ تھیں یعنی ملامت کرنے کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ ہم تمہارے ساتھ میں لات عزیزی وغیرہ بقون کو جو اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْتُكُمْ ۚ وَكَلِمَةٌ تَكْرُرُ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ وَكَلِمَةٌ تَكْرُرُ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ وَكَلِمَةٌ تَكْرُرُ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ وَكَلِمَةٌ تَكْرُرُ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ

رفع کے یہ یعنی بنیکم فاعل واقع ہو اور یہی اکثر قرآن مجید کی قراءت ہے۔ بنی اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ اور زجاج نے کہا کہ بنی ایک لغت ہے جو وصل اور جدائی دونوں معنی میں آتا ہے پس یہ اضداد میں سے ہے اور یہاں یعنی اول ہے اور جنس و نافع وغیرہ کی قراءت میں بنیکم بھٹ ہے یعنی قطع مابینکم اور یہی ابن مسعود کی قراءت ہے اور مراد ما موصولہ سے میل جول ہے۔ وَكَلِمَةٌ تَكْرُرُ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ وَكَلِمَةٌ تَكْرُرُ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ وَكَلِمَةٌ تَكْرُرُ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ وَكَلِمَةٌ تَكْرُرُ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ

من الذین اتبعوا اور العذاب تقطعت بهم الاسباب لآیة فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن ظلم من افرسی لآیة۔ اس میں اشارہ ہے کہ امر الہی میں ہر مغتری و بھڑٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الہی کا دعویٰ کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگوں کو بہکانا اور ناحی خراب برباد کرتا ہے انجام کا جو دو دین دنیا میں برباد ہوگا۔ بعض نے کہا کہ چو لائق جناب الہی نہ ہو اسکو بیان کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ اسل میں عبد اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اس نے اقرار کیا اور مراد ذکر غفلت ہے۔ قولہ تعالیٰ ولقد جہتونا فرادی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت و جلال کے طور میں ہیج و مضعل ہیں جب بندوں پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے ہزارہی ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ کہیں گے اور نہ کسی نعمت و کرامت کے مقابلہ میں ان کی کچھ ہستی سمجھیں گے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہوں گے جیسے عدم سے نکلے۔ بعض نے کہا کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہے کہ تمام طاعت و بندگی سے اپنے کو مفلس جان کر اور تعالیٰ کی درگاہ میں جوع لاوے۔ شیخ ابو حفص سے کہا گیا کہ آپ اپنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الہی میں جا دینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہے کہ ایسے غنی کی درگاہ میں لیجاوے۔ قال تعالیٰ لقد جہتونا فرادی یعنی اپنے اعمال و احوال و طاعات سب سے خالی آئے۔ قال الشیخ مجھے یہاں ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے در حالیکہ موجد ہو میری حدایت سے اور کشف کیساتھ میرے مشاہدہ کے مشاہدہ ہو جیسے تم ابتدائے حال میں عدم سے پیدا کر کے میری بوبیت پر مشاہدہ ہوئے تھے کہ تم نے است برکم کے جواب میں بتی سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ بدون غلطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرة الی آخرہ میں اشارہ ہے کہ فطرة ازل پر پیدا ہوتا ہے اور اور تعالیٰ نے قولہ ترکتم ماخولناکم وراظہوکم سے بوقت ارادہ ازل پر باغ عبودیت بدون علت ہونیکا اشارہ فرمایا ہے

ان اللہ فالیق الحسب والنسب ط یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور کھلے مردے سے زندہ اور نکالتے دالانہ سے

من الحی ط ذلکم اللہ فانی لو فکون ہ فالیق الاصباح ط وجعل

مردہ یہ ہے اللہ پھر کمان پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالتے والا صبح کی روشنی اور لائت

اللَّيْلِ سَكَنًا وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُبَانًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَوْمَ وَاللَّيْلَةَ وَابْتِهَآءًا وَبَاطِنًا لِّمَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ ذَا النُّبُوَّةِ

اور اسی نے بنا دئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور

الْبَحْرِ طَاقِدُ فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۵

دہیا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ قَالِنُ الْحَبِيبِ وَالنَّبِيِّ - یہاں سے عجائب قدرت الہی کا بیان ہر اور فالق اسم فاعل از فلن بمعنی شن ہر اے چاک
 کر دینا اور بعض نے معنی خالق کہا اور یہ بعید ہے۔ کہا قال بن جریر اور جب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہ ہو یا نند گہوٹن وغیرہ کے اور نبوی پھٹلی
 جیسے خشک گٹھلی ہوتی ہے۔ معنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالیٰ درخت آگاتا ہے جس میں بالیان ہزاروں دانہ لائی ہیں اور گٹھلی سے درخت جاتا ہے جس کا
 سر ہوا میں بلند ہوتا اور ہری ہری پتیاں شاخیں ہوتی ہیں یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے اور شرک و کافرن کو اپنا معبود بتاتے ہیں انہیں سے
 کسی کو ایک ہی کی قدرت نہیں ہے پھر بد و ن عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ **مُجِزٌ مِّنَ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ وَالْمُتَّيِّنَاتِ الْمُرْتَدَاتِ** جو نکالنا ہے
 ف ہر دانہ و گٹھلی و جوان انسان کا لطفہ مردہ ہیں اس سے نندہ نکالا اور یہاں سے استیناس ہے کہ ہر درخت سبز و نباتات میں جان
 ہے و قد قال تعالیٰ فانظر الی آتار حوتہ المذکرت بحی اللہ من بعد موتہا ان ذلک لمحی الموتی الایۃ پھر فالق پر عطف کیا بقولہ **وَفُجِّرِجَ الْمُنْتَثَرِ**
مِنَ الْحَبِّ - زندہ سے مردہ نکالتا ہے۔ جیسے انسان پرند وغیرہ سے لطفہ و اندانہ نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے
 جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے میں ذرہ برابر بھی شک انکار کو مجال نہیں مگر آنکہ آدمی ہو تو مت اندھا ہو۔ پھر اپنی توحید
 کی طرف بلایا۔ **ذَٰلِكُمُ اللّٰهُ** یعنی جس کی قدرتوں میں سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تعالیٰ ہے
 اسی کی خالص عبادت بندگی اجتناب کا آئی **تَوَعَّدُكُمُ النَّارَ** - یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہیں تم کہان منہ موڑے جاتے
 ہو اور مفسر نے انی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منہ موڑتے ہو۔ عن ابن عباس کیونکر بھٹلاتے و کفر کرتے ہو پھر عجیب قدر میں بیان فرمایا۔
 بقولہ **فَالرَّیُّ الْاَصْبَحُ** - اصباح کو شن کرنے والا ہے و مفسر نے کہا کہ اصباح مصدر یعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر
 داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شن کرنے والا ہے صبح کا اور عموماً صبح وہ روشنی ہے جو صبح کاذب کے وقت
 تاریکی شب ظاہر ہوتی ہے۔ قال فی الکمالین یعنی جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہے اور حاصل یہ کہ او تعالیٰ اس پر وہ نور کو
 جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے ہر شب سے کھولنے والا ہے پس جو ہم بیان وارد ہوتا تھا کہ مشقوتہا تو تاریکی حتی کہ صبح ظاہر ہوتی ہے
 اور آیت سے مہوم اسکے برعکس ہے یہ وہم دفع ہو گیا اور نیز وہ وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا کہ او تعالیٰ شن فرمایا ہے صبح کے عموماً کو جو عکس ہے
 دن کی روشنی سے وہوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شن کر دینے والا ہے۔ قال قتادہ فالق الاصباح ای فالق الصبح۔ **وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا**
 اور رات کو سکون بنا دیا ہے ف سکون یون کہ اس میں تمام مخلوق تعب و مشقت یعنی ٹھکاوٹ سے سکون و راحت حاصل کوئی ہے سکون
 محل سکون قال قتادہ اس میں ہر چہ پایہ و پرند سکون لیتا ہے۔ قال ابن کثیر صیب یعنی رحمہ اللہ کی جو روئے اسکو زیادہ جاگنے پر علامت کی
 تو کہا کہ او تعالیٰ نے رات کو محل سکون بنا دیا سوائے صیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد

کرتا ہے تو اسکی بنیاد جاتی ہے۔ رواہ ابن ماجہ و الشمس والقمر حجاباً۔ اور سورج و چاند کو حجاب بنانے والا ہے و واضح ہو کہ
 شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنا کر آنکہ اللیل کے محل پر عطف ہو کیونکہ اللیل اگرچہ جاعل کا مضاف الیہ ہے یعنی بحسب المعنی مفعول بہ ہے پس
 اسی پر شمس و قمر کا عطف ہے اور حجاب یعنی اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدس سے حال ہے یعنی پھر بیان حجابان پس بار محذوف ہے
 چنانچہ سورہ الرحمن میں ظاہر مذکور ہے اخش نے کہا کہ حجاب جمع حساب نامند شہبان شہاب اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حجاباً
 یعنی عدد ایام و ماہ و سال۔ ابن کثیر نے کہا کہ جاری ہوتے ہیں حجابان مقدر بقانون مقنن کہ نہ تفسیر ہے اور نہ اضطراب ہے
 بلکہ ہر ایک کو واسطے منظر لین ہیں کہ جاڑے گرمی میں اسی پر چلتے ہیں اور اسی پر استون کی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ کما فی قولہ و جعل
 الشمس ضیاء و القمر نور و قدرہ منازل۔ ذلک تقدیر العزیز العلیم۔ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو
 غالب ہے اپنی بادشاہت میں و انا ہر اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الٰہی عزوجل ہے۔ وَ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَوْمَ جَمْعَ نَجْمٍ
 ہر جرم روشن پس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور ظاہر بیان ماسوائے شمس و قمر کے تو اب ستارے ہیں یعنی اسی پاک عزوجل نے تمہارے
 لئے ستارے بنا دیئے لیتھتند فی ایھا۔ تاکہ راستہ تلاش کر لو ان نجوم کے ذریعہ سے فی ظلمت الیل و الیل یعنی اپنے
 سفرون میں یعنی رات کی تاریکیوں میں خواہ خشکی میں ہو یا سمندر میں ہو اور ظلمات کی اصناف ان و لون کی طرف بسبب
 ملاہست کے ہر باظلمات سے مراد ان دو لون کے اندر رہا ہوں کا اشتباہ ہے کہ بدون نجوم کے وہاں شناخت نہ ہو۔ واضح ہو کہ
 اکثر روئے زمین پر بلکون کی راہیں بسبب علامت ہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوصاً جہان ریگستان
 و جنگل و پہاڑ میں ہرگز پتہ نہیں لگتا کہ کدھر جاوین اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ستارے تو اب
 پیدا فرمائے جن سے خوباہ بجاتی ہے اور آنحضرت صلعم نے انھیں سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہی فیما روی عنہ اصحابی
 کا نجوم باہم اقتدیتم اہتدیتم۔ یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں جن سے اقتدا کرو گے اُسکے پیچھے راہ پر پہنچو
 جاؤ گے۔ ظاہر ہوا کہ ستاروں کی پیدائش اسلئے نہیں کہ کافر و مشرک ان کی پرستش کریں یا ان کی طرف سے اپنے حق میں رزق
 وغیرہ مقدرات خیال کریں بلکہ یہ فائدہ ہے کہ راہ بھول جاوین تو راستہ کا پتہ لگاوین۔ قال ابن کثیر بعض سلف رضی اللہ عنہ
 نے فرمایا کہ جس نے ستاروں میں سوائے تین باتوں کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اُسے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہاندھا ایک
 کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان کی زمینت کیا ہے اور شیطانوں کیلئے رجوم کیا اور اندھیرے میں جنگل یا دیواروں میں ان کے پتے
 سے راہ ڈھونڈنے کا فائدہ رکھا ہے۔ عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ فرمایا اسے لوگو تم ان ستاروں سے خشکی و تری میں
 راہ ڈھونڈ لینا سیکھو پھر اپنے ادہام کو روکو کیونکہ اللہ یہ ستارے نہیں پیدا ہوئے مگر آسمان کی زمینت کو واسطے اور شیاطین
 کے رجوم کو واسطے اور علامات کیلئے کہ ان سے راہ ڈھونڈ لو۔ قتادہ سے اسی کے مانند مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
 ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستاروں سے اس قدر سیکھو جس سے خشکی تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈ لو۔ پھر اور باندہ ہو۔
 رواہ ابن مرویہ و الخطیب۔ امام غزالی رحمہ سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم میں دقائق و معرقتین ہیں جو اہل علم کی شان ہے اور عوام
 اس سے ممنوع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت الٰہی اسے ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات
 و الارض میں شامل ہے اور اگر مراد یہ کہ اہل علم ان میں بطور معروف نجوم جاننے پر نظر کریں تو یہ صحیح نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ان میں اس معنی

کر کے نظر کرنا ممنوع و حرام ہے تو نہیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھے یہی فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجوم میں نظر کرنے سے۔ رواہ ابن مردودہ و الخطیب و حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً اسکے مثل انھیں دونوں اماموں و مرہبی نے روایت کیا اور خطیب نے حضرت عائشہ سے مرفوعاً اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو زبان بٹھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بد اعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو۔ رواہ الطبرانی و الخطیب۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسے جاوین سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ رواہ ابن ابی شیبہ ابو داؤد و ابن مردودہ۔ اور بعض آثار و اقوال سلف جن سے محل معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں وغیرہ میں نظر کرنا رواہی تو بر تقدیر صحت کے مراد ان سے یہ ہے کہ تین امور مذکورہ یا مانند دریافت جہت قبلہ کے یا مانند دریافت اوقات نماز کے ان میں نظر کرنا رواہی۔ عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب بندے وہ ہیں جو نگاہ رکھیں سوچ و چاند کو اپنی نماز کے وقتوں کیلئے رواہ الحاکم و صحیح۔ وعن ابن جی اونی و ابی الدرداء و ابی ہریرہ نخوہ رواہ ابن شاہین و الطبرانی و الخطیب و الامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستاروں کی بہت سی تاثیرات کتابوں میں لکھی ہوئی جمع ہیں اور وہ موافق ہوتی ہیں تو جواب یہ ہے کہ تاثیر کے معنی میں کسی چیز میں اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز خود اس امر پر قادر ہو کہ کسی چیز میں اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں جو اسباب نظر مخلوق میں رکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہے تو اب یہ خود ہو گا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہیں اگر تجربہ و قیاس و گمان سے ہیں تو انکا کیا اعتبار ہے اور کیونکر یقین ہو کہ آئندہ زمانہ میں یون ہی ہو گا خصوصاً جبکہ بارہا تجربہ کر چکے کہ جستی میں چاند آنتیل کا لکھا ہے اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ اس سال ۱۳۱۰ ہجری میں مطلع نہایت صاف تھا اور جستی سے خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہے اول تو ان میں خود تاثیر نہیں دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے۔ سوم تاثیر کا حال معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تاثیر دے یا نہ دے۔ چہاں حرکت بتقدیر آئی ہے نجوم چاند نکلا بارش ہونا یا نہ ہونا اور جنہیں و چنانچہ نجومی بیان کرتے ہیں صد ہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی وجہیں تھلی ظاہر ہیں پھر مرد مسلمان نہیں تو عقل کی راہ سے بھی ہرگز و انہیں کہ اسپر اعتماد کرے اور شرع پاک صحیح میں صریح مذکور ہے کہ جو اسپر اعتقاد کرے وہ دین اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سابقین میں مذکور ہو چکی ہیں اور دل یوں مطمئن کر دے کہ جو ام حضرت باری تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہوں اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاوز نہیں کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنیٰ مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آویں کی طرح رات دن حرکت میں یا ثابت ہیں اور اسی کی یاد میں مصروف ہیں اسی کے حکم میں مسخر و مجبور ہیں وہ بھلا کیا کر سکتے ہیں لہذا ایسے عقائد کہ جو اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا جاہتی ہے کہ جس آخرت کا گوشہ درست کر جسکو قبر میں ساتھ لے جاؤ حدیث صحیح میں ہے کہ قبر یا تو جنت کی یا عذاب کا ایک کھڈ ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس ہدایت مانگو اور کفر و شرک بد اعتقاد یوں سے بچو اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تم پر رحم فرما دے وہی رحم الراحمین ہے و السلام قد فصلنا الآئینہ لِقَوْمٍ یَعْلَمُونَ۔ اسے قد بینا الدلالات علی الوجدان والقدرة لِقَوْمٍ یتدبرون۔ یعنی ہم نے اپنی حدائیت و قدرت پر دلالت بیان کر دین ایسی قوم کیلئے جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت میں فکر کرتے ہیں۔ یہ ایسا کھلا بیان ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ

نے علم و ہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت و جلال و توحید کے مشاہدہ سے گھلے جاتے ہیں وہی خوب یقین لاتے ہیں اور جو یہودہ شیطان
 خیالات میں پڑے ہیں وہ اپنی گمراہی کے اندھیرے میں اوندھے کھسے جاتے ہیں نفوذ باللہ من الضلال فی العرأس
 قولہ تعالیٰ فالق الاصابح الآیہ - صبح انوار شہود کو اہل ایمان و معرفت کیلئے منکشف فرمایا۔ از انجملہ مطلع قلوب انبیاء علیہم السلام
 و اولیاء رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جس کے نور نے ان کے چہروں سے ظلمت کو کر کے نیک سڑن کو منور کر دیا۔ قال المترجم
 حضرت صلعم میں یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والوں کو بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور
 پروانہ کی طرح ان کا اپنی جانین فدا کرنا احادیث و آثار سے جانتا ہے وہ ان اشارات سے معرفت و ہدایت پاتا ہے فتذکرہ - قولہ
 جاعل اللیل سکناً جنکو انس ہے وہ رات میں اسکا کلام پاک تنہائی میں پڑھتے اور او تعالیٰ دانا تر ہے کہ کیا مکاشفات پاتے ہیں۔
 قال المترجم حدیث صحیحہ میں افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہو کہ جس نے تنہائی میں او تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے۔ یہ جوش
 محبت کی خبر ہے بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب سینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا۔ بعض نے کہا کہ اسرار کو نو معرفت سے منور
 کر نیوالا۔ قولہ تعالیٰ وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا والآیہ - واضح ہو کہ عوام لوگ جسم و جسمانیات کے متعلق جو قوت ہو اس کو
 عقل سمجھتے ہیں اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری و باطنی حواس کہتے ہیں جیسے یہ حواس کچھ چیز نہیں دسی ہی عقل
 کچھ چیز نہیں ہر بلکہ عقل ان کے نزدیک جسکا نام ہو وہ عقل کلی ہے اور عارف تابع شریعت و سنت اس سے فیض پاتا ہے پس اشارہ
 ہے کہ عقل کے ستارے ہیں جس سے حقائق آیات ملتے ہیں تو صبح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یوں ہر کہ نفوس کی تارکیوں
 میں عقول کے ستاروں سے حقائق آیات و انوار صفات کی راہ ملتی ہے اور روح کے ستاروں سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہے
 افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہیں صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی۔ شیخ ابو علی جوزجانی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
 نے رات کو سکن کر دیا کہ ہر اضطراب ساکن ہو کر رضا تسلیم کے ساتھ درجہ قرب و منزلت حاصل کر د اور نجوم ہدایت سے بارگاہ
 رضا حق عزوجل پر پہنچ کر اسکی جنبت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو۔

وہو الذی انشا کم من نفس واحدۃ فمستقرہ و مستودع ما قد فصلنا الایات
 اور اسی نے بنا دیا تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہیں تم کو ٹھہرا دے اور کہیں سیر دہناتا ہم نے کھول سنائے ہے
 لقوہم یتفقہون ۵ وہو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ نبات کل
 اُس قوم کو جو بوجھتے ہیں اور اسی نے انار پھل آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے اُگنے والی ہر
 شئی فاخرجنا منہ خضر اخرج منہ حباً متراکباً و من النخل من طلع اقتران
 چیز پھر اس میں سے نکالا سبزہ جس سے نکالنے ہیں دانے بھڑے ہوئے اور کھجور کے گانٹھے میں سے پھلے
 دانیہ و جنبت من اعناب و الزیتون و الرمان مشدہ ما و غیر متشابہ
 نکلنے ہیں اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار آپس میں ملتے اور جہ کے
 انظر و الی شکرہ اذا اشتر و بیعہ طرات فی ذلکم لایات لقوہم یؤمنون
 دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے اور اسکا پکنا ان چیزوں میں سب پتے ہیں یقین لانے والوں کو

پیدا کیا اور جو ہر فطرت کا منشاء و وجود اسکے فعل خاص کا نور ہے اور نور فعل خاص کا منشاء و وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہے اور یہ ظہور اس کی ذات کے انوار کا ظہور ہے۔ قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کر دیا اور لطائف خطاب میں سے اشارہ کبریا کے واسطے مخصوص یہ قول یعنی من نفس احدہ۔ ہر یعنی بظہور نفس احدہ ازلیہ ابدیہ جو منزه از افتراق و اجتماع ہے پس بعض قلوب کا مستقر تو ملکوت ہے اور مستودع اسکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر آیات ہیں اور مستودع انکا صفات ہیں اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہیں اور مستودع انکا ذات ہے باقی عالم کہ صفات ہیں تو بقا و دائمی کے ساتھ باقی ہیں اور ذات میں فنا و وحدت سے فانی ہیں کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہے کہ وہاں کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن حوادث وہاں فانی ہیں اور یہی فناء ہے توحید ہے اور نیز مستقر جو آیات کریمہ ہیں مذکور ہیں ہر لون کا مستقر تو مقامات ہیں اور مستودع انکا حالات ہیں اور مستقر عقول کا عبادات ہیں اور مستودع انکا آیات ہیں اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہیں جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہیں اور مستودع انکا انوار توحید ہیں جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اہل عطا نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی ہمت و منزلت پر پیدا ہوئے ہیں جن میں مستقر و مستودع ہیں پس مستقر تو حال معرفت میں کشوفت عنہ ہے اور کشوفت حال معرفت میں مستقر علیہ ہے۔ قال لیسر جمع یعنی اس کلام کے یہ ہیں کہ اہل معرفت کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہمت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہر اہل معرفت کو اپنی اپنی منزلت و استعداد و مقدر ازلی کے موافق ایک ہی ہمت پر اہل عطا ہوئی ہے پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہیں وہ وہ قسم کے ہو جاتے ہیں اس ہمت سے کہ جب اس کو عرفان حاصل ہونا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کرنی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا پس وہ کشوفت عنہ ہوا یہاں تک کہ اسکا عرفان کامل اس کو حاصل ہو لیا تب وہ اس میں مستودع ہو گیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے اندر مستقر تھا۔ ہذا یعرفم و انشاعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع اسپر امان کہنے کے اور مستودع اسی کے واسطے جبروت کے اس سے زائل ہو کر اسطی نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات نا ابد ہے اور مستودع اس کی طرف عود و تکرار جبروت ہے۔

اور پھر ہر چیز کا جو ہر عالم کا عالم ہے جیسا کہ چاہا ویسا کیا جو اسکے کلام میں مستقر ہوا اسکو اہل محفوظین کا پھر لوح کو مقادیرین دیتے گئے ہیں اس میں مستقر ہوا ہر سطح ایک حالت کے بند و کھولت میں ہوتا ہے ایسا ہی کہ اسکو درجہ شقاوت یا سعادت ہو چکا ہے اسی مستقر و مستودع ہے

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَشَرَّفُوا آلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَنَاتِ بَيْتِ مَرْيَمَ عَلَيْهِنَّ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيُحْيَىٰ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَشَرَّفُوا آلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَنَاتِ بَيْتِ مَرْيَمَ عَلَيْهِنَّ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيُحْيَىٰ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَشَرَّفُوا آلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَنَاتِ بَيْتِ مَرْيَمَ عَلَيْهِنَّ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيُحْيَىٰ

اور پھر ان باتوں سے جو بتاتے ہیں نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اسکو کمان سے ہو گیا اور وہ ہر چیز سے واقف ہے اور اس کو کوئی عورت نہیں اور اسی نے بنائی ہر چیز اور اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے واسطے جنات سا بھی بنائے ہیں یہ وہو مشرکین کا جنہیں

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ - اور مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے جنات سا بھی بنائے ہیں۔ یہ وہو مشرکین کا جنہیں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب غریب اور مذکور ہوئے ہیں اپنی جہالت و ضلالت سے شریک بنائے عبادت میں

۲۱۹۱۲

پس جب لو افعال اور مشرکین فاعل ہیں اور نام پاک ہنر لہ مفعول و م کے ہر اور شرکاء مفعول اول ہر اور جن اس سے بدل ہر یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکاء بنائے اور وہ جن ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنوں کو نہیں بلکہ فقط بتوں کو پوجتے تھے تو جواب یہ ہے کہ جنوں ہی کی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے ان کو بتوں کی عبادت کا حکم دیا پس انھوں نے عبادت کرنا شروع کیا جس بصری جہہ اللہ سے یہ مصرح مردی ہر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان یدعون من ورنہ الا انا تاوان یدعون من ورنہ الا شیطانا مرید العنہ اللہ وقال لا تحزن من عبادک فیما سفروضا ولا فطنم ولا سینہم ولا مرئم الآیہ۔ حال آنکہ مشرکوں نے عبادت کے استحقاق میں جنوں کے کہنے سے بتوں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ **اَوْحٰتْ قَوْلُهُمْ**۔ اے والحال انہ قد خلقتم فلیف یکون شرکاء۔ حال یہ کہ اول تعالیٰ نے جنوں کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہو سکتے ہیں۔ مشرکوں نے بتوں کی عبادت کی اور جنوں کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی شرک ہر چنانچہ قولہ تعالیٰ استخذوا احباءہم واربہائہم اربابا من دون اللہ کی تفسیر میں ثابت ہوا کہ عالموں درویشوں کا قول جو کچھ وہ خلاف باطل کہتے اسکو ان کے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی انکار بتانا تھا ایسے ہی بتوں کی عبادت کرنے میں مشرکوں نے جنوں کا قول مان کر ان کو شرکاء ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الہی ہیں اگرچہ مشرکوں نے اپنے ہاتھ سے گڑھے ہوں اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیے جیسے مشرکوں نے جنوں کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالیٰ کا ہے اور عالم درویش اگر اول تعالیٰ کا حکم بتا دے تو مان لینا لازم ہے لیکن اگر اسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم موافق قرآن یا حدیث کے نہیں ہر تو فوراً ترک کر دے بالجملہ مشرکوں کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھوں نے جنوں کا حکم مان لیا بتوں کی عبادت میں اور شرک بنایا۔ **وَحَسْرَةُ قَوْلِهِ بَيْنَيْنِ وَبَيْنَيْنِ**۔ اکثروں کی قرأت میں خر قوا تخفیف رائے مصلح ہر اور معنی اسکے تراش لیا ان لوگوں نے۔ چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا ہاں معنی ایک قرأت نافع ہر میں خر قوا بتشدید راء مصلح ہر یعنی کثرت سے ان کافروں نے تراشا و گڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیاں بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیز بیٹا تھا اللہ تعالیٰ کا اور بعض نے کہا کہ مسیح بیٹا تھا اور بت پرستوں نے کہا کہ ملائکہ بیٹیاں ہیں المعنی اور مشرکوں نے اسکے لئے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیاں تراشیں۔ **مُبْسِطَةُ** پاکی ہر اس پروردگار کے واسطے۔ **وَقَالَ تَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ**۔ اور برتر ہے اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے ہیں کہ اسکی اولاد ہے۔ بلکہ وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہر وہ بیدار السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ یعنی بدون کسی نمونہ کے ان چیزوں کو پیدا کر بیولا ہے اس سے ان کافروں کا وہم و در کیا کہ جن اوہام سے ان لوگوں نے فرزند کو خیال کیا وہ ہر حالت ہر اس بات سے کہ اول تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانوں و زمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہیں غور سے نہیں دیکھتے تاکہ اس ہم میں خوار و ہر باد نہ پھر ایسے پاک خالق قادر مطلق ذو الجلال الاکرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان و احتیاج کی باتیں کہاں ہو سکتی ہیں محال ہیں۔ **اَتَىٰ يَكُونُ لَهُ وَاَكَوُّوْا لَهُ وَكَانَتْ لَهُ صَاحِبَةً**۔ کیف یکون لہ و ولد ولم تکن لہ زوجہ۔ یعنی کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہیں۔ اسمیں بھی کافروں کو ارشاد ہر کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰ کی پیدائش میں تو بیٹا سمجھے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیوں نہیں سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہر کہ بعضے کافر مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہیں حالانکہ وہ ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتوں کے اللہ تعالیٰ کی بندگی تھی جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر یعنی مشاکر ملکوں بلکہ نفعی و محتاجی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی پھری اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائی اور

اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقہ کا نایا کلان الطعام الآتہ۔ پس و تعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور او تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہے کہ مخلوقات کو ایجاد فرماوے۔ وَهُوَ يَخْلُقُ شَيْءًا عَظِيمًا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اُسپر کچھ پوشیدہ نہیں ہے قال البصنادی وغیرہ اس آیت میں کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا۔ اول آنکہ او تعالیٰ مبدع سموات وارض ہے اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہیں جس جنس کا فرزند بتلاتے ہیں کیونکہ یہ بھی مخلوق ہیں پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہیں اور ولادت سے مبرا ہیں کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہیں۔ ایک نہانہ دراز گذرا پس او تعالیٰ ان کی نسبت اولیٰ ہے کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنیوالا جسم نہ ہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہیں ہے دوم آنکہ فرزند سے ہی سمجھا جاتا ہے کہ ایک جنس کے زودادہ سے پیدا ہوا حالانکہ او تعالیٰ جل جلالہ جہانت سے پاک ہے۔ سوم آنکہ او تعالیٰ کا کوئی کفو نہیں ہے اور جبکہ فرزند ہونا ہے فرزند اسکا کفو ہونا ہی پس و تعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہیں ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز کو او تعالیٰ عزوجل کے ہر وہ اسکی مخلوق ہے پس اسکا کفو نہیں ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ او تعالیٰ اپنی ذات سے تمام مخلوقات کا عالم ہے اور اُسکے سوائے کوئی ایسا نہیں ہے اور اسپر اجماع ہے چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہے پس ہر چیز سے پاک ہے پرواہی من فی العرائس قولہ تعالیٰ بدیع السموات والارض یعنی بقدرت محکم ان کو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا حسین ذرہ برابر بھی تفاوت نہیں ہے پس کوئی چیز او تعالیٰ سے مشابہت نہیں رکھتی ہر ایک کو او تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندوں کی معاش و زندگانی کو دیا۔ بعض نے کہا کہ وہی مبدع و مبدی ہے اور بعض نے کہا کہ او تعالیٰ تمام اشیاء سے جو مخلوق ہیں جمال و کمال میں فوق ہے قال لمرجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۗ كَالَّذِيْ اَخْرَجَ مِنْكُمْ خَالِقِكُمْ ۗ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۙ خَبِيْرٌ

یہ اللہ ہے رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو ہندگی نہیں بنا یا والا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو اور اس پر ہر شے عقیق کیل ہے کاتذکرہ الابرار و هو یؤید ربکم الابرار و هو اللطیف الخیر وہ چیز کا حوالہ ہے اُسکو نہیں پاسکتی آنکھیں اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو اور وہ بھید جانتا ہے خرد دار ذالکم اللہ ربکم۔ یہی پاک قدرت والا اللہ تمہارا رب ہے۔ کالذی اخرجکم منکم کوئی معبود آلمگر وہی۔ اگر کہا جاوے کہ مشرکوں کا فون نے اور چیزوں کو مخلوقات میں سے مانندت غیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بوقوت جانور سے بدتر عقل سے خارج لوگوں نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور ان کی عبادت کرنی شروع کی مگر اُنکے معبود بنانے سے یہ چیزیں کہ نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ اُنکے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علم و خیر جس پر کسی مخلوق کی کہ نہ وہا ہست کچھ ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہیں اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہیں جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان زمین دیگر اشیاء کی پیدائش میں ظاہر و باہر ہو پس ایسا پاک پروردگار تو آلمگر وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے اور اُسکے سوائے کوئی بھی آلم نہیں ہے اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عزوجل کے واسطے عبادت کا

نہیں دیکھتا۔ اس لئے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے۔ یعنی اگر تو گھیر نہیں سکتا تو دیکھ سکتا ہے
 وچہ تسمو آنکہ ہم نے مان لیا کہ اور اک یعنی رویت ہی یہاں مستعمل ہوا ہے تو بھی بدعتیوں کا قول نہیں بنتا ہے کیونکہ الابصار سے بالاتفاق
 بدعتیوں کے نزدیک بھی صحیح البصار مراد ہیں پس سلب اخل ہو اور جو کلمہ پر اسے لایدر کہ کل بصر۔ اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالبہ
 جزئیہ ہے کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہیں کہ ایجاب جزئی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہیں ہیں اسکے منافی نہیں کہ بعض انسان
 عالم ہیں اسی طرح ہم نہیں کہتے کہ قیامت میں سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہیں اور کافروں کو نہ ہوگا چنانچہ
 فرمایا۔ کلا انہم عن ہم لو سئلوا یوم یوم یعنی قیامت کے روز کافر لوگ اپنے پروردگار سے حجاب میں محروم رہیں گے۔ امام ہاکٹ شافعی
 نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین خوب نہ ہونگے بلکہ دیدار سے ان کو کرامت پیشگی۔ وجہ چارم یعنی ادراک سے نور ذات عظمت و جلالت
 کی نفی ہوا ہے عکسہ نے روایت کی کہ ابن عباس نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار تبارک تعالیٰ کو دیکھا تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یوں
 فرمایا کہ لا تدرك الابصار الا یہ تو فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تو وہ نور ہی جو اسکا نور ہے جیسا اپنے نور سے تجلی فرما رہا ہے تو کسی چیز کی روشنی نہ ہو وہ
 ابن جریر و دیگر محدثین ابو موسیٰ اشعری میں جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں خود موجود ہے کہ جیسا اللہ نور کو کشف
 لاحقرت سبحات و جہما اتھی الیہ بصرہ من ظلمہ۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابوں میں ہے کہ موسیٰ نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ
 اے موسیٰ کوئی زندہ دیکھ نہیں دیکھ سکتا مگر آنکھ مر جاوے اور کوئی تروتازہ نہ دیکھے گا مگر آنکھ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات مترجم کتاب ہے کہ لا الکاافی
 ہیبتہ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ میں بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسیٰ خود و امین بل سنت ہے چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ
 تعالیٰ مذکور ہوگا اور خود ابن عباس نے ایک جماعت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورہ نجم کے اوائل میں انشاء اللہ تعالیٰ
 مذکور ہوگا۔ عائشہ نے اس کے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ مسروق نے آنحضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جس نے زعم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تدرك الابصار الا یہ۔ رواہ ابن ابی حاتم و قد روی عنہما من غیر وجہ فی الصحیح
 پس عائشہ کے کلام سے دنیا میں دیدار کی نفی نکلتی ہے۔ قال اسمعیل بن علیہ غیرہ فی قولہ لا تدرك الابصار۔ یہ دنیا میں ہے اور ہا آخرت میں نہیں
 اپنے پروردگار کو دیکھیں گے۔ قال الرازی فی التفسیر الکبیر۔ قول ام المومنین رضی اللہ عنہما فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے
 اور یہ نہیں دیکھتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباس وغیرہ کے اُسے بر خلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا مترجم کتاب ہے کہ قول ام المومنین سے یہ ثابت
 ہی نہیں ہوتا کہ آخرت میں دیدار ہوگا اور دیدار محال ہو بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھے میں صرف دیدار یعنی جلال و عظمت الہی کے دیکھ لینے
 سے جس شان پر اللہ تعالیٰ عروج و جل ہے انکار کرتی تھیں قال الحافظ ابن کثیر۔ دیدار جلال و عظمت و کبریا حضرت ہادی تعالیٰ جس شان پر وہ ہے
 اسکو ابصار ادراک نہیں کر سکتی اسلئے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں آخرت کا دیدار ثابت کرنی تھیں اور دنیا میں اسکی نفی
 کرتی تھیں قال لیسرجم بہت ہی صحیح ہے اور تعالیٰ عروج و جل کے دیدار جنت میں ملنے کے بیان میں ہے کہ وہ دار الکبریا علی جہنم جنت عدن
 یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پروردگار کی جنت عدن میں۔ قال البہیقی اسکے معنی یہ ہیں کہ اہل جنت عدن کی آنکھوں پر جلال
 و عظمت الہی طاری ہوگا جس سے کسی کو بدون اسکی شان دیدار کے مجال نظر نہ ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ وجہ یومئذنا صفة
 دا سے نبور اللہ تعالیٰ الی رہنا ناظرۃ قیامت کے روز بعض چہرے لہلہاتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف گنگلی لگائے ہوئے جس سے مخصوص
 بروز قیامت ہے اور قولہ لا تدرك الابصار۔ عام ہے جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونوں میں تعارض نہیں ہے تاکہ تاویل کی طرف

اضطرار ہو اور مبتدعین جو استعمال پر دلیل عقلی لائے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ قصہ موسیٰ میں ذکر کر کے رد کر دیجائے گی بلکہ وہاں کی آیت کریمہ خود دیدار باری تعالیٰ ثابت ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے اور سوائے ان آیات کے احادیث صحیحہ و آثار صحیحہ پر بھی عنہم قائلین و صلحاء اُمت کے متواتر بیٹھار ہیں جسے ہر تواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف اُمت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفیر سیدوطی نے بدور السافرہ میں ایک سچا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور یہاں تفسیر میں اس حدیث صحیح بخاری و مسلم پر اکتفا کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت میں اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسے تم چودہویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو۔ یعنی کھلے کھلے دیکھو گے۔ یہ وہ حجاب شک کے اللہم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر آیت مثبت رویت کے متعلق اسکے مناسبات سے ہست لال قطعی ثابت کیا جائیگا۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق وت۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ذلکم اللہ ربکم جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیا کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات مخلوق کو اپنی پاک ذات پہنوائی اور صورت کی عدت سے اپنی ذات پاک ہونا ان پر ثابت فرمایا اور اپنی تنزیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات و صفات کا واحد و فرد ہونا اور تمام شرک ضد و غیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے ان پر اپنی حیات میں عبودیت لانا لازم کیا بقولہ فاعبدوہ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہے اور کسی مخلوق پر بھروسہ نہ کرو۔ کیونکہ تمام جہاں اور جو کچھ ہمیں ہر سب اسکی عظمت و جلال کے حضور میں خضوع میں پڑے ہیں یعنی اسکی تقدیر و حکم سے کسی کو سر تابی کی مجال نہیں ہر سب ہی اسکے قبضہ قدرت میں ہیں کوئی کسی کو نفع نہیں دے سکتا اور کوئی ضرر نہیں دے سکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ و مشیت ازلی مقدر ہوا ہے۔ یہی فرمایا وہو علی کل شیء وکیل یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاذ پہلے بندوں کو اپنی آیات سے پہنچوایا پس جو نہیں سمجھے ہر میں زیادہ اندھیرے میں ڈوب گئے اور جو سمجھے ان کو نور عرفان زیادہ ہوا۔ پھر اپنی صفات صرف سے پہنچوایا اس میں بھی کافروں پر اندھیرے پر اندھیرا چھایا اور مومنوں پر نور پر نور ڈھایا پھر اپنی ذات پاک کو اسکا شرف فرمایا کہ منکر و کافر تو ہم میں دھنس گئے اور اہل عرفان و توحید اس میں فانی اور اسکے ساتھ باقی ہو گئے پس قولہ لا اکف الاہو۔ تو انبیاء علیہم السلام و بزرگوں کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شیء یہ عوام کی معرفت ہے۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا یا بن طور کہ صورت و مخلوقات کی آنکھیں اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہیں اور اسکی ذات و صفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ کبریائی میں آنکھ اٹھانے سے مجبور و معذور ہیں اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے۔ کما قال تعالیٰ لا تدرك الابصار و ہویدرک الابصار۔ کسی بصر کو اسکے اور اک کی مجال نہیں اور ہر سبہ خالص جمعی اسکے و پدار سے کرامت پاؤں گنا جب اسکے جلال سے بنیائی حاصل کر چکا اور ظاہر ہے کہ حادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی و ہستی میں باقی رہیں بلکہ از خود فانی ہو کر اسکے جلال و نور سے آنکھیں پا کر اسکو چودھویں رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کریں گے اور او تعالیٰ البتہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس اہل ایمان و خلوص توحید اسکو آخرت میں دیکھیں گے باہن طور کہ او تعالیٰ عزوجل آپکو اپنے انوار صفات سے لباس عطا فرماؤں گا پس قوت صفات کے انوار سے او تعالیٰ عزوجل کو دیکھیں گے اور یہ نہیں کہ حادث اپنے حادثات سے دیکھے کیونکہ حادث کو اسکی ذات عظمت کبریائی میں ہستی کی تاب طاقت نہیں ہے۔ ہاں او تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے علم قدرت سے محیط ہے ان کے وجود و عدم کو جانتا ہے قولہ و ہواللطیف الخبیر۔ اسکے لطف و جمال سے ہر کہ عیش کے ساتھ قلوب

اسکی منہ و ذوالجلال کی طرف کھینچتے ہیں اور بخود و عاجز ہوتے ہیں اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریا سے محبت میں غرق ہو گئیں اور اسرافنا ہوئے اور عقلمیں اسکی علوم میں مضمحل اور عاجز ہوئیں شیخ ابو یزید نے فرمایا کہ قولہ لا تذکرہ الابصار او تعالیٰ قابض بھی ٹھوس ہے جیسا کہ ابصار سے محبوب ہے اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے دل و سنی آنکھیں میں و لون برابر ہیں۔ بعض نے کہا کہ او تعالیٰ ابصار پر تجلی کرنے کے ساتھ ان پر مطلع ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ ابصار کو اسکی جناب میں خود رسائی ہو حسین نے کہا کہ لطیف از کسہ نہ بھر کہاں اسکا وصف۔ اسکے لطف سے ہر کہ یاد فرما یا ہند کو دہر خالے ہیں جبکہ آسمان مہینی اور زمین گسترہ تھی قبل خلقت وقت و اظہار دو جہان کے مع تمام موجودات کے پس یہ معنی لطیف کے ہیں۔ قال المترجم فی الاصل ہذا قال الحسین فی قوله اللطیف قال لطف عن الکنہ فانی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعبدہ فی الاصل الخالیۃ اذ السمار سینیۃ والارض مدحیۃ قبل سبق الوقت و اظہار الکونین و ما ہما فہذا معنی لطیف اتھی انی لیس فیہ و المترجم کھیلے ہی تحصیلہ قائم ہے نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اسکے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی واقفیت کہاں ممکن ہے۔ ابن عطار نے کہا کہ قولہ لا تذکرہ الابصار۔ کوئی فہم اسکو نہیں پاتی اور وہ ہر شے کو علم سے محظوظ ہے۔ ابو سعید خدری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ابصار کی تفسیر میں کہا کہ اگر بالفرض تمام جن انسان و ملائکہ جب پیدا ہوئے اور اس وقت تک کہ فنا ہوئے سب کے سب ایک صف ہا نہ ہیں تو کبھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں۔ قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمار عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور عطیۃ اللوفی ضعیف ہیں اور ایسے بعض دیگر ہیں یہ اسناد ضعیف ہے اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحاح ستہ و اے محدثین میں سے کسی نے اسکو روایت نہیں کیا اور سوائے اس اسناد کو رکے اور کسی سند سے مروی نہیں ہوئی پس غریب ہے واللہ اعلم۔ جنید نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے جس نے تیرے قلب کو منور کیا اور خدا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلا و محنت میں تجھے ولی کیا اور آگ میں ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت میں تجھے داخل فرما دینگا۔ بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ تو نے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تو نے اسکی محبت کی تو نزدیک کر لیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تو نے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی۔ قال المترجم ہم یہ قول و جنید رحمہ کا قول دونوں اوفق لسیان

و معنی لغوی بہن - فالہم
 قَدْ جَاءَكُمْ بِصَاغِرُمْ رَبِّكُمْ فَمَنْ ابْصَرَ فَلْيَنْفِسْهُ وَمَنْ عَسَىٰ قَدْ جَاءَهُ
 تلمو ہو پوچھیں سوچھ کی باتیں تمہارے رب سے پھر سوچھ سوچھ واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے رب سے کہ
 وَمَا آتَاكُمْ بِكَفِظَةٍ وَكَذَلِكَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا اِنْ سُرْمَةٌ
 اور میں نہیں تم پر انگبان اور یوں بھیج بھیجے تھانے میں ہم آیتیں اور تا کہیں کہ تو بڑھا ہے اور
 لِنُدَبِّنَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
 تا واضح کرین ہم اسکو واسطے سمجھ والوں کے
 قل ہم یا محمد کہے ان مشرکوں و منکروں سے اے محمد صلعم۔ قَدْ جَاءَكُمْ بِصَاغِرُمْ رَبِّكُمْ لِيَجْمَعَ لِعَبِيدِهِ - معنی نور
 قلب ہے اور مرد وہاں حجت و برہان واضح ہے۔ فَمَنْ ابْصَرَ فَلْيَنْفِسْهُ۔ اے من ابصر ہا و امن فانما ابصر ہا لنفسہ لان اللوز

باجتہ و النجاة من النار۔ یعنی جس نے ان جہنوں کو بصارت کیا اور ایمان لے آیا اُسے اپنے نفس کی واسطے فائدہ اٹھایا اس سے
 اللہ تعالیٰ کی دیکھا کہ کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان لانے سے جنت کا ثواب اور دوزخ سے نجات پانا اسی مومن کے لئے ہے اور
 احتمال ہے کہ البصر یعنی بصیرت میں داخل ہوا جیسے اصح معنی صحیح میں داخل ہوا۔ حاصل آنکہ جس نے ان بصائر سے بصیرت حاصل
 کی تو اپنی ہی ذوات کی واسطے حاصل کی۔ کافی قولہ لیلک من ہلک عن ہنیہ و یحییٰ من حی ہنیہ یعنی او تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو
 پیدا کر کے ان کے لئے بصائر قدرت و آیات قائم کر دیئے ہیں تاکہ ہلاک ہو نہ اور ان سے اندھا ہو کر نہ مانے اور ہلاک ہو کر دوزخ میں
 جاوے اور زندہ ہو نہ اور البصائر حاصل کر کے جنت میں اچھی زندگی پاوے۔ اسی طرح یہاں فرمایا فی البصر فلسفہ۔ و من جمعی فکینھا
 و ما انا علیک کم و یحییٰ۔ اور جو اندھا ہوا اور ان بصائر میں داخل ہوا تو اس کا وبال اسی شخص پر ہے کیونکہ وہ اچھی عذاب و دوزخ
 میں ہو گیا اور میں تم پر حنیف نہیں ہوں یعنی آنحضرت فقط ابلاغ رسالت کی واسطے تھے جب اپنے رسالت الہی کو تمام و کمال پہنچا
 دیا تو اگر کوئی کافر ہے اور نہ مانے آپ سے اسکی باز پرس نہیں ہے کہ گناہ لگائے گا بنیاداً ذکر کذک کہ ہے جنت الایات
 نہیں الایات لتیسرہ۔ جیسے ہم نے بصائر مذکورہ کو بیان کیا اسی طرح ہم آیات کو صفات ظاہر کرتے ہیں تاکہ عبرت و ہند
 حاصل کریں تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔ *و یحییٰ لک ادرست عطف ہے یعبر و امقدر ہے۔ قال المفسر لے ذاکرت اہل الکتاب*
و فی قرآۃ درست اے قرآۃ و تملکت کتابا صنیہ جت ہذا منہا یعنی درست یعنی ذاکرت ہی یعنی تو نے اہل کتاب سے
نکھر باہم مذاکرہ کیا ایک دوسرے سے اور یہ معلوم کر لیا ہوا اور ایک قرأت میں درست ہے یعنی تو نے پڑھی اور سیکھی ہیں انکوں کی
کتاب میں اور یہ باتیں ان کتابوں سے لایا ہوا اور ان عامر کی قرآۃ میں درست لیکون تار فو قانیہ ہی از دروس یعنی یہ باتیں گذشتہ
اور پڑھی ہوئی ہیں۔ قال الحافظ فی التفسیر قولہ لیتولوا و ادرست اے و لیتولوا المشرکون و الکافرون المکذوبون درست یا
من قبلک من اہل کتاب قارا نہم و تعلت منہم یعنی تاکہ کہیں مشرکین و کافروں کو باہم ذکر کیا تو نے اے محمد گل کتابوں ان
یہود و نصاریٰ کیساتھ اور باہم ایک دوسرے سے پڑھا اور ان سے تو نے یہ سیکھا ہے۔ یہی ابن عباس نے مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ
نے تفسیر کی اور طبرانی نے من طریق عمر بن کیسان از حضرت ابن عباس روایت کی کہ درست یعنی تو نے تلاوت کی خاصہ کیا
ہوا کہ کیا۔ قال الحافظ اور یہ ہمانند قولہ تعالیٰ قال الذین کفروا ان ہذا الا فک ان قرآۃ و اعانہ علیہ قوم آخرون فقد جاوا اظلم
وزور اذ قالوا اساطیر الاولین اکتبہما الایۃ یترجم جسم کتابہ کہ بن لوگوں کو دوسرے نفس ہو وہ ایسا ہی سمجھتے ہیں کیونکہ بالکل
صریح و ہم و غلط تھا جو مشرکوں نے باذہا تھا جبکہ کلام حضرت مسلم ابوہی ہنیکے صحیح صحیح اخبار غیب بیان فرماتے ہیں۔ اور اب ان کی صدق
نبوت پر اقرار کرنا واجب ہوا تو یہ وہم پیدا کیا کہ وہ پردہ چھپے چھپے وہ دیگر اہل کتاب سے سیکھ لیتے ہیں حالانکہ یہ کیا بڑا جھوٹا وہم تھا
کیونکہ اہل کتاب سب تمسک تھے اور کھلی ہوئی عداوت کرتے تھے اگر ان سے سیکھا ہوتا تو کھلا ہوا ظاہر ہو جاتا اور نیز جدید اخبار غیب
وہ مذکور ہیں جو خود اہل کتاب کو نہیں معلوم تھے پس یہ کافروں کی چہالت و حق سے عداوت کی وجہ سے تھا۔ لہذا بالذکر منہ۔
قال الحافظ یعنی ہر اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کما درست یعنی تو نے پڑھا اور سیکھ لیا۔ کذا قال مجاہد السدی
و الضحاک ابن زید وغیرہ واحد اور حسن بھری نے پڑھا و لیتولوا درست لیکون تار یعنی پڑھا ہو گیا اور جو ہو گیا۔ قال المفسر جسم
 اس زمانہ میں بھی بہت سے طرز تدلیق و پنچ پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید و تہلیلہ عبادت کو پرانی روشنی کتے ہیں اور اپنے لئے

نئی روشنی ثابت کرتے ہیں اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہیں واللہ اعلم۔ ذکر الحافظ ابن الزبیرؓ سے فرمایا کہ لڑکے و اوست پڑھا کرتے ہیں اور لفظ تو درست ہے اور بسکون آخر قرآۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور قتادہ نے درست بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعب نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقولو اور دست پڑھایا۔ رواہ ابن مردویہ و الحاکم وقال صحیح الاسناد ولبینه لِقَوْلِهِمْ يَعْلَمُونَ۔ یعنی بھاری خود ہدایت ہیں لیکن انجام کار یہ ہے کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ ہوگی۔ قال ابن عباس قوم داناسے مراد وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت دی ہو اس آیت میں دلیل ہے کہ نہ صرف آیات ایک قوم کیواسطے ہدایت اور ایک قوم کے ضلالت ہے۔ ففی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر۔ او تعالیٰ نے اپنے بندوں پر منت و احسان رکھا ان بصائر آیات سے جن سے صفات ازلیت ظاہر ہوتے ہیں اور ان کلمات نامات سے جس سے تجلی ہوتی ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں اپنے بندوں کے واسطے تجلی فرماتا ہے۔ ان بصائر سے اللہ تعالیٰ نے عارفین کی آنکھیں روشن کیں اور ان میں انوار صفات ہیں اور صفات از سجات ذات ہیں پس جس میں استعداد از کرم جناب باری تعالیٰ ہے اسے اپنی ذات کیواسطے راہ ہدایت پائی اور جسکو یہ استعداد نہیں ہے وہ آیات و بصائر و قرآن سے اندھا ہے لہذا قال من عینی فغلبها۔ وبال اسی پر ہے جو اصل حیرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت اس شخص کو جسکو ان سے بصیرت حاصل ہوئی اور کتر بصیرت یہ ہے کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو۔ قولہ ولنبینہ لقوم یعلمون۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں و مشرکوں سے فہم خطاب بھیر کر اسکے حقائق و لطائف کو بندگان مومنین کے دلوں میں کشادہ فرمایا کیونکہ حدیث کے خطاب کو صیب ہی خوب سمجھتا ہے۔ یہ احسان الہی ہے کہ مطیع بندوں کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلوں کے دوائے سے انوار غیب کو اور رک گیا اور خطاب کے روز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگوں کو یہ صفت حاصل ہوئی ان پر احسان رکھا بقولہ ولنبینہ لقوم یعلمون یعنی جو فہم قدرت الہی رکھتے اور خطاب الہی کو سمجھتے ہیں اور یقین ایمان لاتے ہیں اور یہ قرآن مجید ایسے لوگوں کو نافع نہیں جو خطاب و مراد نہیں سمجھتے ہیں۔ ابن عطار ح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لقوم یعلمون۔ ایسی قوم کے لئے جو حقیقت بیان کو جانتے ہیں یعنی اور تعالیٰ عزوجل کی قدرت و قوت موہوسہ سے وقوف لیتے ہیں اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہیں کسی غلبہ خواہش سے پیش قدمی نہیں کرتے اور کسی کا ہلی و سستی سے بچتے نہیں ہیں۔ پس یہی مومنین کا بلین ہیں۔

اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ مِنْ رَبِّكَ ۚ كَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ هُوَ يُنزَّلُ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانُوا يَسْتَكْبِرُونَ ۚ

تو جو اس پر جو حکم آوے تجھ کو تیرے رب سے۔ کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے اور جاننے سے شریک الون کو سے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَثَرَكُمْ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۚ

اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ کرتے اور تجھ کو ہم نے نہیں کیا انکا نگہبان اور تجھ پر نہیں انکا حوالہ

اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ ۚ وَأَنْتَ عَلِيمٌ بِمَا تُكْرِمُ ۚ

و صحیح ہو عمل کریں۔ لا إله الا هو۔ پس جو امر الہی ہے وہی حکم و حق ہے باقی سب باطل ہے اور کافروں و مشرکوں کی طرف مشغول نہ ہوں۔ کما قال وَاَنْتَ عَلِيمٌ بِمَا تُكْرِمُ ۚ مشرکوں کی طرف التفات نہ کر اور انکی باطل باتوں پر لحاظ نہ کر کیونکہ حکمت الہی میں قابل تہرین ہیں۔ پس کیونکر ان صریح و ظاہر آیات و بصائر کو دیکھیں گے اور بدون ہدایت الہی کیونکر

بنیائی پاونگے۔ وَ كَلَّمَ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوْا چونکہ حکمت کاملہ الہی میں راست و صحیح و محکم حکمت سے یہ لوگ قابیل
 بہ ایت نہیں پس او تعالیٰ کی مشیت میں یہ نہیں ہو کہ شرک نہ کریں لہذا یہ ضرور شرک کہنے سے پس تو دگرگیت ہو کہ ایسے
 صریح آیت پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور کیوں شرک میں خواہ ہوتے ہیں۔ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ اور تو
 تو قریب نہیں کیا گیا کہ ان کے اعمال کا نگہبان ہو اور ان کے جرموں کی تجھ سے ہاد برس ہو۔ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِرَٰكِيْلٍ
 اور تو ان کے منافع کا پر و اخت کرنے والا نہیں کہ جس میں ان کی بہبودی ہو خواہ خواہ ان کو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھ پر
 فقط رسالت ہو سچا نا واجب ہر اگر آیات و بھارت سے ہدایت لبوین ان کے حق میں بہتر نہ لبوین خود خراب خواہ
 ہوں واضح ہو کہ اعراض عن المشركین کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد تو پس نسخ جاری
 ہو گا نہ ترجمہ کہتا ہے کہ نسخ ہی ہر کہ حکم کسی مدت تک کی واسطے ہو پھر بعد اسکے نہ ہو گا لہذا یہ توجیہ مہل ہو بلکہ یوں کہنا چاہیے
 کہ یہ حکم اعراض یا معنی نہیں کہ ان کو رسالت کا ابلاغ نہت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہو کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات ان کے اقوال
 کی طرف ہو دین معنی کہ رسالت حقہ ان میں تاثیر نہیں کرتی اور کیوں نہیں کرتی ہر پس اس معنی کے اعراض میں نسخ نہیں ہر اور نیز یہ امر مغلجہ ہر
 ابلاغ کے ہر حکم عملی شرعی دوامی نہیں ہر پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہیں ہر۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے نسخ ہر کہا قال السدی
 والاول اظہر واشد علم و فی قولہ ولو ساء اللہ ما اشركوا۔ دلیل ہر کہ شرک مشرکوں کا و کفر کافروں کا او تعالیٰ کی مشیت پر ہر گما سکی
 مشیت میں ہوتا تو سب ہدایت پر ہو جاتے کہا فسرو ابن عباس اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ عالم میں ہر سب او تعالیٰ کے
 احکام قضا و قدر کے تحت میں سحر و جھوم ہر ف۔ فی العرائس قولہ ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم و ایمان کے
 واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر ان کے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت و لطائف محبت
 و حقائق ایسا مقامات حالات میں مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ او ان کو ایسے اسرار
 کے مطالعہ اور ایسی امداد کی برداشت کی طاقت نہیں ہر کیونکہ تاسید نبوت رسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اوحی الیک میں
 خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے در بیان آیت میں اپنی فروانیت و الوہیت کو بقولہ لا الہ الاہو۔ اسی نے تجھ پر
 وصف نبوت سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہر اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی و ظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ
 میں کسی غیر کو اس مقام میں قیام کی مجال نہیں ہر۔ و قولہ واعراض عن المشركین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی میں مقامات
 متعدد تھے اول وحی خاصہ لخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السرد در میان و نوالہ نہ ہر یعنی کمال نزدیکی میں سر السرد کامرتبہ
 ہر جیسا کہ قولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی میں یہ وحی مخفی مذکور ہر۔ دوم وحی خاصہ جو آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص
 ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و انبیین الایۃ۔ میں مذکور ہر۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزل الیک
 من ربک الایۃ۔ میں مذکور ہر۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلا واسطہ ہر اور رسالت انزال امر ظاہر ہو واسطہ ہر ہی واسطے
 فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپ کے واسطے امر اسرار ہی تھا بقولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ و اوحی الیک۔
 پھر اسمیں اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہر کہ ان کو وحی میں اور شیطانی وسوسوں میں فرق رکھنے کا ادب سکھایا یعنی تم لوگ وحی کی اطاعت
 کرو اور وسوسوں کے جو کچھ وسوسوں و خیالات میں سب جھوٹو اور اسکی اتباع کرو جو جھٹکے بلین پاکیزہ الہام خطاب سے آوین۔

مقصود رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہو اسکی آنکھ سے پردہ دور کر دیا کہ وہ ان چیزوں کی کچھ قدر و منزلت نہیں دیکھتا بلکہ احسان الہی جو ازل میں باسپر ہوا ہے اسکے شکر یہ کہ ادا ہونے نہونے سے شرم میں غرق ہو بلکہ ادا نہ ہونے کو بھی نہیں صرف احسان پر نظر رکھتا ہے جو لوگ باطل نہ ہو وہ ہیں ہاپنے بد اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں۔ زاہدون کو انکے اعمال اچھے دکھلائے کہ اس میں زیادہ رغبت کریں۔ واسطی نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والیکو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کر دیا پس ایسے لوگ درجہ تحقیق سے گر گئے اور کوئی نہیں بچا سو اسے ان بندوں کے جنکو اللہ تعالیٰ نے فور مشاہدہ سے محظوظ فرمایا پس اسے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے احسان کیا تو میں نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا۔

وَأَسْمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَعِنَ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيَوْمِئِذٍ بِهَا قُلُوبُهُمْ

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر ان کو ایک نشانی ہوئے البتہ اُسکو مائین تو کہ
 وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَأَيُّومِنَ لَهَا وَتُقَلَّبُ
 نِشَانِیَانِ تو اللہ کے پاس ہیں اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوین گے تو یہ مائین گے اور ہم اُلٹ دینگے
 أَفَعَلْتُمْ وَابْصَارَهُمْ كَمَالِهِمْ لِيَوْمِئِذٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَذَرُهُمْ فِي
 ان کے دل اور آنکھیں جیسے منکر ہوئے ہیں پہلی بار اور چھوڑ رکھیں گے

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ

اپنے جوش میں بہتے۔

وَأَسْمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَعِنَ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيَوْمِئِذٍ بِهَا قُلُوبُهُمْ
 کوشش۔ سے قسم میں یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمیں کھائیں اس بات پر کہ لَعِنَ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيَوْمِئِذٍ بِهَا قُلُوبُهُمْ
 بھلا اگر کوئی ایسی آیت آجاوگی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کر کے مانگتے ہیں تو ضرور اس پر ایمان لا دینگے و ت یہ اپنے آپ کو قادر
 سمجھ کر عزو رکھا۔ قُلُوبُهُمْ لَعِنَ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيَوْمِئِذٍ بِهَا قُلُوبُهُمْ لَعِنَ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيَوْمِئِذٍ بِهَا قُلُوبُهُمْ
 اور تعالیٰ مختار ہو جاوے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار میں نہیں۔ میں تو فقط ڈر سنا نیوالا ہوں۔
 وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَأَيُّومِنَ لَهَا وَتُقَلَّبُ
 اسے مایہ یکم بایمانہم اذ اجارت۔ کس نے تم کو آگاہ کیا ان کے مومن ہو جانے پر جبکہ آیت اُنکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات
 کو نہیں جانتے ہو قولہ اِنہا اذ اجارت لایومنون۔ اور علم الہی میں یہ بات سابق ہو چکی ہو کہ آیت مقررہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لادینگے۔
 قَالَ لَتَرْجِمَنَّكَ سَمْعُكَ بِمَا تَقُولُ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَأَيُّومِنَ لَهَا وَتُقَلَّبُ
 مشرکوں نے مومن ہو جانے پر لطف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسلارو آیت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم
 ہم کو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی روان ہوتا اور عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے اور نوح کا ناقہ تھا
 پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کریں میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا
 ہو جاوے اپنے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کرو گے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمھارے تابع ہو جاوینگے تو حضرت صلعم نے دعا کی

پس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہو جاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تہدلیق نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ہر
عذاب نازل کر دیا اور چاہے تو چھوڑ دیتے کہ جن کے حق میں تو یہ مقدر ہو وہ تو بہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ
جن کے حق میں تو یہ مقدر ہو وہ تو بہ کریں۔ قال ابن کثیر: اس مسئلہ و اسیت کے شواہد بھی ہیں پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا اجازت
بفتح ان بھی پڑھا گیا اور لا یؤمنون بتا خطاب یعنی لا یؤمنون پڑھا گیا ہے اور یا یشرکون میں خطاب مشرکوں کو قرار دیا گیا قال الحافظ
ابن کثیر رحمہ اللہ و یا یشرکون میں خطاب مشرکوں کو کیا گیا اور یہی مجاہد رح کا قول ہے گو یا مشرکوں سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم
ان قسموں میں سے ہو بتا برین قرآنہا بالکسر ہے اور یہ مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لادینگے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آدین
سبب اسکے کہ علم الہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہو چکا ہے اور بعض نے لا یؤمنون بتا خطاب پڑھا۔ پس استیناف بھی ہو سکتا ہے
اور بعض نے کہا کہ خطاب یؤمنون کو ہے یعنی اسے مومنوں نے کیونکر جانا کہ آیات مقررہ آنے پر مشرکین ایمان لادینگے۔ و بنا برین
جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسے اول صورت میں مذکور ہو اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنا برین کہ وہ یشرکون کا معمول ہے اور در صورت معمول
ہونے کے قولہ لا یؤمنون میں لا ازائدہ ماتر صدمہ کے ہوگا جیسے قولہ تعالیٰ یا منکون لا تسجدوا لہم تک۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ و حم
علی الصریحۃ التي ابلکنا ہا انہم لا یؤمنون۔ اور معنی آنکہ کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کر لیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا اور وہ سے قول ہے
یہ کہ حرام ہے کہ وہ لوگ جو ع کریں اور معنی اس حالت میں یہ ہونگے کہ اسے مومنوں کو کس چیز نے یقین دلادیا کہ آیت مقررہ آنے پر
یہ لوگ ایمان لے آدینگے تاکہ تم حرم کرتے ہو اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعنہا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی
بن کعب کی قرآنہ میں بجائے انہا کے لعنہا موجود ہے اور نیز عرب کے شہرہ نظام سے اسپر بہت سے شواہد ذکر کئے مانند آنکہ اذہب
الی السوق انک تشری شیئا یعنی لعنک تشری شیئا۔ یا زاجا شاید تو کچھ خریدے۔ اور یہی ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید
میں ہے و ما یدرک العلم نری۔ واضح ہو کہ زجاج و نحاس وغیرہ نے لا ازائدہ ہونے کو خطا و غلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف
بلیغ ہے اسے انہا اذا اجازت لا یؤمنون اور یؤمنون یعنی تم کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ ایمان نہ لادینگے یا لادینگے پس
ایک حذف ہوا۔ قال المرجم زیادت لا غلط نہیں ہے اور قول حذف الصد من نامل ہے اس واسطے کہ یہ تو عین صواب ہے کہ آیات
آنے پر وہ ایمان لادیں یا نہ لادیں پس یہ تو بالضرورة معلوم ہے کہ امران و حال سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار
ہے تو مقتضائے مقام بدون لانتھا کہونکہ تمہیں کو نہ معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آئیں گے اللہ الا ان یقال ان نفی الشعور عما ہو
خلان المقصود بلغ فی عدم العلم مطلقا یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لادینگے پھر ایمان لانے کو بھی بقریبہ ان کی قسموں کے نہیں جانتے
ہو۔ وَ تَقْلِبْ آفَئِدَکُمْ مِّنْ حَوْلِ قُلُوبِہِمُ عَنِ الْحَقِّ فَلَا یَفْقہُوہَا۔ ہم انکے دلوں کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے
ہیں۔ وَ اَنْصُرْہُمْ عِندَ ظُلْمِہِمْ فَلَا یُبصِرُوہُ فَلَا یؤمنون۔ اور انکی بیانیوں کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے۔ پس ایمان
نہیں لاتے۔ کَا کَرِہُوْا مَعْنٰی اِیۡہ۔ یا انزل الیک من الآیات۔ اَقْوَالُ کَثْرَتِہِ جِیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو
تجھ پر نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن
سے انکار کیا تو کسی چیز پر ان کے دل ثابت نہیں کئے اور ہر امر سے مردود کر دیئے گئے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ و نقاب افئدتم
و البصائر ہم یعنی ان کے ایمان کے دمسپان میں ہر مردک حائل کر دینگے اور ہر آیت آدینگے تب بھی ایمان نہ لادینگے جیسے کہ

ہم نے اول مرتبہ ان کے درمیان وان کے ایمان کے درمیان میں جیلوت کر دی کہ اقال عکرمتہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم
یعنی جو معجزہ پہنچ کہ ان کو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اس کو دیکھنے و سمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہو گیا جو
تقدیر آبی عزوجل سے ان کے خبیث نفس میں شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور ان کے قلب تک نہیں
پہنچتا ہر بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب پر مہر ہے اسی طرح اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات ان کو
دیئے جاوین تو بھی وہی پردہ حائل ہو گا پس ہر معجزہ کے وقت ان کی آنکھیں و دل جانب رحمت سے پھیرے
جاتے ہیں۔ **وَأَنذَرْتَهُمْ نَزْأَهُمْ - فِي ظُلُمَاتٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَصَا أَعْمَى** اور ہم ان کو چھوڑتے ہیں ان کی گمراہی میں **فَنَسُوا**
جو انھوں نے اپنی ذات کیلئے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہے **يَتَّبِعُونَ - تِيرْدُونَ** متحیرین۔ درحالیکہ یہ لوگ اس گمراہی میں
متحیر پھرتے ہیں **فَنَسُوا** ہی قول ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ انکو لو معرفت نہیں پہنچا تو اپنی
تاریکی نفس میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور عنقریب معلوم ہو گا کہ یہ سب ان کے نفوس خبیثہ کے خطیات میں سے ہے۔ **فَنَسُوا**
فِي الْعُرَالِيسِ قولہ تعالیٰ و قلب اذہم و ابصارہم الایہ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے دونوں کا پھیرنا اور بیتایون کا لوٹ پلٹنا
اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ان کے دلوں و ابینایون کو پھیرتے و لوٹتے ہیں اور یہ حق ہے اور ترجمہ کہتا ہے کہ احادیث
صحیحہ میں کثرت سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں سب قلوب ہیں وہ جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیحین
و غیرہ) اور بعض احادیث میں ہے کہ قلب کا حال قبضہ قدرت الہیہ میں اس مثال سے ہے جیسے میدان میں ایک پتایا سر پڑا ہوتا ہے
کہ ہواؤں کے جھونکے اُسکو اُلٹ پھیر کرتے ہیں یعنی اسی طرح جس طرف مشیت الہی عزوجل ہر اسی طرف دل پھیر جاتے ہیں۔
(الصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دل کا یہ حال ہے تو جہاں کسی دل کو جس کی طرف پھیرا یعنی اپنی عظمت و کبریائی میں متوجہ کر کے محبت و
شوق و معرفت سے اپنے معجزات و آیات و صفات کا دیدار اس کو نصیب فرمایا تو بنیائی بھی قلب کے پیچھے ہو جاتی ہے کہ وہ
آیات معجزات میں انوار قدرت و عظام عظمت کو مطالعہ کرتی ہے اور قلب سے موافق ہو جاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات
صحیح ہو جاتے ہیں یعنی طاعات صوم و صلوة و حج و زکوٰۃ میں اس کی نیت صالح و خلوص و حیا ہوتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہوجاتے
ہیں یعنی معارف قلبیہ خلوص کے ساتھ ہوتے ہیں اور حالات صافیہ نصیب ہوجاتے ہیں جہاں شک و نفاق و بدبینی وغیرہ
کا میل کچیل نہیں رہتا ہر ضلالت اسکے جہاں کہیں قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بنیائی بھی اندھی ہو کر ٹپاتی پھرتی ہے
اور آیات قدرت میں اس کو انوار عظمت مشاہدہ نہیں ہوتے ہیں اسی واسطے حضرت سرور عالم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے
تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھو۔ (رداۃ الصحاب الصحیح) شیخ ابو حمزہ
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جن دلوں کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب میں توبہ کرنے ہوئے خضوع
و خضوع سے متوجہ ہیں اور جن دلوں سے اعراض فرمایا وہی گمراہی میں خوار ہیں رخصت ہوتے ہیں کہ
یہاں بعض گمراہ جو اپنے تردد میں متحیر ہیں اپنی رعوت نفس میں بڑ بڑا دین گے کہ پھر جب گمراہوں کے دل ہی
پھیر دیئے گئے تو ہم غصہ جھٹلا اور بالکل گناہ سے پاک ہیں ہم کو جہنم میں رکھنا ہم پر زبردستی ظلم ہے ترجمہ کہتا ہے کہ یہاں
و مقام لکھوں جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہوں کی جہالت عمیان ہو جاوے۔ اول مقام یہ ہے کہ میں

ان گمراہوں کے اس سوال ناپاک میں بحث کروں۔ واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہیں کہ مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم و بیجا تصرف ہے۔ یہ تو اپنے نفس کی پسندیدگی ہے اور جب ان کو جناب باری تعالیٰ کی شان میں نصیحت کی جاوے تو اپنے نفس ناپاک کو جھپٹا بتلاوین اور جناب باری تعالیٰ کی شان میں ظلم کہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے موجود کیا تو اس کو ہر طرح اپنی مخلوق میں تصرف کا اختیار ہے چاہے اُن کو دوزخ میں لاوے یا بہشت میں لاوے تو یہ بدشرت اپنے آپ کو کس رعوت سے مستحق جانتے ہیں حالانکہ جس نے پیدا کیا چاہے وہ ان کو نیست کر دے یا بجائے زمین کے ان کو جہنم میں پیدا کرے کیونکہ جب ان کو خود کسی طرح کا اختیار اپنے وجود میں نہیں ہے تو اسحقاق کہاں سے ہو سکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عزوجل نے تمام انعام و محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہے اور جس طرح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی رحمت عام کو بھی جاری فرمایا ہے تاکہ کافروں و بدکاروں پر رحمت تمام ہو (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہوں نے اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو عالم ازل میں قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کافی قولہ و اذا خذ ربک من نبی آدم من ظہورہم ذریتہم الایہ میں مفصل بیان ہے اور ان کو اپنی ربوبیت سے معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست ربکم اور سب نے اقرار کیا کافی قولہ قالوا بلی الایہ۔ پھر بعد اسکے جب دنیا میں ظہور ہوا تو عہد مذکور بالکل فراموش کیا اچھا وہ اگر فراموش تھتا تو مخلوقات کو کسی حالت میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عزوجل کو نہ مانے باوجود اسکے ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان کے ذریعہ سے ہدایت کا ملہ ہو سچائی کہ بعد اسکے کافروں کے واسطے کچھ بھی عذر باقی نہ رہا۔ حاصل یہ نکلا کہ خالق عزوجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا میں انواع و اقسام کی اشیا کو پیدا کیا اور آدمیوں کو اس دنیا میں امتحان کیا اور ان کو دوبار تون میں منحصر فرمایا اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لین دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زہیت کے موافق لین پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لین تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر انھوں نے دنیا کو شیطانی زہیت کے موافق لیا تو نور سے محرومی اور دائمی جہنم جو پھر جب آدمی پیدا ہوا تو باغ ہونے تک اسکو معذور فرما کر مطلق العنان کر دیا اور بعد بلوغ کے اسکا ان دونوں باتوں میں تکلف کیا پس مومنوں نے عقل سے جان لیا کہ دنیا میں چند روز ہیں اور لا محالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہو گا جہاں ہر ایک کو عوض دیا جائے اس واسطے کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس کو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیر خواہ و عادل جانتے ہیں وہ کبھی تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم تہہ کار فاسق فاجر جانتے ہیں وہ کبھی دنیا میں مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ خالق عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے نیک کو عمر بھر خوش کیا اور فاجر کو عمر بھر خوش حال رکھا پھر دونوں خاک ہیں علاوہ اذین انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا میں درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے لئے دار آخرت نہ ہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلے گا اسی طرح اس کثرت سے دلائل صحیحہ موجود ہیں کہ بالیقین دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے بالجملہ مومن نے عقل سے سجزات پختہ سری آیات قرآنی کو پہچاننا برخلاف ان کے کافروں نے دنیا کو شیطانی اتباع میں لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبروں کو نہ مانا اور اسی خواہش پر چم گئے۔

حتیٰ کہ ہزار ہا سال عمر پانچوین تو بھی اس سے نہ ٹلین تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں دنیا کی محبت پانی پو محض بخش ہے اور ذر عقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کر دی پس بدن کے سوائے ان میں کچھ نہیں ہے وہ اپنے بدن کی پرورش میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دماغ میں حواس دیدیئے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرتے اور تن پروری کے سامان پیدا کرنے میں ہوشیار ہیں پھر دل سے اندھے اور لاعقل ہو کر دنیا میں اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہیں پھر اچانک موت آجاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہنچ جاتے ہیں اور ان کو اس قدر مہلت دی گئی مگر اٹھنوں نے سوائے شرک و کفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی اب ان لوگوں سے پوچھا جاوے کہ تم نے اپنے ہاتھوں پر سب کیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ ظلم کیا کیونکہ تم نے ہر طرح اپنے قصد و خست یار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہیں ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے و مرے پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب اختیار رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ آخری درجہ کے مسلمانوں کو تم پر فتح و نصرت عنایت فرمائی اور تم دن کیا و آخرت میں خواہ ہوئے قطع و ابر القوم الذین ظلموا و اوحمد شرب العالمین۔

شأن جزو تمام ہوا بعد اٹھوان کو آیت ہے۔

تنبیہ للغافلین مسائل دینیہ - ۱۰
 حیرت الفقه - مسائل مشککہ فقہ از مولوی
 ابراہیم حسین بنگوری - ۱۷
 جواب السائلین - بطور ہفتتا - ۲
 کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی
 محمد سلطان خان - ۱۱
 چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین
 بنگوری - ۱۱
 رسالہ تجنیہ و تکفین - از محمد عمر - ۱۷

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پرصل عربی اور تحت میں ترجمہ
 فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جوہد سے
 متداول ہے - دو جلد کامل - علیہ
 شرح سفر السعادت از مولانا شاہ
 عبدالحق محدث دہلوی معروف - ہے
 حج - مسمی بہ قایہ لشعور از ملا محمد شاہ
 تذکرۃ الجمعہ حکام جمعہ از مولوی عبدالسلام
 بتیان - در حکم تباکو و حقہ از ملا حسین الدین
 بدائع منظوم مسائل فقہ نظم فارسی از
 الم علی - ۲
 فقہ مشہور دہلی از شیخ شرف الدین
 سی - ۱۰
 مسائل - سو مسائل از مولانا احمد
 محمد اللہ - ۶
 شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملحق الابحر
 عبدالحق محدث دہلوی - ہے
 مسکاتین - مرغوب علمائے ولایت از

مولوی آکہ یار خان - ۷
 فتاویٰ برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی
 نصیر الدین - ۱۱
 قدوری - مترجمہ مولانا ابوالقاسم - ۸
 شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن
 حسامی - ۷
 کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی
 مع فرہنگ - ۱۳
 مالا بدینہ - از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 وصیت نامہ - ۶
 شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا
 جلال الدین سمرقندی - ۱۱
 رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت حرمت
 جانوران - ۱
 رسالہ قاضی قطب زکریا ان وارکان - ۱۱

فقہ عسری

برجندی تیسرے مختصر وقایہ از مولانا عبدالحق
 برجندی معتبر شرح - ۷
 فتح القدر - حامل متن لفظ جلی ہدایہ اور لفظ
 غنی فتح القدر از امام کمال الدین بن الہمام
 نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف
 اور آخرین نگارہ زین الدین آقندی کامل چار جلد
 ضخیم جدید الطبع - ۲۳
 ہدایہ محشی بجاشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن
 سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ
 فرمایا جو وہ قابل دیدن ہیں چار جلد کامل
 دو مجلدات میں بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات - للہجر
 (۲) جلدین آخرین معاملات - ۷
 ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین
 کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد
 میں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند کہے
 گئے ہیں بہ تفصیل ذیل -
 ایضاً جلد اول وثانی تا آخر کتاب لنکاح للہ
 ایضاً جلد سوم و چارم تا آخر کتاب - للہ
 فتاویٰ قاضی خان مع شرحہ از امام قاضی
 حسن بن منصور قاضی خان مستند معروف
 متداول دو جلد کامل - ۷
 شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ جلی قلم
 مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ و بعضا بن حاشیہ جلی
 داخل درس تعلق کلان خوشخط و صحیح - ۱۱
 شرح وقایہ خرو مع دائرہ ہندیہ موسیٰ قلم دار
 الاشباہ والنظائر مع شرح جموی معروف
 مستند متداول - ہے
 ملا محمد ازیوم تاد صایا محشی جدیدہ کامل
 اطراف کابل میں داخل درس ہے - ۱۱
 مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق
 مشہور متداول - ۱۱
 عیدتی شرح کنز الدقائق محشی چار جلد
 مستند معروف متداول دو جلد میں -
 (۱) جلدین اولین عبادات میں - ۱۱
 مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ
 درسی متداول - ۱۱
 عمدۃ البضائع - فی مسائل الرضاۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ار
کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ
چھپ رہی ہے۔

مناقح الجار فین ترجمہ احیاء علوم الدین عربی
ہر چار جلد کا کل حصہ ۵۔
تہذیب حسانی مولفہ حکیم احسان علی - ۳۳

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق ترجمہ اخلاق جلالی - ۷۰
باب انش مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲۰
اوقات عزیز - از سید غلام حیدر خان
ترجمہ عوارف الجارف - کامل دو جلد میں
مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۴۴
ترجمہ دانش پرشمنی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۳۰
حقیقت - اصلاح نفس میں - ۲۰
احیاء - اخلاق و معنویت میں مصنفہ
منشی کامتا پرشاد - ۳۰

کتب خلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررہ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم - ۴۳
گلستان مع فرہنگ متوسط قلم آخرین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید - ۱۲
گلستان با تصویر - کاغذ حنائی و سفید سی

گیہیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۲۰
پیرا بن پوسنی - اردو ترجمہ شنوی مولانا روم
کا نظم شعر و شعر اور حاشیہ پر اردو میں حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد میں
بتفصیل فیل

۹

گلستان مع فرہنگ متوسط قلم رسمی محررہ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸
گلستان محشی اردو - اسپر طلبا کی آسانی کے
لئے اردو کے حواشی و نئے نئے ہیں - ۱۲
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبر آبادی شارح شنوی مولانا روم اس میں
تصوف کے کات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳
گلستان مترجم فارسی با ترجمہ اردو - ۱۲
گلستان خرد فارسی - ۵

جلد اول ترجمہ دفتر - ۲ و ۳ - زیر طبع -
جلد دوم ترجمہ دفتر - ۲ و ۳ و ۴ - زیر طبع
شجرہ معرفت محشی - منتخبات شنوی مولانا
روم - مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۴۰
چشمہ فیض - نظم ترجمہ اردو پندرہ نامہ عطار
غلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین گیسو
از مولوی عبدالغفور خان بہادر - ۱۰

تضمین گلستان سعدی نیشی ہر گویا صاحب
آفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے شمار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور آفتہ کے
کلام میں فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح میں
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵
خارستان حکایات پند و نصائح بطور
گلستان سعدی از ملا محمد الدین - ۸

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹
بوستان جلی قلم محررہ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۷

بوستان محشی کلان - اس میں ضروری
حواشی درج ہیں - ۱۳
بوستان محشی متوسط قلم چھاپہ مطبع علی
نہایت ہی صحیح اوصاف چھپی ہے - ۸
بوستان محشی خرد - ۱۵

بوستان

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر میں
بہر شعر کا شعر میں ترجمہ کیا ہے ۱۵
گو بند پرشاد و فقہا - ۱۳
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
ٹیکین بہار صاحب بہا علی بہار شریح ہے - ۷
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کوہ میں
ہو اور عموماً طلباء کے درس میں پڑھل ہے - ۴
اخلاق ناصر بن مہدیان فارسی کے درس میں
داخل ہے اور اخلاق میں بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۴
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین - ۷
کاشفی - ۸

شنوی سلسبیل - اخلاق و معنویت میں ایک
بے بہا ہے - از حکیم نور حسین صاحب امروہوی - ۲
مجموعہ قصید پند و نثر حضرت لقمان کے
نتو قابل قدر نصائح - ۲ و ۳ - پائی -
المشہر - شیخ صیفہ بک پونڈکشیور پریس لکھنؤ

200 1242/1
DUE DATE 1928 10

1178714

